رسائل
۳۸

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی نور

رسالہ روشنی بایراد رسالہ نصیحۃ الشیعہ

چھٹی جلد بابتہ سنہ ۱۹۰۹ء

جسکو

مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر نے

مطبع آتم پرکاش مرادآباد میں چھپوا کر

دفتر رسالہ روشنی سے شایع کیا

سالانہ چندہ (۳ روپے)

جملہ حقوق محفوظ

ن. 7786

آخری پیام

مین اون معاونین کا شکرگذار ہون جنکی اعانت سے روشنی کی پانچوین جلد تک مین ختم کر سکا مین نے اپنا وطن چھوڑکر اس کام کے لئے اس لئے لکھنؤ رہنا اختیار کیا تھا کہ یہان نشر شریعت کا بہت شور سنا تھا لیکن سب غلط نکلا۔ جو چند بزرگوار لکھنؤ مین چندہ دیتے ہین وہ ہرگز شایقا نہ حیثیت سے نہین دیتے۔ یا میری ذاتی واقفیت کی وجہ سے یا اوس نوعیت سے کہ جیسے دیگر محتاج و مسکین کو کچھ دیدیتے ہین ویسے مجھے ایک سفید پوش قومی فقیر سمجھکر دیدیتے ہین۔ اتنی اونکی تحریک دلی کو بھی مین غنمت سمجھکر نہایت شکرگذاری کے ساتھ اوسے قبول کرتا ہون۔ لیکن حقیقت مین رسالہ روشنی کی زندگی کا سبب دیگر اضلاع کے شایقین کی توجہ تھی جو زمانہ کی ضرورت کو بمقابلہ صاحبان لکھنؤ کے بہت کچھ زیادہ جاننے والے ہین۔ بہرحال کچھ نہ کچھ کام چلا ہی جاتا تھا لیکن امسال اوس کی بھی توقع نہین رہی کہ بہت سے ویلو داپس آگئے مین مقرر ہون کہ وقت پر پرچہ نہ شایع ہونا اس کا قوی سبب ہی لیکن اس کے سبب کو مین کیونکر بیان کر سکون۔ شاید پانچ چھہ بزرگ ہون گے جو پیشگی چندہ بھیجدیتے ہین۔ قطع نظر اس کے آخری سہ ماہی سال مجریہ کی اونکو پہونچی ہو یا نہ پہونچی ہو بعض وہ بزرگ ہین جو سہ ماہی دو دو یا چہار چہار بذریعہ ویلیو آنا پسند کرتے ہین۔ مگر ایسے بزرگوارونکی ایسی مثال ہے جیسے سیر بھر چاولون مین بارہ دانے۔ بعض ایسے شایق ہین کہ پرچہ کا تقاضا تو بڑے شد و مد سے کرتے ہین۔ مگر چندہ کا ذکر نہین۔ بہرحال ایسی حالت مین پرچہ جاری نہین رہ سکتا۔ چھٹی جلد تو مین ختم کر دونگا ہی۔ بخیال وصول ہو جانے پیشگی چندہ کے اون بزرگوارون سے جنکا ذکر اوپر ہوا لیکن سنہ ۱۹۰۰ء کی بابت اونسے بھی عرض ہی کہ وہ پیشگی چندہ نہ بھیجین تاوقتیکہ میری کوئی دوسری تحریر مطلع نہ فرماوین مین خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے یہ کوشش کر رہا ہون کہ خاص افراد قوم مین اپنی اپنی سرپرستی سے بقیہ مجلدات چھپوا دین۔ اگر مین کامیاب ہوا تب تو مکمل جلدین بھیجونگا ورنہ چھٹی جلد کے بعد نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ رسالہ روشنی ہمیشہ کے لئے اپنے حقیقی معاونین سے جدا ہوگا۔ اب مین نہایت شکرگذاری کے ساتھ ۱۸۹۸ء کی رسیدہ کا سلسلہ ذیل مین درج کرتا ہون۔

SALAR JUNG STATE LIBRARY
(Oriental Section)
URDU PRINTED BOOKS
Accession No.
Subject

جلد ششم رسالہ شیعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ کے چند فقروں پر بحث کر کے اپنی نزدیک یہ نتیجہ نکال کر کہ حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا چاہئے تھا جن سے سب مسلمان راضی ہوتے اور جناب امیر کسی طرح مستحق خلافت ہو سکتے تھے جنکو سب نے چھوڑ دیا اور علی مرتضےٰ کا حضرت ابوبکرؓ سے مقاتلہ نہ کرنے کو تسلیم صحت خلافت حضرت ابوبکر ظاہر کر کے (جسکی حقیقت ہم پانچوین جلد روشنی ۱۹۵۸ء مین دکھا چکے) یہ کہتے ہین "جناب امیر علیہ السلام کو ابوبکرؓ سے لڑنے کا خیال کیون پیدا ہوا وہ تو خلافت ابوبکر سے مزاحمت کرنیکو فتنہ سمجھتے تھے"۔

اوس کی سند کے لیے نہج البلاغہ سے ایک کلام جناب امیرؑ کا نقل کر کے یون ترجمہ کرتے ہیں "اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے جبکہ وفات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور عباس اور ابوسفیان نے جناب امیر سے یہ درخواست کی اُن سے خلافت کی بیعت کرین - اے آدمیوں نجات کی کشتیون کے ساتھ فتنہ کی موجون سے بچو - اور نفرت کے راستے سے جدا ہو جاؤ - اور فخر کا تاج اُتار رکھو"۔

اور فقرہ ہذا کے یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ "یعنی ابوبکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہے اور نفرت کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرو اور تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ خلیفہ عبد مناف کی اولاد میں سے کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے - اس فخر کے تاج کو سر سے اوتار دو اور بنی تیم کو اپنے مقابلے مین کم مت سمجھو"۔ مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضےٰ کے فقرہ کا ترجمہ ٹھیک نہین کیا اور اپنے مذاق کی تائید کے لیے غلط پہلو رکھا ہے - اور بالخصوص لفظ منافرۃ

کا ترجمہ "نفرت" اس فقرہ مین کہ "اور نفرت کے راستہ سے جدا ہو جاؤ" غلط اور بے محل دانائی سے کیا ہی۔

لفظ منافرۃ ثلاثی مزید باب مفاعلۃ سے ہی جسکا ثلاثی مجرد بیشک نفرت ہی اور اُسکے معنے جدا اور الگ ہو جانے کے ہین لیکن باب مفاعلۃ کی خاصیت باہم شریک ہونے کی ہی اس اعتبار سے معنی کلمہ منافرۃ کے جو کلام علی مرتضی مین آیا ہی باہم نفرت کرنے کے ہونگے۔

پس اُس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہین "چھوڑ دو راہ آپس مین نفرت کرنے کی"

اور یہ ظاہر ہی کہ آپس مین نفرت نہین ہو سکتی جب تک کہ ایک دوسرے پر اپنا فخر نہ جتا دے۔ اور اس اعتبار سے منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے قرار پاتے ہین۔ چنانچہ نہایہ ابن اثیر مین جو ایک عالم اہلسنت کی مشہور کتاب لغت ہی اُسمین صاف لکھا ہی "المنافرۃ المحاکمۃ والمفاخرۃ" پس کلام علی مرتضی مین اس موقع پر منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے ہین اور ترجمہ اُس فقرہ کا یون ہونا چاہیے "چھوڑ دو راہ مفاخرۃ کی"

اور اس معنے پر فقرہ آئندہ بھی صاف دلالت کرتا ہی "اور اوتار ڈالو تاج مفاخرۃ کو" جس سے پہلو استدلال مصنف مخاطب کا بالکل باقی نہین رہتا

اب مین پورا ترجمہ صحیح اُس فقرہ کلام علی مرتضی کا لکھتا ہون جسپر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہی تاکہ آسانی سے ظاہر ہو جاے کہ اُس کلام علی مرتضی سے کچھ بھی تائید سخن مصنف مخاطب کی نہین ہوتی ہی اور مصنف مخاطب نے خلاف منشاے علی مرتضی کے استنباط کیا ہی۔

"جبکہ رسول خدا صلعم نے وفات پائی اور عباس اور ابو سفیان بن حرب

نے حضرت کو مخاطب کیا تھا اس باب مین کہ حضرت علی کے ساتھ بیعت کرین
"اے لوگو! شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے (یعنے اس فتنہ
وفساد کے دریا کو کشتی نجات مین بیٹھکر جھیل جاؤ) اور چھوڑدو راہ مفاخرت
کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو"

اس فقرہ کے ہرگز یہ معنی نہین ہوسکتے کہ "حضرت ابوبکر کی خلافت مین
خلل ڈالنا فتنہ ہی" اور نہ یہ مقصود ہی کہ اُس خلافت مین خلل ڈالنا نفرت
کا طریقہ ہی اس حیثیت سے کہ خلافت اُنکی صحیح اور جائز تھی۔ اور نہ اُس فقرہ
سے یہ منشا علی مرتضے کا ظاہر ہوتا ہی کہ "علی مرتضے لوگون کو سمجھاتے ہون
کہ تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہی کہ خلیفہ عبد مناف کی اولاد مین سے کیون نہوا۔
بنی تیم مین کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہی اس فخر کے تاج کو سر سے اوتارو
اور بنی تیم کو اپنے مقابلہ مین کم مت سمجھو" جیساکہ مصنف مخاطب استنباط
کرتے ہین۔

بلکہ اُس فقرہ کلام علی مرتضی کا یہ مقصود اور منشا ہی کہ بعد وفات پیغمبر جو
واقعات پیش آئے اُن سبکو علی مرتضی فتنہ سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر کا خلیفہ
قرار پانا اور حضرت ابوبکر کا مسلمانون کو لقب مانعین زکوۃ اور ارتداد کا دیکر
قتل کرنا اور مسیلمہ کذاب کا دعوی نبوت کرنا اور جم غفیر کا اُسکے اتباع مین
ہوجانا۔ یہ سب واقعات فتنہ تھے۔

چنانچہ علی مرتضے نے جو یہ نصیحت اسی کلام مین فرمائی ہی کہ "شق کرو
امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے" امواج فتن سے مراد ان تمام واقعات
سے ہی اور کشتی نجات سے مراد سکوت کرنے سے ہی جیساکہ ہم پہلے احادیث
دکھا چکے ہین جنکا مقصود یہی ہی کہ "زمانۂ فتنہ مین انسان کو سکوت کرنا چاہیے

علی مرتضےٰ کے ارشادمین ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ استنباط ہوسکے کہ وہ خلافت حضرت ابوبکر کو صحیح سمجھے ہون اور اس مین خلل ڈالنا فتنہ جانتے ہون - ہان خود خلافت حضرت ابوبکر کو امواج فتن فرمایا ہے البتہ حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ قرار پاجانے کی حالت پر صبر و سکوت پسند فرماتے تھے اسوجہ سے نہین کہ وہ صحیح خلیفہ قرار پائے تھے بلکہ اسوجہ سے کہ اسلام تازہ تھا اور فتنے برپا ہو چکے تھے کہ حضرت ابوبکر غلط خلیفہ قرار پاگئے تھے اور باہم مسلمانون کے اور مسلمانون اہل ارتداد اور کفار کے قتل و قتال شروع ہو گیا تھا اوسوقت اگر علی مرتضےٰ مع اپنے ہمراہیون اور ساتھ دینے والون کے حضرت ابوبکرؓ اور اون کے ہاتھ پر بیعت کرنے والون سے مقابلہ شروع کرتے تو کچھ شک نہیں کہ مسلمان باقی نہ رہتے یا اسقدر کم ہو جاتے کہ مذہب اسلام تباہ اور برباد ہو جاتا -

اسی وجہ سے علی مرتضےٰ نے فرمایا کہ چھوڑ دو یہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو یہ جسکے صاف نہیں ہے لوگو - گو میرے خاندان مین خلافت اور امامت ہمیشہ سے رہی ہے اور فخر اور خلافت کا میری ذات کے لیے ہے - لیکن ابوبکر نے جو اسوقت وہ فخر اپنے لیے وضع کرلیا اور اوسکا قبیلہ کوئی اس فخر کے قابل نہیں ہے -

مگر ایسے زمانہ فتنہ مین جبکہ اوسکی امواج جوش زن ہیں تمہاری یہ خواہش کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرکے خلافت کی مفاخرت یا باہم (منافرت) فخر حاصل کرنے کے لیے پیدا کی جاے ہرگز زیبا نہین ہے جس مین مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانون کی تباہ ہو جاے گی -

بلکہ زیبا یہ ہے کہ ایسے زمانہ فتن مین مفاخرۃ اور منافرۃ فخر حاصل کرنیکے

لئے قایم کرنا ناپسندیدہ ہی تاکہ مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانون کی تباہی سے محفوظ رہے۔ پس اسی بنا پر علی مرتضےٰ نے فرمایا ہے "چھوڑ دو راہ منازعہ یا منافرہ فخر قایم کرنے کی اور اُتار ڈالو تاج مفاخرت کو" اور یہ ارشاد تفسیر ہے اُس فقرۂ اول کی کہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے یعنے صبر و سکوت اختیار کرو جو کشتی نجات ہے اور اوس کے ذریعہ سے امواج فتن کو چیر کر پار ہو جاؤ گے۔

ان فقرات کے بعد آیندہ فقرہ کلام علی مرتضےٰ کا مصنف مخاطب یون ترجمہ کرتے ہین "کامیاب ہوا وہ جو اوٹھا قوت بازو کے ساتھ یا اطاعت کی اور راحت دی"

اور اوسپر یہ استدلال کیا ہے "یہی کامیابی دو قسم کے آدمیون کو ہی ایک وہ جو قوت کے ساتھ خلافت کا بوجھ اوٹھانے کے لئے کھڑا ہو۔ دوسرا وہ جس نے اطاعت کی اور کوئی جھگڑا اور فتنہ نہ کیا اور اپنی جان کو اور سب مسلمانون کو اپنے فتنہ سے راحت دی قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین و انصار کی بیعت ہے جو ابوبکرؓ کو حاصل ہوئی ہے۔ اس قول مین بھی جناب امیرؓ نے یہ ارشاد کر دیا کہ خلافت مین کامیابی اوس کو ہے جس سے سب نے بیعت کی اور باقی سب مسلمانون کو اطاعت مین کامیابی ہے اور اب جو شر اور فساد اوٹھائیگا وہ نامراد ہے حاصل یہ ہوا کہ خلافت کا وہ مستحق ہے جو اقوی ہے اور باقی سب مسلمانونکو اُسکی اطاعت چاہیے"

مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ بھی کلام علی مرتضےٰ کا ایسا کیا ہے جس سے مقصود اور منشاے علی مرتضےٰ مین مصنف مخاطب کو گنجایش اپنے استدلال کی ہو سکے اور استنباط بھی ایسا کیا ہے کہ جو مخالف مقصود اور منشا کے ہے

اصل وہ فقرہ یہ ہے۔
"اَفلَحَ مَن نَھَضَ بِجَناحٍ او استسلم فَاَراحَ" ترجمہ صحیح "فلاح (کامیابی یا رستگاری) پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھایا سر کو جھکا لیا (یعنی سکوت کیا) تو اُسنے راحت پہونچائی"

اس فقرہ مین جو اصول عالی مرتضے نے فرمایا ہے اُسکی صحت سے کسیکو انکار نہین ہو سکتا اور نہ اسوقت اُسکی صحت پر بحث ہے۔ بحث یہ ہے کہ اُسکا مصداق کس چیز پر اور کس کے حق مین ہوتا ہے "فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر کو جھکا لیا تو اُسنے راحت پائی" قوت بازو کی اس کلمہ مین اپنی اندرونی اور ذاتی قوت سے مراد ہے نہ قوت بیرونی اور غیر سے یعنے وہ قوت ذات سے منفصل نہو۔ اور وہ قوت کیا ہے؟ کار کی قابلیت اور قابلیت کسی کار کی پیدا نہین ہو سکتی جب تک کہ حقیقت اُس کار کا علم نہو اور جملہ اُن اوصاف سے وہ عالم متصف نہو کہ جن اوصاف کا اُس کار کے انجام دہی کے لیے ہونا ضرور ہو۔

پیغمبر خدا نے جو کار رسالت کو شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت مسلمانون کی قائم ہو گئی کچھ شبہہ نہین ہے کہ آنحضرت باطنی اور ذاتی قابلیت اُس کار کی رکھتے تھے اور اُنکی فکر اور نظر اُس کار مین کوئی اُنکا شریک نہین تھا اور اُن کو حقیقت اُس کار کا ایسا علم کامل تھا جسمین اُنکو ایسا عروج ہو گیا کہ اُنھون نے درجۂ معراج پر پہونچکر خاتمہ کر دیا اور ختم المرسلین کا لقب حاصل کر لیا۔ اور وہ اُس کار کی ایسی قابلیت رکھتے تھے کہ کسی دوسرے مین نہین تھی۔

وہ اس کار کے لیے مجرد اپنی قوت ذاتی کی وجہ سے جو خداداد تھی سبھوں سے بلند اور اوٹھے کھڑے ہوئے تھے۔ یہی مصداق کہ "فلاح پائی اُس شخص

نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا"

اور فقرہ ثانیہ کی "سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی" مصداق وہ حالت پیغمبرؐ ہی کہ قبل ہجرت جب کفار کی اذیت رسانی اور مخالفت حد سے متجاوز ہو گئی یہانتک کہ مشورۂ قتل پیغمبرؐ کے کفار قطعی آمادہ اور مسلح ہو گئے اور پیغمبرؐ کے گھر لوگ یہ لیا تو پیغمبرؐ نے اُنکی دلی اور ارادہ حملہ کا مقابلہ اور اُنسے مقاتلہ نہ کرنا پسند لیا اور صبر و سکوت کر کے اپنا سر جھکا لیا اور ہجرت فرمائی اور قتل و قتال کے وقوع مین نہ لانے سے راحت پہونچائی اور سر جھکانے اور راحت پہونچانے کا اطلاق اسپر بھی ہو سکتا ہی کہ جن لوگون نے پیغمبرؐ کی قابلیت اور قوت کے سامنے سر جھکا لیا تھا اور پیغمبرؐ کی قابلیت اور قوت اُس کا کو قبول کر لیا تھا۔

اس جگہ ہم یہ بھی کہ سکتے ہین کہ دوسرون نے اُنکی قابلیت اور قوت کی اطاعت کی تھی خواہ ظاہری طور پر خواہ باطنی طور پر اُن لوگون نے اُسوقت قتل و قتال نکرنے کی وجہ اور سر جھکا لینے کے باعث راحت پہونچائی اور فتنہ برپا کرنے سے اذیت نہین پہیلائی۔

مگر یہ امر نہین تھا کہ محض لوگون کے قبول کرنے سے حضرت محمدؐ رسول ہو گئے تھے یا اُنمین وہ قابلیت اور قوت ذاتی لوگون کے سر جھکانے سے پیدا ہو گئی تھی۔ نہین نہین۔ وہ قوت و قابلیت باطنی اور ذاتی اُنمین قدرت نے اول ودیعت کی تھی اور پہر لوگون نے اُس قوت اور قابلیت کے سامنے سر جھکایا تھا اور اُسکو قبول یا اُسکی اطاعت کی تھی یہ معنی ہین ارشاد علی مرتضیٰؓ کے کہ "فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی"

بعد وفات پیغمبرؐ کے کار رسالت ختم ہو چکا تہا۔ لیکن قایم رکہنا۔ اور چلانا اوس کار کا باقی تھا۔ اسلئے کہ دین اسلام جسکا نتیجہ قومی سلطنت مسلمانوں کا قیامت تک قایم اور رایج اور شایع ہونے والا تہا۔ ضرور ہے کہ بعد پیغمبر کوئی ایسا شخص نائب اور جانشین پیغمبرؐ ہو۔ کہ جو اپنی قوت بازو سے اوس کار کو چلاوے اور اوسمین قابلیت باطنی اور ذاتی اوس کار کی ہو۔ اور اوس کار کے چلانے مین کوئی اوسکا شریک نہو اور نہو سکے۔ اور وہ علم حقیقت اوس کار کا رکہتا ہو۔ اور اوس مین وہ اوصاف بذاتہ نہ مع غیرہ موجود ہون۔ جنکے وجود سے وہ اوس کام کو چلا سکے۔

جو کوئی غور کرے گا وہ ضرور قایل ہوگا کہ علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی علی مرتضیٰؑ کے ایسے تھے جس مین وہ محتاج غیر کے نہین تھے۔ اور وہی اپنے علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی کی وجہ سے اوس کار کو جو پیغمبرؐ نے چہوڑا تھا۔ صحیح طور پر اوس کے اصلی مرکز پر چلا سکتے تھے۔ اور وہی ذاتی قوت اور قابلیت کار خلافت کی رکہتے تھے۔

برخلاف اوس کے حالت حضرت ابوبکر کی تھی کہ اون مین ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی نہیں تھی۔ بلکہ دوسرون کے بہروسہ پر اونہون نے اوس کار کو قبول کیا تھا جیسا کہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کار کے لایق نہ سمجہہ کے قبول خلافت سے انکار۔ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے زبردستی اونکو خلیفہ بنایا (تاریخ طبری) اور پہر اونہون نے اپنی سچائی سے جسقدر اونمین قوت اور قابلیت تہی اوس کو اپنے خطبہ مین ظاہر بہی فرما دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی کس مین ہے (علیؑ مین) (دیکہو تاریخ الخلفا علامہ سیوطی)

پس صریح ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی ذاتی قوت سے اُس کار کے لیے نہین اوٹھے۔ بلکہ دوسرے لوگون نے اُس کار کے لیے اُنکو اوٹھایا تھا چنانچہ اسی موقع پر مصنف مخاطب خود اس امر کو اس پیرایہ مین قبول کرتے ہین کہ "قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہے" حالانکہ قوت غیر بازو اور ذات حضرت ابوبکرؓ کی تھی۔

اگر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہوتی تو وہ قوت بازو اور ذات حضرت ابوبکر مین نہوتی۔ اور چاہیے یہ تھا کہ وہ قوت جس سے حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ برحق ہو سکین اُنکے بازو کی قوت اور اُنکی ذاتی قابلیت ہوتی۔

کچھ شبہہ نہین کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی قوت بازو یعنے قابلیت ذاتی سے خلیفۂ برحق ہو سکتے تھے نہ قوت بیعت اور دوسرون کے بنانے سے۔ پس علی مرتضیٰؓ نے جو یہ اصول فرمایا ہے کہ "فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا" ایک معیار ہے حضرت ابوبکرؓ کی حالت کے جانچنے کے لیے۔ اگر وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے ہین تو ضرور وہ خلیفۂ برحق ہین اور اگر وہ غیر اپنے بازو کی قوت سے کھڑے ہوے ہین اور دوسرون نے اُنکو خلیفہ بنایا ہے تو وہ کسی طرح خلیفۂ برحق نہین ہو سکتے خود علی مرتضیٰؓ اور دوسرے لوگ موجودہ اُسوقت بغیر کسی شک وشبہہ کے جانتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے بازو کی قوت یعنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے نہین اوٹھے بلکہ دوسرون کی قوت سے۔ اور اسوقت تک بھی لوگ دل مین اُنکو ایسا ہی جانتے اور مانتے چلے آتے ہین تو مقصود منشا فقرۂ کلام علی مرتضیٰؓ کا آشکارا ہے کہ حضرت ابوبکر مصداق اس فقرہ کے نہین ہو سکتے کہ "فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا"

بلکہ علیؑ مرتضےٰ نے اپنے کلام بلیغ سے لوگون کو جتایا کہ حضرت ابوبکرؓ چونکہ اپنے بازو کی قوت سے نہین اوٹھے ہین بلکہ غیر ذاتی قابلیت سے اسلیے وہ فلاح پانے والے نہین ہین اور مصنف مخاطب نے جو کلام علی مرتضےٰ کے فقرہ سے مقصود بتایا ہی وہ صریح مخالف منشاے صریح علی مرتضیٰ کے ہی

اب یہ دیکھنا باقی ہی کہ سر جھکانے اور راحت پہونچانے کی حالت کے مصداق حضرت ابوبکرؓ ہوسکتے ہین یا کون اور یہ فخر کس کے حصہ مین آتا ہی یہ فخر حضرت ابوبکرؓ کے حصہ مین اُسوقت آسکتا تھا کہ جب وہ اُس شخص کے سامنے سر جھکاتے کہ جسمین وہ قوت ذاتی چلانے کار خلافت کی تھی یا یون کہو کہ وہ اطاعت اُسکی کرتے ۔ اور اُسکو خلیفہ مانتے جیساکہ حضرت محمدؐ کو رسولؐ مانا اُسوقت وہ اپنے سر جھکانے سے راحت پہونچانے والے ہوتے کہ مذہب اسلام صحیح طور پر اپنے مرکز پر چلتا۔

اُنھون نے بیشک ارادہ کیا کہ ترک خلافت کرین اور علی مرتضےٰؓ کے حق خلافت کو قبول کرین لیکن اُنکو اُس غلط قوت بیعت دوسرون نے اپنے اُس ارادہ مین کامیاب نہونے دیا۔

البتہ یہ فخر سر جھکانے کا جس سے مراد صبر و سکوت ہی علی مرتضیٰؓ کو حاصل ہوا کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلاف معیار نہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے بلکہ غیرون نے اُنکو اپنی قوت بیعت سے اوٹھایا اور علی مرتضےٰؓ نے بنظر مصلحت حالت زمانہ کے اُنسے قتل و قتال نہ کیا اور صبر و سکوت کرکے اپنا سر جھکایا جیساکہ وقت ہجرت پیغمبرؐ نے عمل کیا تھا اور مذہب اسلام کو راحت پہونچائی

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد واضح ہوجاتا ہی کہ مصنف مخاطب نے جو تعبیر فقرات علیؑ مرتضےٰ کی کی ہی وہ بالکل بناوٹ ہی۔ اپنے بازو کی قوت

سے اوٹھنے کی یہ مراد کسی طرح نہین ہو سکتی کہ وہ قوتِ جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہی" قوت جماعت مہاجرین و انصار کی بیعت جسم و ذات حضرت ابو بکرؓ سے جدا تھی اور بازو ہر بشر کا داخل اور شامل جسم و ذات اُس بشر کے ہوتا ہی۔

جو شخص ذاتی قابلیت کسی کار کی رکھتا ہوگا اور وہ اُس کار کے کرنیکے لیے اوٹھے اُسکو کہین گے کہ وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ مصنف مخاطب نے غیر کے بازو کی قوت کو اپنے بازو کی قوت سے تعبیر کی ہی جو سراسر غلط ہی بیشک دوسرے قول مین بھی جناب امیرؓ نے یہ فرمایا ہی کہ خلافت کا مستحق وہ ہی جو اقوی اور اعلم ہو جس کا ذکر مصنف مخاطب آئندہ کرینگے لیکن اقوی اور اعلم ہونے کی صفت سے جو استحقاق خلافت کے لیے ہی صریح یہی مراد ہی کہ وہ صفت ذات مین اُس مستحق کے ہو نہ اُس کے غیر مین۔ اور وہ مستحق غیرون کی قوت اور علم پر بھروسہ کرکے اپنے آپ کو اقوی اور اعلم جاننے لگے۔

مصنف مخاطب اُس دوسرے قول علی مرتضیٰؓ پر آئندہ جس جگہ بحث کرینگے اُسی موقع پر ہم بھی حقیقت اُسکی دکھائینگے۔

اس جگہ مصنف جس کلام علی مرتضیٰؓ پر بحث کر رہے ہین اُسکے فقرۂ آئندہ کو یون ترجمہ کرتے ہین "پانی کڑوا ہی اور لقمہ ایسا کہ حلق بند ہوتا ہی اُس سے کھانے والے کا"

مصنف مخاطب اس فقرہ کے یہ معنی بیان کرتے ہین "یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

لیکن مصنف مخاطب کو اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یون ترجمہ کرنا مناسب تھا کہ یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کھانے والے کے گلے مین اُسوجہ سے اچھو ہوتا ہی"

جب ذائقہ زبان کا درست نہین ہوتا تو پانی بدمزہ معلوم ہوتا ہی اور جب حلق مین قابلیت لقمہ نگلنے کی نہین ہوتی اور کوئی امر عارض ہوتا ہی تو اچھو لگ جاتا ہی - اس فقرہ مین تشبیہ دی گئی ہی خلافت کے چلانے والے سے - یعنی جس کے اپنے بازو مین قوت نہو اور اپنی ذاتی قابلیت نہ رکھتا ہو - اور اس کا کام و زبان اُس کا مذاق نہ رکھتا ہو اور وہ اُس کے قابل نہو اُس کو وہ کار خلافت مثل آب خوشگوار کے گوارا نہین ہو سکتا نہ اُس کے حلق سے لقمہ خلافت فرو ہو سکتا ہی جس سے مراد یہ ہی کہ کار خلافت ٹھیک نہین چل سکتا - اب مین اُسی مراد کو لیتا ہون جو مصنف مخاطب نے اختیار کی ہی - یہ یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

یہ سچ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ مین ذاتی قابلیت اور لیاقت کار خلافت کی نہین تھی ان کے لیے یہ کار ایک مصیبت تھی اور اُس کے فرائض کا ادا کرنا اُنکو بہت مشکل تھا کہ وہ بڑی جواب دہی کا کام تھا - جس کسی مین ذاتی لیاقت کسی کار کی نہوگی اور وہ کام اُس کے سپرد کیا جاوے یا اُس کام کو وہ قبول کرے تو ہرگز وہ اُس کام کو ٹھیک ادا نہین کر سکتا جو کام ایسے لوگون کے سپرد ہوتے ہین یا وہ خود ایسے کام کو اختیار کرتے ہین ہمیشہ وہ کام خراب ہوتے ہین اور پیغمبرؐ نے اپنی زندگی مین

ہر ایک کا تجربہ کر لیا تہا اور سمجہ لیا تہا کہ کون کس کام کے لائق ہی اور جس کا علم اور عمل عمدہ تہا اور اُس کی لیاقت پسندیدہ تہی اُسی کو اپنی مرضی مین اس کار خلافت کے لیے منتخب کر لیا تہا اور اپنے ارشادات سے اُس کو بتا دیا تہا۔ اور ان تمام امور کی بنیاد آیات قرآنی مین موجود ہین۔ اور اسی بنا پر علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی کہ "فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اُٹہائے اور جس کی قابلیت اور اُس کا مذاق درست نہوگا اُسکو اُس کار خلافت کا پانی بدمزہ معلوم ہوگا اور لقمۂ خلافت کا اُس کے گلے مین پہندہ ہو جاوے گا یعنے اُس سے وہ کام چل نہ سکیگا۔

کچہ شبہ نہین ہی کہ اس فقرہ تشبیہی کے مصداق حضرت ابوبکر ہین مصنف مخاطب پہر فقرہ آئندہ اُسی کلام علی مرتضیٰ کا یہ ترجمہ کرتے ہین "اور پہل چننے والا ایسے وقت مین جو اُن کی پختگی کا وقت نہین ہی ایسا ہی جیسے کہیتی بونے والا ایسی زمین مین (بوئے) جو اُسکی نہین" اور اس فقرہ سے یہ مستنبط کرتے ہین کہ "اس قول سے ظاہر ہوتا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تہا"

لیکن اس فقرہ کلام علی مرتضیٰ سے ہرگز یہ مستنبط نہین ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تہا اُس فقرہ کا صاف مطلب یہ ہی کہ پختگی سے پہلے پہل توڑنے والے کی حالت ایسی ہوگی کہ جیسے غیر کی زمین مین کوئی زراعت کرے۔ یعنی قبل از وقت پہل کا توڑنا اور دوسرے کی زمین مین زراعت کرنا رائگان ہی پہل کا توڑنا قبل رسیدگی کے خود اُس پہل کو بہی خراب اور ضائع کرنا ہی اور نیز

اُس سے کوئی تمتع حاصل نہین ہو سکتا اور ایسے ہی کسی دوسرے کی زمین مین کاشت بیفائدہ ہی۔ جس سے کوئی نفع حاصل نہین ہو سکتا اور قبل از وقت پہل کا توڑنا یا کسی دوسرے کی زمین مین زراعت کرنا کسی دانا کا کام نہین ہی اور ایسے کام کرنے والے کو ہر کوئی نادان کہیگا۔

یہ فقرہ بھی تشبیہی ہی حالت خلافت مسلمانان اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے پر خود مذہب اسلام اور مسلمان تازہ تھے اور خلافت جو قائم ہوئی تھی وہ نارسیدہ تھی اور وہ پختہ نہین ہو سکتی تھی جبتک کہ بارہ لائق اور اعلم لوگون کے ہاتھ مین یکے بعد دیگرے نہ رہتی جیسا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہی کہ جبتک بارہ خلیفہ قریش سے نہ ہونگے جس سے مراد ائمہ اہلبیتؑ ہین دین اسلام عزیز (غالب) نہ ہوگا۔

ایسی خلافت نارسیدہ اور غیر پختہ کا قبول کرنے والا عالم اور دانا ہونا چاہیے تھا حضرت ابوبکرؓ کے قبول کرنے والے ایسے تھے کہ جیسے قبل از وقت پختگی کے پہل توڑنے والے اور بوجہ اس کے کہ خلافت جگہ علی مرتضیٰؑ کی تھی زمین غیر مین زراعت کرنے والے۔ یہ مثال علی مرتضیٰؑ نے نہایت صاف فرمائی ہی جس سے علانیہ ظاہر ہو جاتا ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کو نہ حق پہل توڑنے خلافت کا تھا کہ وہ پہل ہنوز نارسیدہ اور غیر پختہ تھا اور قابل اُن کے توڑنے کے نہین تھا کہ جس کو کوئی دانا توڑ نہین سکتا تھا اور نہ وہ خلافت اُن کی زمین تھی جس مین وہ زراعت کرنے لگے تھے ایسی حالت مین حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے کا جو نتیجہ ہو سکتا ہی وہ ظاہر ہی۔

اس فقرۂ کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ استنباط مصنف مخاطب کا کہ وہ جناب امیرؑ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا صحیح بے تعلق ہی۔

مگر مصنف مخاطب اپنے استنباط کی تائید کے لیے یہ کہتے ہین کہ "روایات کتب شیعہ سے بھی یہ ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کو راضی کرنے کے لیے یہ بشارت سنائی تھی کہ میرے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہونگے اُن کے بعد تیرا باپ عمرؓ"

اور تفسیر صافی سے عبارت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین "پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ بیشک ابو بکر والی خلافت ہوگا میرے بعد پھر اُس کے تیرا باپ حفصہ نے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کسنے دی ہی۔ رسول نے فرمایا کہ مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہی"

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ "تفسیر صافی مین پھر بحوالہ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی امام باقر علیہ السلام سے یہی مضمون نقل کیا ہی" اور اُس پر یہ استدلال کرتے ہین کہ "جس خلافت کی بشارت پیغمبرؐ نے اپنی بی بی کو راضی کرنے کے لیے سنائی وہ خلافت کیونکر ناجائز ہوگی پیغمبرؐ کی یہ شان نہ تھی کہ اپنی بی بی کو ایسی خبر سے خوش کرتے جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتی۔ چونکہ یہ امر تقدیری معلوم ہو چکا تھا اور یہ خبر مشہور ہوگئی تھی اب اگر صحابہ کو یہ حکم ہوا تھا کہ بعد رسولؐ کے علیؑ کو خلیفہ بنائیو تو اُسکے معنی یہ ہوئے کہ تقدیر الٰہی کو پلٹ دیجیو گویا یون حکم کیا۔

خدا چاہتا ہی کہ دے بعد میرے خلافت ابو بکرؓ کو پھر عمرؓ کو
مگر تم علیؑ کو بلا فصل کیجیو بدل دیجیو حکم قضا و قدر کو"

مصنف مخاطب حاشیہ پر لکھتے ہین کہ "علی بن ابراہیم قمی کی روایت کا حاصل یہ ہی کہ "ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کے

حجرہ مین گئے وہ اُنہین کی نوبت کا دن تہا ماریہ قبطیہ بہی خدمت کے لیے ساتہہ تہین حفصہ کسی کام کے لیے گئی تہین اُسوقت مین رسول نے ماریہ سے خلوت کی حفصہ کو اسکی شکایت ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اے حفصہ تم خفا مت ہو مین نے آئندہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور مین تمسے ایک راز مخفی کہتا ہون اگر اُس کا افشا کروگی تو اللہ بہت ناراض ہوگا حفصہ نے پوچہا وہ کیا راز ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر والی خلافت ہوگا اُسکے بعد عمر۔ حفصہ نے پوچہا تم کو کس نے خبر دی ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجکو علیم خبیر نے خبر دی ہی۔

پس اگر ابوبکر پہلے خلافت کو قبول نہ کرتے تو پیغمبر کی خبر تکذیب ہوتی حالانکہ مومنین پر خبر پیغمبر کی تصدیق واجب ہی۔

مصنف مخاطب نے مسئلہ مرضی الٰہی خوشنودی خدا اور مسئلہ قضا و قدر اور تقدیر اور مسئلہ جبر و اختیار پر یا تو غور نہین کیا جس کو ہم اپنے رسالجات روشنی مین بقدر ضرورت بیان کرچکے ہین یا عمداً محض بے محل مغالطہ دینے کے لیے اس موقع پر اُسکی شان ظاہر کی ہی۔ اور اس امر کو بہی خلط ملط کردیا ہی کہ پیغمبر جو کسی امر حق کو ظاہر کرتا ہی اُسکی کیا شان ہوتی ہی اور بنظر حالت موجودہ کے لوگون کے خیالات اور طبائع سے آگاہ ہوکر جو کوئی پیشین گوئی کرتا ہی اور کسی واقعہ آئندہ کی خبر دیتا ہی اُسکی کیا صورت ہوتی ہی۔؟

پیغمبر کا امر حق بیان کرنا ہدایت ہوتی ہی خواہ وہ اصول دین سے متعلق ہو خواہ فروع دین سے اور وہ اُن اوامر و نواہی کو جو خدا کی طرف سے اُسپر پہونچے تبلیغ کرکے اُسکی تعمیل کا حکم دیتا ہی اور یہ امر لوگون کے

فطرۃً اختیار مین رہتا ہی کہ اُن اوامر و نواہی پر عمل کرین یا نہ کرین۔
قرآن مین خدا نے وہ اوصاف بتائے کہ جن اوصاف کی وجہ سے قابلیت اور حق خلافت پیدا ہوئی ہی اور پیغمبرؐ نے اُن اوصاف کا مصداق علی مرتضیٰؑ کو ظاہر کر کے بتا دیا کہ علی مرتضیٰؑ کی قابلیت اور حق خلافت کے واسطے ہی ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین جا بجا دکھا چکے ہین کہ۔ قرآن اور احادیث پیغمبرؐ سے بخوبی واضح ہی کہ مسئلہ خلافت کے متعلق جسقدر امور ضروری تھے خدا اور پیغمبرؐ نے اُس کی ہدایت امت کو کر دی۔ اور خدا کی اور پیغمبرؐ کی جو کچھ مرضی اور خوشنودی تھی اُس کو اور جس کسی مین خلافت کی قابلیت تھی اُس کو بتا اور جتا دیا۔ لیکن یہ امر کہ بعد پیغمبرؐ کے امت رسول جو کچھ خدا اور رسول نے امر خلافت اور اوصاف خلیفہ کے متعلق ہدایت کی تھی اُس کو مانین یا نہ مانین اور علی مرتضیٰؑ کو خلیفہ قبول کرین یا نہ کرین۔ امت کے اختیار مین تھا خواہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے جس کی ہدایت ہو چکی تھی وہ عمل کرین یا اُس سے انحراف اور تجاوز کرین۔ کہ انسان افعال خیر و شر کرنے کا فطرۃً مختار ہی۔ بر خلاف ہدایت شان امر حق کے پیشین گوئی کی دوسری صورت ہی۔ کہ پیغمبرؐ بنظر حالت موجودہ زمانہ کے اپنی امت کی عادات اور خصلت اور اُن کی خواہشات پر غور کر کے آگاہ کرتا ہی کہ بعد میرے کیا حالت میری امت کی ہوگی۔ اور خبر دیتا ہی کہ بعد اُس نبی کے کس کس قسم کے واقعات پیش آئینگے۔ خواہ وہ حالت کسی کے لیے اچھی ہو اور کسی کے لیے بری اور وہ واقعات مسرت خیز ہون یا درد انگیز۔ اور خدا اور رسول کی مرضی اور خوشنودی کے موافق ہون یا مخالف۔ اور امتیاز اُس حالت اور اُن واقعات کا کہ وہ خیر ہی یا شر اسی امر پر موقوف ہوتا ہی کہ وہ حالت اور واقعات

آئندہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہین یا نہین - اگر اپنی حالت امت ایسی بنانے والی ہو اور قوم اپنی نفسون سے اپنے آپ کو متغیر کرنے والی ہو (کہ خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا ہی بلکہ اُس قوم کے نفس جیسا کہ خود خدا نے فرمایا ہی) یا ایسے واقعات پیش کرنے والی ہی کہ جو مخالف مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون ایسی حالت اور واقعات مذموم ہوتے ہین اور جو حالت اور واقعات موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون وہ ممدوح ہوتے ہین -

ہمکو اس موقع پر اُن بعض پیشین گوئیون اور اخبار آئندہ کے نظر آیاد دلانے کی ضرورت ہی جو حالت اور واقعات مذموم سے متعلق ہین -

پیغمبر نے فرمایا ہی کہ بعد میرے میرے اصحاب احداث دین مین کرینگے اور فتنے برپا ہونگے" ایسی احادیث پیغمبر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین پہلے بعض موقعون پر خود کتب اہل سنت سے لکھ چکے ہین[1] اور کچھ شبہ نہین ہی کہ یہ پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ - حالت اور واقعات مذموم سے تعلق رکھتے ہین اور جو لوگ ایسی حالت اور واقعات پیش لاوین وہ کسی طرح ممدوح نہین ہو سکتے -

ایسی پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ اسی واسطے پیغمبر نے فرمائی ہین کہ لوگ احداث اور فتنے برپا کرنے سے باز رہین - اور ایسے ارشادات پیغمبر صرف بغرض نہی اور اجتناب کے اُس مذموم حالت اور واقعات سے صادر ہوئے ہین - یہ غرض نہین ہی کہ لوگ بعد پیغمبر کے اُن احداث کو عمل مین لاوین اور ان فتنون کو برپا کرین اور وہ عمل اُنکا صحیح ہوگا اور اُن احداث اور فتنون کا برپا کرنا واجب یا جائز سمجھا جاویگا -

[1] جلد اول

جس روایت کتب شیعہ پر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہی وہ روایت خبر واقعہ آئندہ کی ہی جسمین پیغمبرؐ نے یہ نہین فرمایا کہ وہ واقعہ امر حق ہوگا۔ اور نہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مین اوصاف قابلیت خلافت کے کبھی پہلے پیغمبرؐ نے فرمائے نہ اس واقعہ کے خبر دینے کے وقت پس ضرور یہ خبر آئندہ واقعہ مذموم کی ہی۔ اور جب اوصاف قابلیت خلافت کے پیغمبرؐ بارہا علی مرتضیٰؑ مین بتا اور جتا چکے تھے اور خدا کی اور اپنی مرضی اور خوشنودی بہت موقعون پر علی مرتضیٰؑ کے لیے ظاہر کر چکے تھے تو کیسے ہو سکتا ہی کہ خلاف اُسکے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو خلافت کا مل جانا قابل مدح ہو بلکہ برآئینہ اُس کا اظہار بحیثیت ذم کے ہی۔ اور یہ ارشاد پیغمبرؐ در حقیقت تفصیل اور شرح تھی اسی اخبار آئندہ پیغمبرؐ کی جس مین اُنہون نے فرمایا ہی کہ "بعد میرے میرے اصحاب احداث کرینگے اور بعد میرے فتنے برپا ہونگے" جس مین اجمال تھا کہ کون احداث کرے گا اور کس امر مین احداث کرے گا۔ اور کون فتنے برپا کرے گا اور کس امر کے لیے فتنے برپا ہونگے اُن اخبارات مجمل مین نہ کسی صحابی کا نام تھا نہ اُس چیز کا نشان تھا جس مین کہ وہ صحابہ احداث اور فتنے برپا کرنے والے تھے اور جس چیز مین کہ فتنے اور احداث ہونے والے تھے۔

اس تفصیلی خبر احداث اور فتنے برپا کرنے مین چونکہ نام احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے تھے اور اُس خبر کا نشان بھی تھا کہ جس مین احداث اور فتنے ہونے والے تھے اسی واسطے پیغمبرؐ نے بی بی حفصہ کو منع کیا تھا کہ وہ اس خبر کو جو حضرت ابوبکر اور عمر کے لیے مذموم تھی کسی دوسرے پر ظاہر کرکے فاش کرین کہ حضرت ابوبکر اور عمر کو امر خلافت مین خواہ اُن دونون کی نسبت مذموم خبر پہونچنا خلاف مصلحت اور اخلاق پیغمبر کے تھا لیکن بی بی حفصہ

صاحبہ کو اس قدر تاب کہان تھی کہ وہ اس خبر کو جس مین بی بی عائشہ صاحبہ اُن کی بہنیلی مقدم تہین کہ اُن کے پدر بزرگوار اول خلیفہ ہو جانے والے تہے بی بی عائشہ صاحبہ سے چہپاتین۔ ان دونون کی اور اُن کے پدران بزرگوارون کی خواہش اور آرزو یہی تہی کہ خلافت کسی طرح سے اُن کے ہاتہہ لگ جاوے گو اس مین اُن کا عمل کیسا ہی ہو کہ اُن دونون بیبیون کی خوشی اسی مین تہی اور اُن دونون کے پدران بزرگوار ایسی خبر پر خوش ہونے والے تہے جن کو کچہ پروا خبر مذموم کی نہین تہی۔ اور اسی خوشی نے پیغمبر کے بہی افشاء خبر پر کچہ اعتنا نہونے دیا اور جب بی بی حفصہ صاحبہ سے بی بی عائشہ صاحبہ کو اس خبر سے آگاہی ہو گئی تہی تو چاہیے یہ تہا کہ اپنے ابوین کو خلافت کے لینے سے منع کرتین اور اُن کے بزرگ ابوین کو جب اُس خبر کا علم ہو گیا تہا۔ تو اُن پر بہی لازم تہا کہ وہ خود خلافت کے لینے سے انکار کرتے اور واقعہ مذموم کو اپنے عمل سے صادر نہونے دیتے کہ یہ امر بالکل اُن کے اختیار مین تہا۔ خدا اور رسول کو امر خلافت کے متعلق امر و نہی سے جو حکم و ہدایت ضروری تہا اُس کا اظہار کر دیا گیا۔ فطرتی اختیار جو خدا نے انسان کو عمل خیر اور شر کا دیا ہی اُس پر صدور فعل کے وقت توجہ کرنے کا انسان مختار ہی لیکن حکیم صانع کی حکمت مقتضی اس کی نہین ہوتی کہ خلاف فطرت انسان کو کسی عمل خیر یا شر سے روکے۔ کہ ایسی توجہ طرف امر محال کے ہوتی ہی اور فعل محال کی طرف توجہ عبث ہی جس کو کوئی حکیم دانا پسند نہین کر سکتا ہی۔

پیغمبر نے اس روایت مین جو خبر دی ہی جسکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی

"ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک" } فرمایا رسول نے کہ بے شک ابوبکر والی خلافت ہوگا میرے بعد

پھر اُس کے بعد تیرا باپ (عمر) ؓ والی خلافت کی جگہ ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ مل جاویگی خلافت ابوبکر کو۔ اور والی خلافت کے بھی یہ معنی ہین کہ بادشاہ ہو جانا یا متصرف ہو جانا بادشاہت پر۔ پیغمبرؐ نے اپنے اس ارشاد مین کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ بی بی عائشہ کے باپ یا بی بی حفصہ کے باپ اوصاف خلافت یا اوس کا استحقاق رکھتے ہین بلکہ پیغمبرؐ نے جو کلمہ اپنے اس ارشاد مین فرمایا ہی وہ اس واقعہ کے سوال کا جواب ہو سکتا ہی کہ اے پیغمبرؐ آپ کے بعد کون بادشاہ سلطنت مسلمانون کا ہوگا؟ اُس کا یہ جواب ہی کہ بے شک ابوبکرؓ والی خلافت ہوگا میرے بعد اور بعد اُس کے عمرؓ جس سے ظاہر ہی کہ تعلق اُس کا ایک واقعہ کے اظہار سے ہی اور وہ ارشاد پیغمبرؐ خبر ایک واقعہ آئندہ کی ہی۔

پیغمبرؐ کا یہ کلمۂ ارشاد ہے کہ بعد میرے بے شک ابوبکر والی خلافت ہوگا اور بعد اُس کے عمرؓ جواب اس سوال کا نہین ہو سکتا کہ اے پیغمبرؐ استحقاق خلافت کے لیے کیا اوصاف ہین اور بعد آپ کے کون مستحق ولایت خلافت کا ہی؟ جس سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ پیغمبرؐ کا وہ ارشاد متعلق استحقاق ولایت بادشاہت کے نہین ہی۔ بلکہ وہ خبر ایک واقعہ مذموم کی ہی جس سے لوگون کو پرہیز کرنا لازم تھا۔

جیسا کلمہ خبر ظہور ایک واقعہ کا اس روایت مین ہی ویسا ہی کلمہ اوس روایت مین ہی جس کو صاحب تفسیر صافی نے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہی اور جس کا ذکر مصنف مخاطب کرتے ہین۔ وہ فقرہ یہ ہی کہ جب پیغمبرؐ نے حرام کر لیا ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر اُس وقت خبر دی پیغمبرؐ نے حفصہ کو انہ یملک من بعدی ابوبکر و عمر ؓ بے شک بات یہ ہی کہ مالک ہو جاوینگی

بعد اُس پیغمبرؐ کے "ابو بکر و عمر" بے شبہ یہ خبر ایک ایسے واقعہ کی تھی جو خوش کرنے والی بی بی حفصہ کو اور مغموم کرنے والی پیغمبرؐ کو تھی لیکن وہ واقعہ مذموم یوں ہی پیش آنے والا تھا اس لیے پیغمبرؐ مجبور تھے کہ جو کچھ واقعہ پیش آنے والا ہو اُس کی خبر دیں گو وہ پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا ہو۔

یہ واقعۂ مذموم پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا اس وجہ سے تھا کہ وہ شرح واقعات احداث دین اور فتنے برپا کرنے کی ہے۔ کیا ان احداث صحابہ سے جو دین اسلام میں پیدا اور مسلمانوں میں فتنے بعد پیغمبرؐ برپا ہوں پیغمبرؐ مغموم نہیں ہو سکتے تھے۔ نہیں وہی لوگ اُن احداث اور فتنے سے مسرور اور اُس سے ذاتی تمتع عزت اور دولت کا حاصل کر سکتے تھے جو خلاف پیغمبرؐ راہ چلنے والے ہوں۔ ایسے احداث اور فتنے برپا ہونے کی تفصیل امر خلافت اور خلفاء مابعد نبیؐ کے لیے کتب اہلسنت میں موجود ہے جس میں حالت اور واقعات مذموم کی خبر پیغمبرؐ نے دی ہے اور مجلدات سابق میں ہم بہت کچھ روایات لکھ چکے ہیں۔

تفسیر کبیر میں تحت سورۂ قدر کی اس آیت کے

"لیلۃ القدر خیر من الف شہر" } "لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینہ سے" قاسم سے بسلسلہ رواۃ یہ روایت ہے

راوی کہتا ہے کہ "میں نے حسن بن علیؑ سے کہا کہ اے سیاہ کرنے والے منہ مسلمانوں کے تو نے قصد کیا اس کی طرف اور بیعت کی تو نے تقدیم کر کے اُسکی یعنے معاویہ کی۔ پس فرمایا اُن علیہ السلام نے۔ بے شک رسول اللہ نے دیکھا اپنے خواب میں بنی امیہ کو کہ اُچلتے ہیں ایک بعد

ایک کے۔ اور ایک روایت مین ہی کہ۔ کودتے ہین اوپر منبر اُس پیغمبر کے
کودنا بندرون کا۔ اور ناگوار گذرا وہ اوپر اُس (پیغمبر) کے پس نازل
کیا اللہ نے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اس قول تک خیر من الف
شہر۔ یعنی مالک ہوئے بنی امیہ (اسے جس ہزار مہینہ کے بنی امیہ مالک
ہوئے اُس سے بہتر ہی ایک رات قدر کی جو ہم نے نازل کی ہی علی اور ائمہ
اہلبیت کے لیے) قاسم کہتا ہی پس حساب کیا ہم نے مالک ہونے بنی امیہ
کا تو وہ ہزار مہینہ ہین"

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عثمان بنی امیہ کے مسن سردار اور اول
خلیفہ ہین جب اہل سنت نے دیکھا کہ بنی امیہ کی مثال ایسے جانورون سے
دی گئی ہی جو بعض حرکات انسانون کی سی کرتے ہین اور درحقیقت انسان
نہین ہین اور اُن کی مملکت پیغمبر پر شاق گذری ہی اور وہ خوش ہوتے ہین
اُس امر سے جو پیغمبر کو ناپسندیدہ ہوا ہی اور اُن کو اپنا خلیفہ اور امیر بنایا
ہی تب اُن کی مدح کی حدیثین وضع کرنی شروع کردین۔ چنانچہ اس حدیث
سے باطل اور وضعی ہونا اس روایت کا ظاہر ہو جاتا ہی جو اہل سنت کے
یہان منقول ہوئی ہی "بہتر زمانہ ہالوگ یا امت میری وہ ہے جو میرے
زمانہ سے نزدیک ہون۔ پہر وہ لوگ ہین جو اُن سے متصل ہون پہر وہ لوگ
ہین جو اون سے متصل ہون۔ یعنی پہر وہ لوگ ہین جو والی ہونگے بعد پہر وہ لوگ ہین
جو والی ہون اُنکے بعد (واضح رہے کہ اصل لفظ عربی یلونہم ہی جسکے معنے ہمنے والی
کے بتائے اُسی اعتبار سے کہ جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے وہ
ان یلے" کا ترجمہ روایت کتب شیعہ سے اسی بحث مین کیا ہی کہ ابوبکر والی
خلافت ہوگا" اور جسکی مراد یہ ہی کہ مل جاوے گی خلافت ابوبکر کو"

مخفی نہ رہے کہ اصل مصدر یلی اور یلو نمو کا ولی اور ولایت ہی۔) اس حدیث کے اعتبار سے خلفاے اربعہ اور بنی امیہ اور بنی عباس خلیفہ حق قرار پاتے ہین۔ اور درحقیقت اہلسنت اسی حدیث وضعی کے اعتبار سے فضل ہر ایک صحابی اور تابعین صحابی اور تبع تابعین کے قائل ہوئے ہین (اہل سنت کی اصطلاح مین تابعین اُن کو کہتے ہین جنہون نے کسی صحابی پیغمبرؐ کو دیکھا ہو اور جس نے اُس صحابی کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو اُس کو تبع تابعین کہتے ہین۔)

جامع الاصول مین جہان تذکرہ عبدالملک بن مروان کا جو خلفاے بنی امیہ سے تھا لکھا ہی۔ وہان یہ کہا ہی "وہ قرشی اموی تابعین مین سے مدینہ کے اور اُس کے فقہا سے تھا اُسنے شام مین سکونت اختیار کی اور دیکھا تھا اُسنے عثمان بن عفان کو" اسکے پیچھے یہ مضمون چسپان ہی "تحقیق سنا مین نے بارہا بے شک بنی امیہ مذمت کیے گئے ہین بضرورت اسلام اور اعتراف خاص و عام کے اور تحقیق کثرت سے آیات اور اخبار صریحہ اُنکے بارہ مین وارد ہوئے ہین اور بہت حرکات اور نشان قبیحہ اُنسے صادر ہوئے ہین ایک آیت یہ ہی۔

"وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن"

اور نہین گردانا ہم نے خواب کو ایسے کہ دکھائے ہم نے تجکو مگر فتنہ (آزمائش) ہی لوگون کے واسطے اور درخت ملعونہ قرآن مین (آیے وہ خواب پیغمبرؐ جسکا ذکر حضرت امام حسن علیہ السلام سے اوپر نقل ہوا ہی) اور درخت ملعونہ جو قرآن مین ہی فتنہ ہی لوگون کے لیے"

اور احادیث سے ایک وہ حدیث ہی جو کشاف مین ہی "بیشک دیکھا پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے خواب مین کہ تحقیق اولاد حکم کی دست بدست گھماتے ہین منبر اُس (پیغمبرؐ) کو جیسے کہ دست بدست گھماتے ہین لونڈے گیند کو۔ اور شارحین نے کہا ہی کہ اولاد حکم سے مراد خاندانی بچون حکم سے ہی اور وہ جد اعلی حضرت معاویہ اور یزید کا تھا اور جو کچھ اُنھون نے حسنؑ اور حسینؑ سے کیا وہ تفسیر اس خواب کی ہی"

اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے جو روایت عطا مین ہی یہ نقل کیا ہی کہ "بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دیکھا خواب مین بنی امیہ کو کہ کودتے ہین اوپر منبر اُس (پیغمبرؐ) کے کودنا بندرون کا پس برا معلوم ہوا یہ اُس پیغمبرؐ کو"

اور بیان شجرہ ملعونہ مین ابن عباس سے یہ روایت لی ہی کہ "شجرۂ ملعونہ بنی امیہ ہین۔ اور اس روایت کو تفسیر کبیر مین کچھ زیادتی کے ساتھ فخر رازی نے بھی نقل کیا ہی"

ابن ماجہ نے یہ روایت لی ہی۔ راوی کہتا ہی کہ "درمیان اس کے کہ ہم پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ ایک جوان[1] بنی ہاشم سے سامنے آیا پس جس وقت اُنھون نے دیکھا اُس کو ڈبڈبا آئین دونون آنکھین اُس پیغمبرؐ کی اور متغیر ہو گیا رنگ اُس پیغمبرؐ کا۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ مین نے کبھی آپ کے چہرہ کو ایسا نہین دیکھا کہ ہمکو ناخوشی ہو پس فرمایا اُس پیغمبرؐ نے کہ ہم اہلبیت ہین کہ اختیار کیا اللہ نے واسطے ہمارے آخرت کو اوپر دنیا کے اور بیشک اہلبیت میرے قریب ہی کہ دیکھین گے بعد میرے بلاے شدید کو اور حالت پٹک دیے جانے کو یہان تک کہ آوے

[1] نام جوان بنی ہاشم عدا ترک کیا گیا ہی مگر یقیناً وہ مرد اہلبیت پیغمبر سے ہوگا جیسا کہ آئندہ مضمون روایت سے ظاہر ہی۔

ایک قوم مشرق کی طرف سے جن کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہونگے اور مانگین گے وہ خیر (بھلائی) کو پس وہ اُن کو نہ دی جائے گی پس وہ کشت و خون کرینگے اور نصرت پائینگے پس دیا جائے گا اُن کو جو کچھ کہ وہ مانگتے تھے پس نہین قبول کرینگے وہ اُس کو یہان تک کہ وہ حوالہ کردین اُس (خلافت فی الارض) کو طرف ایک مرد کے میرے اہلبیت سے پس بھر دے گا وہ اُس کو عدل سے جیسے کہ بھر دیا ہوگا اُنھون نے اُسکو جور سے"

اور حاکم نے صحیح یہ حدیث لی ہی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اہل بیت میرے کو قریب ہی کہ وہ دیکھین بعد میرے امت کے ہاتھ سے قتل اور پراگندہ ہونا اور بے شک شدید تر ہماری قوم سے ہمارے واسطے بغض ہی بنی امیہ اور بنی مغیرہ اور بنی مخزوم کا"

بیضاوی نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہی کہ خواب مین دیکھا رسول اللہؐ نے ایک گروہ کو بنی امیہ سے چڑھتے ہین منبر پر اُس (پیغمبر) کے اور کودتے ہین وہ اُس پر کودنا بندرون کا۔ اور فرمایا کہ وہ حصہ اُن کا ہی دنیا سے دیا گیا اُن کو بدلے اُن کے اسلام کے۔ اور اس بنا پر مراد قول خدا کی کہ "مگر فتنہ ہی واسطے لوگون کے اس سے ہی کہ جو کچھ احداث کیا اُنھون نے اپنے زمانہ مین اور والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن۔ عطف ہی اوپر رویا (خواب) کے"

ان اخبارات آئندہ اور پیشین گوئیون پیغمبر سے جو صحت کے ساتھ اہل سنت کے یہان منقول ہوئے ہین صاف ظاہر ہی کہ پیغمبر نے اپنی امت کو آگاہ کیا تھا کہ بنی امیہ پیغمبر کے منبر پر اوچھل کود لگاوینگے اور وہ مالک اُس خلافت کے ہوجاوینگے جس کو پیغمبر بعد اپنے چھوڑنے والا تھا۔ اور وہ اخبار اور پیشین گوئیان پیغمبر کی ازروے آیات قرآن کے

تھین۔ اور جیسے کہ پیغمبرؐ نے اس واقعہ آئندہ کی خبر دی تھی ویسے ہی وقوع مین آیا۔

پس بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوشخبری اُس خلافت کی (جو سلطنت چھوٹی ہوئی پیغمبرؐ کی تھی) موافق مذاق مصنف مخاطب کے مصداق ہو سکتی ہی کہ جس مین بنی امیہ اور خلافت کے لے لینے مین اور متصرف ہونے مین حضرت عثمان داخل ہین بلکہ اُن کی وجہ سے بنی امیہ مین خلافت کی بنیاد پڑی ہی اور اُن کے بعد حقیقت دست بدست بنی امیہ کو ملتی رہی ہی کہ بعد حضرت عثمان کے حضرت معاویہ نے اپنے آپ کو خلیفہ مستقل قرار دیا۔ اور اُن کے بعد حضرت یزید اور حضرت مروان اعلی درجہ کے خلیفہ اور مالک خلافت ہوئے وہان تک کہ جب اُس خاندان سے خلافت بنی عباس نے نکالی اور خود مالک ہوئے۔

لیکن درحقیقت یہ اخبار آئندہ اور پیشین گوئی پیغمبرؐ کی بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوش خبری نہین ہو سکتی کیونکہ اُن اخبار سے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر ہی جس سے اُن لوگون کو اجتناب کرنا لازم تھا۔ اور بنی امیہ کی اور اُس واقعہ کی مذمت اسی وجہ سے ہی کہ وہ خلافت اور سلطنت حق اہلبیت پیغمبرؐ تھا اور اہل بیت پیغمبرؐ اُس کی قابلیت رکھتے تھے اور بنو امیہ اُس کی نہ قابلیت رکھتے تھے نہ اُن کا حق تھا اور باوجود اس کے خلاف مرضی خدا و رسول وہ اُس خلافت پر تصرف کرنے اور خلافت کے والی اور مالک بن جانے والے تھے اسلیے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر دی گئی ہی۔ ایسے اخبار اور پیشین گوئی سے بنو امیہ کی خلافت جس کے اول خلیفہ

حضرت عثمان ہین جائز نہین ہو سکتی بلکہ صریح ناجائز اور مذموم ہی۔ اور نہ ایسی خلافتون کے وقوع مین آنے سے جس کے وقوع کی خبر دی جاچکی ہی یہ لازم آتا ہی کہ یہ امر تقدیری ایسا تہا کہ حکم خدا یون ہی تہا خلاف اسکے تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا و قدر کا بدل دینا تہا یا مجرد اُس کے وقوع سے وہ امر وقوعی تقدیری یا تقدیر الٰہی یا حکم قضا و قدر سمجہا جاوے اور اُس سے وہ واقعہ جائز قرار پاوے۔

جن امور مین کہ انسان مختار ہی اُس کے لیے خود اعمال اُس کے مقدر ہو جاتے ہین خلافت کے لے لینے مین خود اُن کا اختیار تہا چاہتے لیتے چاہتے نہ لیتے اور معاویہ بن یزید کی طرح چہوڑ دیتے یہ ظاہر کرکے کہ وہ خلافت حق اہلبیت پیغمبرؐ ہی اور دیگر مسلمانون کو بہی لازم تہا کہ بنو امیہ کو خلیفہ قبول نہ کر لیتے بلکہ سب مسلمانون کو لازم تہا کہ متفق ہو کر اہل بیت پیغمبرؐ کو خلیفہ قبول کرتے لیکن جن بنو امیہ نے خلافت کو لے لیا اور جن مسلمانون نے اُن کو خلیفہ قبول کیا اُنہون نے (خلاف مرضی اور خوشنودی خدا کے جو ظاہر ہو چکی تہی) اپنے اختیار سے ایسا عمل کیا جو مذموم تہا اور عمل قابل مدح کو اختیار نہین کیا اس لیے وہ فعل اور عمل اُنکا مذموم قرار پایا۔

جو کفار کہ عہد پیغمبرؐ مین ایمان نہین لائے یا اب تک ایمان نہین لاتے ہین اُن کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہی کہ یہ امر تقدیری تہا اور ہی اور حکم خدا یون ہی تہا اور ہی۔ اور خلاف اُس کے ہونا تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا و قدر بدل دینا ہی یا اُن کا ایمان نہ لانا تقدیر الٰہی اور حکم قضا و قدر ہی اور وہ امر اُن کے لیے جائز ہی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کسی سزا کے قابل

دنیا اور آخرت مین قرار نہ پاوینگے۔ اور جو کوئی اُن سے سزا کی وعید کرے یا اُن کو سزا دے وہ ظالم ہی۔

پیغمبرؐ نے جو اخبار احداث اور فتن کے بالاجمال فرمائے ہین جیسے اُس کی تفصیل اہل سنت کے یہان بنوامیہ کے لیے امر خلافت کے متعلق حسین حضرت عثمان پیشرو اُن کے ہین خود پیغمبرؐ سے لی گئی ہی جو اُس واقعہ سے علاقہ رکھتی ہی جس کو پیغمبرؐ نے بعد اپنے وقوع مین آنا ظاہر فرمایا ہی یعنے بنوامیہ کی خلافت بعد پیغمبرؐ احداث اور فتنہ ہی۔ ویسے ہی کتب شیعہ مین وہ روایات ہین جنمین پیغمبرؐ نے تفصیلاً احداث اور فتنہ کو بیان فرمایا ہی کہ بعد میرے والی اور متصرف اور مالک خلافت ابوبکر اور عمرؓ ہو جاوینگے کسی احداث اور فتنہ کو تفصیل سے فرمانا پیغمبرؐ کا بشارت اور خوشخبری احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے لیے نہین ہو سکتی۔ بلکہ وہ احداث اور فتنے خود احداث اور فتنے ہی ہونگے نہ کچھ اور۔

اب مین یہ بتاتا ہون کہ حضرت ابوبکر اور عمرؓ کا خلافت و سلطنت رسولؐ کا لے لینا اور اُس کو رسولؐ کے اہلبیتؑ سے نکالنا کیونکر احداث اور فتنہ قرار پاتا ہی۔

یہ ظاہر ہی کہ امارت قوم اور حفاظت اور اہتمام خانہ کعبہ خاندان رسالت مین[1] مدت سے چلا آتا تھا اور باعتبار معاملہ ملکی کے بھی وہ حق اہلبیت پیغمبرؐ قرار پا گیا تھا۔ اگر پیغمبرؐ ایسی رائے رکھنے والے ہوتے یا اُن کی ایسی مرضی ہوتی کہ وہ حق خلافت اہل بیت پیغمبرؐ سے نکل جاوے یا پیغمبرؐ کے اہل بیت اُس حق سے محروم ہو جاوین تو صریح ہی کہ ایسا امر قطعی بداخلاقی حق مین اُن کے اہلبیتؑ کے تھی۔

[1] دیکھو صفحہ ۳۳۳ جلد پنجم رسالہ روشنی

(یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبرؐ کی مرضی خدا کی مرضی اور خوشنودی کے موافق تھی) جو کوئی ایسا مسئلہ مذہب اسلام مین قبول کرنے والا ہوگا کہ پیغمبرؐ اپنے اہلبیت کو اُن کے حق سے محروم کرنے والے تھے وہ پیغمبرؐ کو بداخلاق اور مذہب اسلام مین بداخلاقی کے مسائل ماننے والا ہوگا۔

اسی بنا پر اوصاف امامت علی مرتضیٰؑ مین دیکھ کر پیغمبرؐ نے بتا اور جتا دیا تھا کہ کار خلافت پیغمبرؐ بعد پیغمبرؐ بنفس نفیس علی مرتضیٰؑ جو داخل اہل بیت پیغمبرؐ ہین اور اہلبیت پیغمبرؐ چلانے والے ہین۔ یہ بھی ضرور تھا کہ وقت وفات پیغمبرؐ وہ امام خلافت معین اور موجود ہوتا کہ وقت وفات رسولؐ سے وہ امام اپنے کام مین مشغول ہوا اور جو امور کہ وقت وفات رسولؐ سے وقوع مین آوین اُن کو طے اور اُن کا انصرام اور جو جرائم لوگون سے سرزد ہون اُن کا تدارک کرے۔

چنانچہ سب سے پہلے جو امام کا کام تھا وہ یہ تھا کہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوئے اور قرآن کو جمع اور مرتب کرے جس کے احکام رعایا پر نافذ ہو سکین۔

اگر یہ امر قبول کیا جاوے کہ وقت وفات رسولؐ امام معین اور موجود نہو اور بعد وفات رسول امام اور جانشین اُس کا معین اور پیدا کیا جاوے تو اس مین بڑی قباحت لازم آتی ہی۔ کہ وقت وفات رسولؐ سے وقت تعیین خلیفہ تک امت رسولؐ بے سردار کے رہیگی۔ اور کوئی پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کا کرنے والا اور اس مدت مین جو واقعات اور جرائم پیش آوین اُن کا طے اور انصرام اور تدارک کرنے والا نہوگا۔ اور نہ کوئی ذمہ دار اُن امور اور واقعات کے تدارک کا ہو سکتا ہی۔ اسقدر مدت

تک ہر متنفس کا نفس حاکم رہے گا اور اُس خلیفہ مابعد کو کوئی حق تدارک اُس مدت کے بابت نہوگا ۔

دیکھو وقت وفات پیغمبرؐ سے حضرت ابوبکر کے سقیفہ بنی ساعدہ مین معین اور کل امت رسول مین مسلم اور مقبول ہونے خلیفہ تک کسقدر زمانہ گذرا اور اُس وقت سے حضرت ابوبکر کو منصب کار خلافت پیدا ہوا اگر علی مرتضیٰ عین وقت وفات رسول فکر اور تدبیر تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کی نکرتے تو بآسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی لاش کا کیا حال ہوجاتا ؟

۵۔ ایسے ہی جمع قرآن اور اُس کی تکمیل ترتیب جس نوعیت سے کیگئی جو عہد حضرت عثمان مین ختم اور تمام ہوئی اور اُسپر غور کامل اور علم تمام نہونے کے باعث اجرائے احکام خداوندی مین کیا کیا دشواریان اور مشکلین پیش آئین جس کو علی مرتضیٰؑ حل کرتے رہے اور جہان علی مرتضیٰؑ سے نہ پوچھا یا جہان اُن کو دخل کا موقع نہ ملا یا جہان اُن کی بات کو نہ مانا گیا وہان کیا کیا غلطیان اور غلطیان ہوئین ؟

کل امت کو لازم تھا کہ عین وقت وفات رسولؐ کے جبکہ علی مرتضیٰؑ (جس کو پیغمبرؐ اپنا امام اور جانشین اور چلانے والا کار خلافت کا بتایا اور جتا گئے تھے) موجود تھے تو کوئی دوسری فکر اور تدبیر خلیفہ اور امام بنانے کی نہ کی جاتی جس کی کوئی ضرورت نہین تھی لیکن جب لوگون نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو اور بعد شہادت علی مرتضیٰؑ کے بجائے اہلبیت پیغمبرؐ کے بنی امیہ اور بنی عباس کو خلاف بتائے اور جتائے اور مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے خلیفہ بنایا ۔ اور خلافتین اُنہون نے لے لین اور اہل بیت پیغمبرؐ کے ساتھ وہ سلوک کیے جس کی پیغمبرؐ خبر

سے گئے تھے اور جس کی تصدیق علماء اہلسنت نے کی ہی اور کتب تواریخ اہلسنت جس سے مالامال ہین تو یہ تمام خلافتین احداث اور فتن نہین تو کیا ہی؟ اور کیا کتب فریقین مین جو احادیث اور روایات منقول ہوئے ہین اُن سے ان خلافتون کے وقوع مین آنے سے پورا ہونا پیشین گوئیون کا جو احداث اور فتن کے متعلق پیغمبرؐ فرما گئے تھے لازم نہین آتا ہی۔ اس حقیقت کے ظاہر ہونے بعد بے حقیقتی استدلال مصنف مخاطب کی صریح واضح ہو جاتی ہی اور صاف نمایان ہو جاتا ہی کہ پیغمبرؐ نے جو خبر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی دی تھی وہ بشارت اور خوشخبری نہین تھی بلکہ خبر احداث اور فتنے بپا کرنے کی تھی وہ امر تقدیری صحابہ اور خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس کا تھا۔

اشعار

یہ مرضی خدا و پیمبرؐ کی تھی
کہ بعد نبیؐ ہو خلیفہ علیؑ

مگر فتنہ تھا اور احداث تھا
خلافت ابوبکرؓ کو جو ملی

خلافت عمرؓ اور عثمانؓ کی
اُسی فتنہ کی چال پر وہ چلی

وہ فتنہ ہوا اُن کے احداث سے
کہ آئندہ کو راہ جس کی کھلی

عمل سے وہ احداث اُن کے ہوا
اسی سے وہ تقدیر اُن کی بنی

مقدر ہوا اُن کا یہ اس لیے
کہ مرضیٔ حق کی رعایت نہ کی

مقدر بدل جاتا اُن کا اگر
رضائے خدا کی اگر پیروی

نہ احداث ہوتے نہ کچھ فتنہ ہوتے
سبھی چین سے اپنی قبرون مین سوتے

مصنف مخاطب بعد استدلال کے اُس روایت پر جس مین پیغمبر صلعم

نے خبر واقعہ مذموم کے لیے بی بی حفصہ کو دی تھی اُسی فقرہ (توڑنے والا پہل کا بغیر وقت کے مثل زراعت کرنے کے ہی غیر کی زمین مین) کلام علی مرتضیٰ سے یون استنباط کرتے ہین کہ جناب امیرؑ کو بھی یہ مضمون (خبر واقعہ خلافت) معلوم تھا اسی لیے اُنھون نے کہا کہ اس وقت مین ہماری خلافت طلب کرنا قبل از وقت ہی اور ایسا ہی جیسے پہلون کی تیاری سے پہلے کوئی شخص پہل توڑنے کا ارادہ کرے وہ اسیطرح ناکام رہتا ہی جیسے کوئی شخص ایسی زمین مین کھیتی کرے جس مین اسکا حق نہین اس کھیتی سے اُس بونے والے کو فائدہ نہوگا یعنی اس وقت مستحق خلافت ابو بکرؓ ہین اُن کی خلافت مین ہم کو دخل دینا ایسا ہی جیسے کہ دوسرے کی زمین مین کھیتی کرنا اور جب کہ جناب امیرؑ کو یہ معلوم تھا کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہین ہی پھر کیا وجہ جو وہ یہ سوچتے تھے کہ دست بردہ سے لڑون یا صبر کرون ؟

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ جناب امیرؑ کو یہ مضمون بیشک معلوم تھا کہ جس کی خبر پیغمبرؐ نے دی تھی کہ بعد پیغمبرؐ اصحاب احداث اور فتنے بپا کرینگے اور خلافت پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ متصرف ہو جاوینگے ایسی حالت مین کہ خلافت ابھی مستقل حالت کو نہین پہونچی ہوگی اور مذہب اسلام اور مسلمان تازہ ہونگے اور ارض خلافت حضرت ابو بکرؓ کی نہین ہوگی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کی نسبت یہ تشبیہ دی ہی کہ وہ پہلون کی تیاری سے پہلے کسی شخص کا پہل کو توڑنا ایسے وقت مین کہ اُس کے توڑنے کا وقت نہ آیا ہو ایسا ہی ہی جیسے کسی غیر کی زمین مین زراعت کرنا جس سے مراد علی مرتضیٰ کی یہ ہی کہ حضرت ابو بکرؓ

کو استحقاق تصرف اور تسلط کا خلافت پر نہین تہا کیا باعتبار اس کے کہ خلافت بوجہ پختہ نہ ہو جانے کے ایسی تہی کہ حضرت ابوبکر قابلیت اُس پر تصرف کی نہین رکہتے تہے اور کیا باعتبار اس کے کہ وہ خلافت اُن کی زمین نہ تہی جس کا نتیجہ یہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کو بہی ضرر پہونچایا اور خود بہی اُس سے کہ حق تمتع نہین رکہتے تہے کچہ تمتع جائز حاصل نہین کیا۔ حضرت ابوبکر کے خلافت قبول کر لینے سے مسلمانون کی سلطنت کو یہ ضرر پہونچا کہ اُن لوگون کے ہاتہہ مین خلافت نہ آنے اور نہ رہنے سے جو قابلیت اور حق اُس کا رکہتے تہے سلطنت مسلمانون کی اور مذہب اسلام تمام روے زمین پر قائم اور جاری نہو سکا۔ اور اہل حق اور قابلیت رکہنے والون خلافت کی محرومی کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور امت رسول مین ہر کسی کو حوصلہ اور جرأت حصول خلافت کا بڑہ گیا اور اہل بیت پیغمبر ضعیف و ناتوان ہو گئے۔ درحقیقت علی مرتضیٰؑ نے یہ تشبیہ اپنے حق مین نہین دی ہی بلکہ حضرت ابوبکر کے حق مین دی ہی اور علی مرتضیٰؑ کا وہ ارشاد تشریح ہی اُن احادیث پیغمبرؐ کی جن مین اُنہون نے احداث اور فتنہ بپا کرنے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے خلافت پر متصرف ہو جانے کی خبر دی تہی اور یہ تشبیہ صریح ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ہی کہ اُس کے اوپر کا فقرہ یہ ہی کہ یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کہانے والے کے گلے مین اُچہو ہوتا ہی جس کا اطلاق صاف و صریح حضرت ابوبکرؓ پر ہوتا ہی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

علی مرتضیٰؑ نے جیسا کہ اپنے دیگر خطبون اور کلامون مین فرمایا ہی کہ حضرت ابوبکر مستحق خلافت نہین تہے ویسا ہی اس کلام مین ظاہر کیا ہی اور علی مرتضیٰؑ برابر فرماتے رہے ہین کہ خلافت میرا حق ہی اور مین اُس کا مستحق ہون پہر

اُس فقرۂ کلام علی مرتضیٰ کے یہ معنی کیسے ہو سکتے ہیں کہ مستحق خلافت ابو بکرؓ ہیں اور ارض خلافت اُنکی ہی"

علی مرتضیٰؓ کو بموجب ارشادات پیغمبرؐ کے صرف استحقاق خلافت اپنے لیے اور واقعہ حضرت ابو بکر اور عمر کے خلیفہ ہو جانے کا معلوم تہا۔ اور پیغمبرؐ کے کسی ارشاد سے ہرگز یہ نہیں پایا جاتا ہی کہ علی مرتضیٰؓ کبہی از روے واقعہ خلیفہ ہو سکینگے یا نہیں یا اُن کے خلیفہ ہونے کا کون وقت ہوگا اور ایسی خبر دے بہی نہیں سکتے تہے کہ جسکا ظہور مطابق واقعہ کے نہو کہ علی مرتضیٰؓ کی کسی وقت بلا خلش خلافت قائم نہیں ہوئی۔ اور جبکہ پیغمبرؐ استحقاق خلافت علی مرتضیٰؓ اور اپنے اہلبیت کے لیے بتا اور جتا چکے تہے اور بعد اپنے ہر زمانہ کے لیے علی مرتضیٰؓ اور اپنے اہل بیت کے واسطے حق اور قابلیت ظاہر کر سکے تہے تو پہر کوئی خاص وقت خلافت کا علی مرتضیٰؓ اور اہلبیت کے لیے معین نہیں فرما سکتے تہے نہ ایسے فرمانے کی ضرورت تہی۔ اور نہ کوئی ایسا علم جس سے پیغمبرؐ نے آگاہ نہ کیا ہو علی مرتضیٰ کو ہو سکتا تہا اور نہ علی مرتضیٰؓ کے کسی کلام سے ایسا علم اُن کا ظاہر ہو سکتا ہی۔

پس علی مرتضیٰؓ کا سوچنا اس بات کو کہ "دست بریدہ سے لڑوں یا صبر کروں" نہایت ضروری تہا کہ حضرت ابو بکر کا خلافت قبول کرنا احداث اور فتنہ اور واقعہ مذموم تہا جس کے خلاف خلافت کو علی مرتضیٰ اپنا حق جانتے تہے۔ ایک جہت سے اُس فتنہ و احداث کو فرو اور دور کرنا روا تہا اور دوسری جہت سے کہ بیعت حضرت ابو بکرؓ کے ہاتہہ پر ہو چکی تہی اور وہ خلیفہ بن بیٹہے تہے اور مسلمان جدید اور مذہب اسلام تازہ تہا اور اہل کفر و ارتداد کی شورش تہی حضرت ابو بکرؓ پر حملہ کرنا اور مسلمانوں کا قتال خلاف مصلحت وقت تہا جس میں سلطنت

مسلمانونکے تباہ اور برباد ہو جانے کا سخت اندیشہ تہا - اور یہ مسئلہ ایسا اہم اور مشکل تہا جسکے لیے سوچنا لابد تہا اور اُس کے کسی پہلو کا اختیار کرنا کچھ آسان نہ تھا - علی مرتضیٰ کا سا ہی نفس پاک متحمل اسکا ہو سکتا تہا کہ اُس خلافت پر حملہ نہ کرکے صبر کیا جاوے جسکے دل و دماغ مین ذرہ برابر شائبہ طمع خلافت کا نہ تھا - صرف سچی محبت دین اسلام کی متمکن تہی جس نے اُن کو اُس حملہ سے باز رکہا - اور دین اسلام کو تباہ ہونے سے بچا لیا - یہ عمل علی مرتضیٰ کا حقیقی معجزہ ہی جو دوسرے کسی انسان سے نہین ہو سکتا تہا - دوسرا انسان طمع خلافت مین پہنس جاتا اور کچھ پروا تباہی اور بربادی اسلام کی نہ کرتا -

مصنف مخاطب اُسی کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ آئندہ کا یون ترجمہ کرتے ہین کہ "اب مین دعوی کرونگا تو کہین گے کہ حکومت کا حریص ہی اور جو ساکت رہونگا تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا" اور اُسکا یہ مطلب بیان کرتے ہین کہ "تمام مہاجرین و انصار ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے اسکے بعد اگر مین دعوی کرون تو سب لوگ یہ کہین گے کہ حکومت کا حریص ہی یہ اسوجہ سے کہتے کہ بعد انعقاد خلافت ابی بکرؓ کے جناب امیرؓ کا دعوی کسی حجت شرعی کے ساتھ نہ ہوتا یہ بہی دلیل نص امامت کے باطل ہونے کی ہی ورنہ اگر نص امامت موجود ہوتی تو سب لوگ یہی کہتے کہ بموجب نص رسول کے دعوی ہی حریص ملک کیون بتاتے اگر دعوی سے ساکت رہون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا" لیکن مصنف مخاطب نے اُس فقرہ کا ترجمہ پورے طور پر ٹہیک نہین کیا ٹہیک ترجمہ یہ ہی "پس مین اگرچہ کہون تو لوگ کہین گے کہ اُنہون نے ملک کی طمع کی اور سکوت کرون تو لوگ کہین گے کہ موت سے ڈر گیا" وہ الفاظ جنکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی "اب اگر مین دعوی

کرون " فان اقل " مین اس کا ترجمہ دعوی کرنے کا کسی طرح نہین ہو سکتا - بلکہ اسکا ترجمہ صاف یہی ہوتا ہی " پس اگر مین کچھ کہون " جس سے مراد یہ ہی کہ " اگر مین ملک خلافت پر اپنے حملہ کا ارادہ کسی حجت سے ظاہر کرون تو کہین گے کہ ملک کی طمع کی اور اگر سکوت کرون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا " مراد اسکی " اگر مین کچھ کہون " جو مین نے یہ لی ہی کہ " اگر مین کسی حجت سے ملک خلافت پر حملہ کا ارادہ ظاہر کرون " اس مراد کی صحت پر یہ آخر مضمون فقرہ کا حجت ہی " اور اگر سکوت کرون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا " یہ ظاہر ہی کہ موت سے خوف کا الزام اسی حالت مین لگایا جا سکتا ہی جبکہ حملہ کا ارادہ نہ کہا جاوے - مجرد دعوی سے خوف کا الزام پیدا نہین ہو سکتا ہی -

پس ظاہر ہی کہ دعوی کرنے کی مراد اس فقرہ سے جیسا کہ مصنف مخاطب لیتے ہین ہرگز پیدا نہین ہو سکتی اور نہ وہ مراد مطابق واقعہ کے ہو سکتی ہی کیونکہ نتیجہ اس فقرہ کا موافق مذاق مصنف مخاطب کے یہ ہوگا کہ علی مرتضی نے دعوی خلافت نہین کیا حالانکہ یہ امر خلاف واقعہ ہی - علی مرتضی بعد تجہیز و تکفین پیغمبر کے اسی زمانہ مین اظہار اپنے حق اور بغیر حملہ بطلان انعقاد خلافت حضرت ابو بکر کا برابر کرتے رہے ہین - اور ایسی کوشش جس مین خونریزی کی نوبت نہ آنے پاوے حصول خلافت کے لیے جس پر غیر اہل حق نے تصرف کر لیا تھا ہمیشہ جاری رکھی ہی جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کتابت مین جو لفظ " فان اقل " پایا جاتا ہی کچھ تعجب نہین ہی کہ وہ لفظ غلطی کتابت سے بجاے " فان احمل " یعنی اگر حملہ کرون مین پڑھا گیا ہی - کہ مضمون مابعد جو الزام حرص ملک اور خوف موت سے متعلق ہی اسی پر دلالت کرتا ہے

اقوال اور افعال علی مرتضیٰؓ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضیٰؓ خلافت حضرت ابوبکرؓ کو قابل حملہ جانتے تھے مگر حملہ نہین کیا اور اُس حملہ کے کرنے اور نہ کرنے سے جو اعتراض اور الزام علی مرتضیٰؓ پر لگایا جا سکتا تھا اُس کو اس فقرہ مین اپنے کلام کے رفع فرماتے ہین - جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰؓ انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ کو یقینی صحیح نہین جانتے تھے بلکہ اُس کو خلاف امر حق کے احداث اور فتنہ سمجھتے تھے جیسا کہ شروع کلام مین اُسی زمانہ کو امواج فتن فرمایا اور قرار دیا ہی اگر خلافت کو اپنا حق نہ سمجھتے تو ہرگز اظہار اپنے حق کا نہ کرتے اور خلافت حضرت ابوبکرؓ کی احداث اور فتنے اُن کے نزدیک اگر نہوتی تو ہرگز اُس کو قابل حملہ کے قرار نہ دیتے - گو کسی دوسرے سبب سے حملہ وقوع مین نہ آتا - اور یہ فرمانا علی مرتضیٰؓ کا کہ لوگ مجکو حریص ملک کہین گے دلالت کرتا ہی اس امر پر کہ خلافت پر اُنکا حق تھا اور وہ اُس کو اپنا حق جانتے تھے اور حضرت ابوبکر کا حق نہین سمجھتے تھے لیکن چونکہ طالب حق مین شائبہ طمع نہ تھا اسلیے اُسوقت درگذر کی اور لوگون کو اطمینان دلا دیا کہ علی مرتضیٰؓ مین وصف رذیلہ طمع نہین ہی - اگر علی مرتضیٰؓ خلافت حضرت ابوبکرؓ کو صحیح اور اُنکا حق جانتے تو نہایت خوشی اور طیب خاطر سے خود اور تمام بنی ہاشم بلا توقف حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور کسی وقت یہ فرما دیتے کہ خلافت اُنکی صحیح ہی" یہ نہوتا کہ اُنکی خلافت کو قابل حملہ جانتے -

سبب یہ امر علانیہ ہی کہ علی مرتضیٰؓ ملک خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور خلافت اُس کے جو حضرت ابوبکرؓ پر انعقاد خلافت ہوا اُسکو قابل حملہ تصور کرتے تھے تو ضرور ہی کہ ایسا اُنکا جاننا اور سمجھنا واجبی تھا اور وہ ایسا نہین جان سکتے تھے اور نہ سمجھ سکتے تھے جبتک کہ از روے قرآن اور ارشاد پیغمبرؐ کے اُن کو علم نہو اسلیے کہ اُن سے بہتر بعد پیغمبرؐ کے کسی کو علم قرآنی اور علم پیغمبری نہین تھا - اور اسی سے

لازم آتا ہی کہ وہ علم علی مرتضیٰ کا بابت حق خلافت کے اپنے لیے نصی تہا نہ غیر کے لیے۔ اور جس کسی نے اُس علم حق خلافت کو نصی نہ مانا۔ وہ درحقیقت علی مرتضیٰ کے علم حق کی تکذیب کرنیوالا ہی جس سے تکذیب رسول و خدا کی لازم آتی ہی اور کچھ شبہہ نہیں اسکا کہ علی مرتضیٰ جو خلافت کو اپنا حق نہ غیر کا جانتے تہے وہ حجت شرعی تہی۔

لیکن جو لوگ کہ الزام حرص ملک علی مرتضیٰ پر لگانے والے ہو سکتے ہین وہ اُن کے قول اور فعل کو حجت شرعی نہ ماننے والے اور نصوص کی غلط تاویل کرنے والے ہونگے جس پر آخر کار علی مرتضیٰ کو جنگ کرنی پڑی اور جس کی خبر پیغمبر دے گئے تہے کہ مجکو تنزیل قرآن پر جنگ کرنی پڑی اور تجکو تاویل قرآن پر جنگ کرنا ہوگا ۔ علی مرتضیٰ کے کلام مین اُنہین لوگون کی طرف یہ اشارہ ہی کہ جو لوگ بحالت حملہ کے ایسا کہنے والے ہو سکتے تہے کہ علیؑ ملک کا حریص ہی بحالت حملہ نہ ہونے کے اس بات کے قائل ہوے کہ علیؑ موت سے ڈر گیا جو لوگ حضرت ابوبکر سے بیعت کر چکے تہے۔ ایسے لوگ وہی ہو سکتے تہے کہ جو غلط تاویل نص کی کرنے والے اور علی مرتضیٰ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجھنے والے تہے۔ لیکن جو لوگ کہ جناب امیرؑ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی جاننے والے اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے تہے۔ وہ اسکے قائل نہین ہو سکتے تہے کہ علی مرتضیٰؑ حریص ملک کے ہین یا موت سے ڈر گئے ایسے لوگون سے وہ کلام علی مرتضیٰؑ متعلق نہین ہی نہ ایسے لوگون کی طرف وہ خطاب علی مرتضیٰ کا ہی۔ اُس کلام علی مرتضیٰؑ مین صرف اُنہین لوگون سے خطاب ہی جو حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے تہے اور جو نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے اور دعوی علی مرتضیٰؑ کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجھنے والے تہے مصنف مخاطب نے مطلب کلام علی مرتضیٰؑ کے بیان مین جو یہ کہا ہی

کہ سب لوگ یہ کہین گے کہ حکومت کا حریص ہی" اور اُس سے استنباط عدم حجت شرعی اور ابطال نص امامت کرتے ہین۔ صریح خلاف کلام علی مرتضیٰ کے ہی اُس مین کوئی لفظ ایسا نہین جو دلالت کرتا ہو اس امر پر کہ کل لوگ ایسا کہنے والے ہونگے۔ اُس کے اصلی الفاظ یہ ہین "یقولوا حرص علی الملک" کہین کے کہنے والے کہ حرص کی ملک پر" پس علی مرتضیٰ کا یہ ارشاد متنبہ کرنے والا ہی اُن لوگون کو کہ جو علی مرتضیٰ پر بوجہ حملہ کے غلط الزام حرص ملک کا لگانے والے ہوتے۔ اور جب حملہ حرص ملک کی وجہ سے نہ سمجھا جاے تو خواہ مخواہ حملہ محض طلب حق کے لیے قرار پاوے گا اس کلام علی مرتضیٰ کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہی۔ کہ ملک خلافت میرا حق ہی جس کے لیے نص ہو چکی ہی اور میرا دعوی حجت شرعی پر مبنی ہی اگر طلب حق کے لیے مین حملہ کرون تو جو لوگ بیعت کر چکے ہین اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے ہین اور حجت شرعی کو نہین مانتے وہ یہ کہین گے کہ علی ملک پر حرص کرتا ہی" علی مرتضیٰ کی طینت مقدس اور سیرت طاہرہ ایسی تھی کہ وہ اپنے کسی فعل مین ذرہ برابر بھی شائبہ نفسانیت انسانی کے روا دار نہین ہو سکتے تھے۔ یاد کرو وہ مشہور واقعہ جبکہ علی مرتضیٰ اپنے ایک کافر دشمن کو مغلوب کر کے اُس کے سینہ پر سوار ہو کر چاہتے تھے کہ اُس کے سر کو بدن سے جدا کرین تو اُس دشمن نے آپکے روے مبارک پر اپنا تھوک پھینکا۔ اُس وقت فوراً علی مرتضیٰ نے اُسکو قتل سے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر اسوقت مین اُس کو قتل کرتا تو وہ قتل میری نفسانیت پر محمول ہوتا اور خالصۃً للہ وہ قتل نہ سمجھا جاتا جس پر پیغمبر سے سنا فضیلت "کرم اللہ وجہہ" کی پائی" حضرت ابوبکر امر حق خلافت مین علی مرتضیٰ سے مخالفت رکھنے والے تھے۔ غیر ممکن تھا کہ علی مرتضیٰ ایسا

حملہ حضرت ابوبکر پر کرتے جس مین کہنے والے یہ کہ سکتے کہ علی مرتضی حریص ملک ہی اس نظر پر یہ کہا جا سکتا ہی کہ بمقابلہ اُس کافر دشمن کے حضرت ابوبکر مخالف کسیقدر دولت دین اسلام کے تھے لیکن سیرۃ پاکیزہ اور طینت علی مرتضی مین اُسقدر فرق سے کچھ فرق لازم نہین آسکتا۔

دوستان را کجا کنے محروم ٭ تو کہ با دشمنان نظر داری

فی الحقیقت علی مرتضی کو اُنکے پاکیزہ طینت اور مقدس زندگی نے اُنکو اُس فعل سے روکا ہی جس مین شائبہ نفسانیت اور حرص کا پیدا ہو۔ اُسی سے بچنے کے لیے علی مرتضی نے حملہ سے اجتناب کیا ہی اور حملہ نکرنے کی وجہ کو بیان فرمایا ہی جس کے سمجھنے کے لیے دل تعصب سے صاف ہونا چاہیے ورنہ اُس کلام سے اُنکے ویسے ہی استنباط غلط نکلین گے جیسے کہ نص امامت کی غلط تعبیر کی گئی ہی

بعد اس کلام کے ہے کہ اگر مین کچھ کہون (اے بہ جہت اظہار حلم کرون) تو کہین گے کہ ملک کا حریص ہی اگر مین ساکت رہون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا" اس فقرہ آخر مین جو غلط الزام لگانے والون کی طرف سے بیان فرمایا ہی اُس کو خود علی مرتضی یون رفع فرماتے ہین اور اُس غلط الزام کے عائد کرنے والون کو یہ تنبیہ کرتے ہین جس کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہی۔

"افسوس ہی بعد ان سب باتون کے (صحیح ترجمہ بعد چون وچرا کے) قسم ہی خدا کی کہ ابن ابی طالب زیادہ محبت رکھنے والا ہی موت کے ساتھ بچہ سے جو اپنی مان کے پستان کے ساتھ محبت رکھتا ہو" اور اُس کی مراد مصنف مخاطب یہ بتاتے ہین۔ کہ یہ طلب خلافت سے جو میرا سکوت ہی وہ ہرگز اسوجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو لوگون کے خیالات پر افسوس ہی

جو میری نسبت ایسا گمان کرین مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا پہر مین موت سے کیون ڈرتا بلکہ میرا سکوت اسوجہ سے ہی کہ ابوبکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ ہی اور میری خلافت کا ابہی وقت نہین آیا "

پہر مصنف مخاطب اُس پر یہ استدلال کرتے ہین " اب انصاف فرمائیے کہ جناب امیر کو تو اپنی شجاعت کا ایسا دعوی تہا پہر وہ اپنے ہاتہہ کو دست بریدہ کیون کہتے یا کوئی اُن پر یا اُن کے اہلبیت پر ظلم کرتا تو اُنکو سکوت کی کہان تاب ہوتی "

مصنف مخاطب نے جو شروع مین مراد اُس فقرہ کی بیان کی ہی اُس مضمون سے مجکو اتفاق ہی صرف ایک لفظ حملہ کا اُس مین اضافہ ہونا چاہیے۔ یعنے طلب خلافت سے (بلدیعہ حملہ کے) جو میرا سکوت ہی وہ ہرگز اس وجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو۔ لوگون کے خیالات پر افسوس ہی جو میری نسبت ایسا گمان کرین۔ مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا۔ پہر مین موت سے کیون ڈرتا " اس مضمون مراد مین حملہ کا لفظ ہم اس لیے اضافہ کرتے ہین کہ واقعات ہمکو یہ دکہاتے ہین کہ علی مرتضیٰ نے طلب خلافت کے لیے اظہار حجت اور دلیل کا کیا ہی۔ البتہ طلب خلافت کے لیے حملہ نہین کیا۔ لیکن آخر مین مصنف مخاطب نے جو وجہ مزاحمت نکرنے کی یہ ظاہر کی ہی کہ یہ علی مرتضیٰ کا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابوبکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ تہا اور اُنکی خلافت کا وقت نہین آیا تہا " یہ مراد مصنف مخاطب کی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ یہ وجہ نہ کلام علی مرتضیٰ سے پیدا ہو سکتی ہی نہ نتائج واقعات

اُس کی تائید کرتے ہین ۔

جب یہ امر مسلمہ ہی جیسا کہ کتب فریقین سے پہلے ظاہر ہو چکا ہی کہ علی مرتضیٰؓ خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور اپنے استحقاق خلافت کا اظہار اور سبی مناسب برابر ہر زمانہ مین کرتے رہے اور بغیر حملہ کے طلب خلافت کی کوشش مین کبھی کوتاہی نہین کی ۔ اور نہ کبھی حضرت ابو بکرؓ یا دوسرونکی خلافت کے صحیح ہونے کو قبول کیا ۔ اور علانیہ حضرت ابو بکر اور دوسرون کے خلیفہ ہو جانے پر اعتراض فرماتے رہے تو صریح ہی کہ علی مرتضیٰ انعقاد خلافت ابو بکر اور غیرون کے خلیفہ ہو جانے کو فتنہ جانتے تھے اور جب خود اُس خلافت اور اُسکے بعدون خلافتون کو فتنہ جانتے تھے تو کیسے یہ امر تسلیم کیا جا سکتا ہی کہ علی مرتضیٰؓ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ جانتے تھے ۔ حالانکہ علی مرتضیٰؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت مین بذریعہ اظہار اپنے استحقاق کے اور از روے کوشش طلب اپنے حق کے مزاحمت کی ۔ البتہ اُس اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے بعد حملہ نہین کیا ۔ اور یہ امر ظاہر ہی کہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے بذریعہ سے مزاحمت کی وجہ جداگانہ اور بذریعہ حملہ کے طلب حق نہ کرنے کے لیے وجہ جداگانہ تھی ۔ اور چونکہ علی مرتضیٰ نے مزاحمت خلافت حضرت ابو بکر مین بذریعہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب اپنے حق کے کی تھی اور صرف حملہ طلب خلافت کے لیے نہین کیا تھا اور اُس حملہ کے نہ کرنے سے جو غلط الزام علی مرتضیٰؓ پر لگایا جا سکتا تھا صرف اُس کو اس موقع پر اپنے اُس فقرۂ کلام سے رفع فرمایا ہی ۔ کہ میرا سکوت حملہ سے بوجہ خوف موت کے نہین ہی ۔ اس فقرہ مین اظہار وجہ سکوت کا حملہ سے مطلق نہین ہی ۔ بلکہ انکار اس وجہ سے ہی جو کچھ لوگ غلط وجہ سکوت کی حملہ سے بظاہر

کرنے والے مجھے اس تقریر سے جیسے غلطی مراد مصنف مخاطب کی نسبت فقرہ کلام علی مرتضیٰؓ کے ظاہر ہوتی ہی - ویسے ہی اُنکا استدلال غلط قرار پاتا ہی - شجاعت امر دیگر ہی اور حملہ نکرنا امر دیگر ہی - علی مرتضیٰ کو صرف دعوی شجاعت کا نہین تہا بلکہ وہ وصف اُن مین فطرتی تہا - لیکن وصف شجاعت کو کام مین لانے کے لیے ضرور ہی کہ اُس کے موقع اور محل کو اور اُس سے جو نتیجہ پیدا ہو اُس کو پیش نظر رکہا جاوے اور اگر یون بے سوچے اور سمجھے شجاعت کو کام مین لایا جاوے تو وصف شجاعت اپنی حد سے تجاوز کرکے درجہ تہور پر پہونچ جاتا ہی جو مذموم ہی خصوص جبکہ شائبہ طمع خلافت اُس مین شامل ہو جاتا تو وصف شجاعت اپنے اعتدال پر قائم نرہتا لیکن باوصف موجود ہونے فطرتی وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؓ نے جو حملہ خلافت حضرت ابوبکر پر نہین کیا وہ نتیجہ اُس پیش بینی اور دوراندیشی کا تہا کہ جو بعد حملہ کے لازم آجاتا ادہر بیعت خم غدیر سے جو پیغمبرؐ نے کرائی تہی اور لوگون کا علیؓ کو مثل اپنے پیغمبرؐ نے ولی قرار دیا تہا اُس سے نکث و انحراف کرکے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے ہاتہ پر بیعت کرکے خلیفہ بنایا اُسکو علی مرتضیٰ نے دست بریدہ ہونا فرمایا جو نہایت ٹہیک تہا - اور اس حالت کا پیش رکہنا ضروری تہا اگر اُس امر کو پیش نظر نرکہہ کے اور بغیر سوچے سمجھے مجرد شجاعت پر بہروسہ کرکے حملہ کرتے تو ضرور اندیشہ تہا کہ وصف شجاعت جو ممدوح ہی اپنی حد سے تجاوز ہو کر درجہ تہور مذموم پر (جیسے کہ جلتی آگ مین بے سوچے سمجھے کود پڑنا) پہونچ جاتا - اور وصف رذالت طمع خلافت اُس کو لاحق ہو جاتا اور ہر یہ نتیجہ بہی اُسوقت حملہ کا خطرناک تہا کہ علی مرتضیٰ اُس حملہ مین غالب ہوتے یا مغلوب مگر مذہب اسلام اور مسلمان دونون کمزور ہو کر ضرور تباہ اور برباد ہو جاتے اور و

حالت موجودہ بہی مذہب اسلام اور مسلمانون کی باقی نہ رہتی جس حیثیت اور نوعیت سے زمانہ خلافت حضرت ابوبکر مین اُنکی توقع ہوسکتی تہی۔

اور اُس ناقص حالت اسلام اور مسلمانون کی اصلاح بدون بعض پند و نصیحت کے ہوسکتی تہی۔ جیسا کہ باوجود سطوت مخالفت خلافت ہر زمانہ کے ائمہ اہل بیت اصلاح مذہب اسلام خراب شدہ اور مسلمانون نقص گرفتہ کے کرتے رہے۔ جس اصلاح کی بدولت اس وقت مذہب اسلام کامل اور صحیح کرورون مسلمانون مین موجود ہی جو روے زمین کے ہر حصہ مین آباد ہین اور جسکو یقینی اصلی معجزہ ائمہ اہل بیتؑ کا کہنا روا ہی۔

اس میری تقریر سے علی مرتضیٰؑ کے فقرہ کی مراد ظاہر ہو جاتی ہی کہ باوصف وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؑ نے حملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ پر کیون نہ کیا اور کیون اُنہون نے اپنے آپ کو دست بریدہ فرمایا۔ اُنکا حملہ نہ کرنا بوجہ خوف موت کے نہین تہا اور گو بیعت غدیر کو بیعت سقیفہ بنی ساعدہ نے قطع کر دیا تہا لیکن علی مرتضیٰؑ اگر اُسوقت حملہ کرتے تو کچہ شبہ نہین ہی کہ مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانون کی خلافت سب تباہ و برباد ہو جاتی۔ اور اُس وقت علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگایا جاتا کہ طمع خلافت نے اصل مذہب اسلام اور مسلمانون اور اُن کی بادشاہت کو تباہ و برباد کر دیا۔ جیسا کہ اب حملہ نہ کرنے سے خوف موت کا الزام لگایا جاتا ہی اور علی مرتضیٰؑ کی بے استحقاقی کا حق خلافت سے قیاس کیا جاتا ہی۔

اُس فقرہ کے بعد جو فقرہ کلام علی مرتضیٰ مین ہی اُس کا ترجمہ مصنف مخاطب یون کرتے ہین۔

"بلکہ مجہے معلوم ہین ایسی پوشیدہ باتین کہ اگر مین اُن کو ظاہر کرون تو

تم اس طرح تڑپو جیسے گہرے کنوین مین رسیان تڑپتی ہین ۔ اور اُس کی مراد یہ بیان کرتے ہین ۔ یعنی تم مجھے دعوی خلافت کی ترغیب دیتے ہو مگر مجھے آئندہ کے حالات ایسے معلوم ہین کہ اگر مین تم پر ظاہر کرون تو تم ایسے تڑپ جاؤ جیسے رسی گہرے کنوین مین تڑپتی ہو وہ باتین شاید یہ تھین کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لیگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بھی قتل ہونگا پس ابوبکر تو خلافت لے چکے اب اُس کے بعد تم خلافت کی میرے لیے کوشش کرتے ہو حالانکہ اُس کا نتیجہ قتل ہوگا اور جو چیز باعث قتل ہو اُس سے تو بچنا چاہیے نہ کہ اُس کو طلب کرنا ۔

علی مرتضیٰؓ نے اس فقرہ مین یہ بھی تو ارشاد فرمادیا ہی کہ مجکو ایسا علم مکنون حاصل ہوا ہی کہ اگر مین اُس کو ظاہر کرون تو تم ایسے مضطرب ہو جاؤگے جیسے گہرے کنوین مین لبنی رسی مضطرب ہوتی ہی جس کی مراد یہ ہی کہ بعد پیغمبرؐ جو فتنہ اور احداث ہونے والے ہین اور جو جو ظلم و ستم اہلبیت پیغمبرؐ پر گذرنے والے ہین جن پر اہلبیت پیغمبرؐ صبر کرینگے وہ امور مجکو معلوم ہین اگر اُن کو ظاہر کرون تو تم مضطرب ہو جاؤگے ۔ اس ارشاد کی یہ مراد کسیطرح نہین ہوسکتی جو مصنف مخاطب لیتے ہین وہ مراد ایک ایسی مراد ہی جسکے حقیقی ہونے پر خود مصنف مخاطب کو بھی اطمینان نہین ہی چنانچہ وہ یہ کہتے ہین کہ وہ باتین (پوشیدہ جس کو سنکر وہ لوگ جن سے علی مرتضیٰ خطاب فرمارہے ہین مضطرب ہو جاوین) شاید یہ تھین کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لے گا وہ قتل ہوگا اور اُن کے بعد کا خلیفہ بھی قتل ہوگا اُنکے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بھی قتل ہونگا ۔ اول تو یہ مراد دعوی خلافت

کی ترغیب سے مطلق نہین ہو سکتی بلکہ ترغیب حملہ سے مطابق ہوتی ہی۔ اور علی مرتضیٰ نے دعوی خلافت علانیہ برابر کیا ہی صرف حملہ نہین کیا۔ دوسرے اگر اس فقرہ سے وہ مراد لی جائے تو علی مرتضیٰ بزمانہ حیات حضرت ابو بکر کے ضرور اُن کو بغیر قتل کے زندہ خلافت سے ہٹا دیتے اس لیے کہ اگر اُن کو یہ پوشیدہ امر معلوم ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر کے مرنے کے بعد جو تین خلفا ہونگے جنکے آخری خود علی مرتضیٰ ہونگے قتل ہو جاوینگے تو اُن کو یہ بھی ضرور معلوم تھا کہ حضرت ابو بکر کی زندگی مین اگر کوئی خلیفہ مقرر ہو جاویگا تو سلسلہ قتل خلفا کا وقوع مین نہ آئے گا۔ کیونکہ تین خلفاء کا قتل ہونا موقوف اُسی حالت پر تھا کہ جب بعد وفات حضرت ابو بکر کے وہ خلفا یکے بعد قتل دیگرے خلافت کو قبضہ مین لین۔ اور اگر مصنف مخاطب کو یہی مراد لینی منظور خاطر تھی تو بعد قتل علی مرتضیٰ کے ذکر خلافت بنی امیہ اور بنی عباسیہ کا بھی اپنی مراد مین کرنا ضرور تھا کہ علی مرتضیٰ کے مخاطب کلام اُس وقت حضرت ابو سفیان اور حضرت عباس تھے جو مارے خوشی کے دیر تک مثل لبنی رسی کے جو گہرے کنوین مین چھوڑنے کے وقت تڑپتی ہی تڑپتے رہتے۔

تیسری جو مراد مصنف مخاطب نے ظاہر کی ہی اُس سے زمانہ حضرت ابو بکر مین نتیجہ طلب خلافت نہ کرنے کا خوف موت علی مرتضیٰ کے لیے پیدا ہوتا ہی۔

چنانچہ بتصریح مصنف مخاطب نے آخر کار لکھا ہی یہ جو چیز باعث قتل ہو اُس سے بچنا چاہیے نہ کہ اُس کو طلب کرنا۔ حالانکہ علی مرتضیٰ نے خود اپنے اسی کلام مین اسی فقرہ سے اوپر اپنی رغبت طرف موت

کے ایسی ظاہر فرمائی ہی جیسے بچہ اپنے ماں ! ... کے پستان کی طرف رغبت کرتا ہی۔ اور بوجہ خوف موت کے حملہ خلافت پر نہ کرنے سے صاف انکار کیا ہی اور جو لوگ علی مرتضیٰ پر الزام خوف موت کا حملہ خلافت پر نہ کرنے سے لگانے والے ہوں اُن کو علی مرتضیٰ نے متنبہ فرمایا ہی۔ لیکن مصنف مخاطب کی جرأت قابل تماشا ہی باوصف تنبیہ علی مرتضیٰ کے کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ کی ایسی مراد لیتے ہیں جس سے جھٹلانا علی مرتضیٰ کا لازم آتا ہی یعنی علی مرتضیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ مجکو رغبت طرف موت کے ایسی ہی کہ جیسے بچہ کو پستان مادر کی طرف اور مصنف مخاطب فقرہ کی مراد یہ بتاتے ہیں کہ بوجہ علم قتل ہو جانے کے طلب خلافت نہیں کی۔ درحقیقت علی مرتضیٰ کے اِس فقرہ کی مراد صاف و صریح یہ ہی جیسا کہ تمام اُس کلام علی مرتضیٰ سے متبادر ہی۔ یعنی تم ای عباس اور ابوسفیان مجکو خلافت پر حملہ کرنے کی کیا ترغیب دیتے ہو مجکو ایسے پوشیدہ راز معلوم ہوئے ہیں کہ اگر میں حملہ کرونگا تو مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانوں کی بادشاہت قومی برہم درہم ہو جاوے گی کہ اہل ارتداد جدا مذہب اسلام پر اور مرتدین مسلمانوں اور اُن کی قومی خلافت پر حملہ کر رہے ہیں اور زکوٰۃ کے متعلق جدا جنگ و جدل باہم مسلمانوں کے ہو رہا ہی اور جب مسلمان اور سلطنت مسلمانوں کی اور مذہب اسلام میرے حملہ سے تباہ و برباد ہو جاویگا (جیسا کی خبر پیغمبر مجکو دے گئے ہیں اور وصیت (نصیحت) صبر کی فرما گئے ہیں) تب تم لوگ دیر تک ایسے تڑپو گے جیسے لبنی رسی گھرے کنوئیں میں تڑپتی ہی یعنے تم کو قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہی کا مدت تک افسوس رہے گا۔

اس کلام علی مرتضیٰؓ پر بحث اور غلط اُس کے معنی اور مراد ظاہر کرنے کے بعد جسکی حقیقت ہماری تقریر سے عیان ہو گئی مصنف مخاطب یہ دعوی کرتے ہین کہ جناب امیرؓ کو ابو بکرؓ سے لڑنے کا کیون خیال پیدا ہوتا وہ تو اپنے بیعت کرنے سے پہلے بھی ابو بکر کی اطاعت کو اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے" اور اس دعوی کی تائید کے لیے نہج البلاغۃ سے کلام[1] علی مرتضیٰؓ کو سند لاتے ہین وہ اصل فقرہ اور ترجمہ مصنف مخاطب یہ ہی۔

"الذلیل عندی عزیز حتی اخذ الحق لہ والقوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منہ" عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہی تاکہ اُس کا حق اورون سے لے کر دلاؤن اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہی تاکہ اُس سے حق لون"

یہ ترجمہ ٹھیک نہین ہی۔ ذلیل کا ترجمہ عاجز اور عزیز کا ترجمہ زبردست غلط کیا ہی۔ ذلیل کا ترجمہ خوار کا ہی اور عاجز ناتوان کو کہتے ہین اور عزیز کا ترجمہ برتر ہی اور زبردست قوی کو کہتے ہین جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے دوسری جگہ اسی فقرہ مین قوی کا ترجمہ زبردست کیا ہی۔ ٹھیک ترجمہ کل فقرہ کا یہ ہے خوار میرے نزدیک برتر ہی تاکہ لون مین حق اُس کے لیے اور زبردست میرے نزدیک کم زور ہی تاکہ لون مین حق اُس سے" اپنے ترجمہ پر مصنف مخاطب یہ استدلال کرتے ہین۔

"جب جناب امیرؓ کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیون ڈرتے اور اپنے ہاتھ کو دست بریدہ کیون کہتے اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیون چھوڑتے"؟

دوسرا فقرہ کلام علی مرتضیٰؓ کا یہ ہی "رضینا عن اللہ قضاءہ وسلمنا لامرہ"

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران جزو دہم۔

امر ہے" بس کا مصنف مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہین "ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہین اور جو اللہ کا حکم ہی اُس کو تسلیم کرتے ہین"

اس ترجمہ مین قضا کا ترجمہ مصنف مخاطب نے تقدیر کیا ہی حالانکہ قضا سے مراد یہ ہی کہ "جو کچھ جاری ہو جائے یا گذر جائے" اور اپنے اُس ترجمہ سے مصنف مخاطب یہ مراد لیتے ہین "یعنی ہمکو معلوم ہی کہ اللہ نے پہلے خلافت ابو بکرؓ کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہرگز ہم کو شکایت نہین"

تیسرے فقرۂ کلام علی مرتضیٰؓ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہی "کیا تو یہ سمجھتا ہی کہ مین رسول پر جھوٹ بولتا ہون واللہ مین نے سب سے پہلے اُن کی تصدیق کی ہی اب مین سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہ ہونگا" اور اس کے معنی یہ بیان کرتے ہین "کہ یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکر ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین"

چوتھے فقرہ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہی "پس مین نے اپنے معاملہ مین غور کیا تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی اور یکایک یہ معلوم ہوا کہ عہد میری گردن مین غیر کا تھا"

اس ترجمہ مین جو مصنف مخاطب نے یہ لکھا ہی "میری اطاعت میرے بیعت کرنے سے پہلے تھی" یہ ترجمہ ہی۔ فاذا طاعتی سبقت بیعتی حالانکہ اُس کا ترجمہ یہ ہوتا ہی کہ "اطاعت میری سبقت لے گئی ہی میری بیعت پر"

مصنف مخاطب جناب امیرؓ کا مطلب یہ بیان کرتے ہین کہ "وفات رسولؐ کے بعد جو مین نے اپنے معاملہ مین غور کیا تو یکایک مجکو یہ معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابو بکرؓ کی اطاعت مجھپر واجب تھی شاید اسکی وجہ

یہ ہو کہ رسول خبر دے گئے تھے کہ ابوبکر خلیفہ برحق ہونگے اُنکی اطاعت کیجیو چنانچہ اس سے پہلے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مین رسولؐ پر جھوٹ نہ بولونگا۔ اور یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا یعنی ابوبکر کا عہد میری گردن مین ہی یعنی مہاجرین و انصار نے ابوبکر سے بیعت کرلی تھی اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہوگیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہوں اُنکی بیعت اُن پر بھی لازم ہوجاتی ہی جو اُس وقت موجود نہ ہون "

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ " اگر یہ مانا جائے کہ جناب امیرؑ نے بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ ابوبکرؓ کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہون بلکہ بطور دوستانہ شکایت کے تھی اور اس تاخیر مین کوئی حرج نہین سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تھا "

مصنف مخاطب نے جن فقرات کو اُس کلام علی مرتضیٰؑ سے لیا ہی جو نہج البلاغہ مین مندرج ہین یہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُس پورے کلام علی مرتضیٰؑ کا ترجمہ اس موقع پر لکھا جائے تاکہ اُس سے خود بخود ظاہر ہوجائے کہ اُن فقرات سے وہ مراد ہرگز نہین ہوسکتی کہ جو مصنف مخاطب نے لی ہی۔ گو وہ کل کلام جو نہج البلاغہ مین سید رضی نے منتخب کیا ہی خود ایک جزو کلام طویل علی مرتضیٰؑ کا ہی کہ اُنھون نے بعد واقعہ فردان کے جس مین خوارج مغلوب اور تہ تیغ ہو چکے تھے ارشاد فرمایا ہی اور اُس مین اُس حالت کا ذکر کیا ہی جو وقت وفات رسول اللہ سے اُس وقت تک جبکہ وہ کلام ارشاد فرمایا ہی گذر چکی تھی۔ جیسا کہ شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہی مترجمہ پورے اُس کلام کا جو نہج البلاغہ مین لیا گیا ہی ہے اور جو چار حصہ کو مشتمل ہے

(حصہ اول) پس امر خدا کے ساتھ مین نے قیام کیا جس وقت کہ وہ لوگ بزدل ہو گئے اور گویا ہو لیے جس وقت کہ وہ کلام مضطرب کرتے تھے - اور اونچا ہوا مین جس وقت کہ وہ لوگ دبک گئے - اور چلا مین ساتھ نور خدا کے جس وقت کہ وہ ٹھہر گئے - اور تنہا مین اُن سب مین آواز مین پست تر اور سبقت مین سب سے اعلی - پس لے اُڑا مین عنان فضیلت کی - اور تنہا مین نے اُسکی گھوڑ دوڑ مین بازی جیتی "

(حصہ دوم) مثل پہاڑ کے کہ نہین حرکت دے سکتی ہین اُس کو زور شور کی ہوائین اور اُسکو جگہ سے ہٹا نہین سکتین آندھیان اور نہین تہامجہ مین کوئی عیب کہ جس کے باعث سے مجکو کوئی عیب لگا سکے اور نہ کوئی بُرا کہنے کی بات جسکے سبب سے کوئی کہنے والا کچھ کہہ سکے - اور ذلیل میرے نزدیک عزیز ہے اُس وقت تک کہ مین اُس کے لیے حق کو لے لون اور قوی میرے نزدیک ضعیف ہے اُس وقت تک کہ مین اُس سے حق کو لے لون "

(حصہ سوم) ہم راضی ہین خدا سے جو کچھ اُس کی قضا جاری ہوئی اور تسلیم کیا ہمنے اُس کے لیے اُس امر کو - آیا تو دیکھتا ہے مجھے کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہے پس مین پہلا اُن لوگون ہونگا کہ جنہون نے اُن حضرت پر جھوٹ باندھا "

(حصہ چہارم) پس مین نے جو اپنے امر پر نظر کی تو ناگاہ دیکھا طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی ہے - اور ناگاہ دیکھا مین نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے مین ہے "

اس ارشاد علی مرتضیٰ سے ظاہر ہے کہ اُس کا پہلا حصہ متعلق ہے ایسے امور سے جن کو علی مرتضیٰ نے معرض افتخار مین اور اظہار مین اپنی فضیلت

کے تمام صحابہ اور مسلمانون پر بسبب کمال اطاعت خدا اور رسول کے جو علی مرتضی علیہ السلام سے وقوع مین آئی فرمایا ہی۔ اور اُس حصہ کلام مین سے مصنف مخاطب کوئی فقرہ اپنی کسی غرض کی سند کے لیے نہین لے سکے اور نہ اُس حصہ مین سے کسی فقرہ کے معنی اور مراد کو مصنف مخاطب اپنے مذاق کے موافق بیان کر سکے۔ جس سے یہ نتیجہ لازمی پیدا ہوتا ہی کہ مصنف مخاطب علی مرتضی کے افتخار اور فضیلت کے تسلیم کرنے مین عاجز آ گئے ہین اور درحقیقت علی مرتضی نے اپنے معرض افتخار مین جس جس شان سے اپنی فضیلت اُس حصہ کلام مین ظاہر فرمائی ہی اُس سے کوئی مسلمان جس کے دل مین ذرہ برابر بھی نور ایمان ہوگا اُس کلام کی صداقت سے انکار نہین کر سکے گا۔ اور جب افتخار علی مرتضی کا اور اُن کی فضیلت تمام صحابہ اور مسلمانون عہد پیغمبر پر قابل تسلیم ہو جاویگا کہ جس کا بمجبوری قبول کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم آتا ہی کہ جس کو واقعات زمانہ عہد رسول اور سوانح عمری علی مرتضی ثابت کرتے ہین تب حصص آئندہ کلام علی مرتضی کے جن مین سے بعض فقرات کے مصنف مخاطب نے غلط معنے اور مراد قرار دی ہی خود بخود حقیقت معنی اور مراد اُن حصص کلام علی مرتضی کی ظاہر ہو جاوے گی۔

دوسرے حصہ کلام علی مرتضی کے شروع مین مثال ہی اُن کی اُس فضیلت کے استحکام کی کہ مثل پہاڑ کے کسی طرح سے جس کو جنبش نہو سکے اور جس کو کوئی عیب اور امر مذموم نہ توڑ سکے۔ اس حصہ کلام کے اخیر مین جو یہ فقرہ علی مرتضی نے فرمایا ہی جس کو مصنف مخاطب لیتے ہین کہ "ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہی تاکہ اُس کے لیے حق لون اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہی تاکہ اُس سے حق لون" وہ متعلق سیرۃ علی مرتضی

کے ہی جس مین آنحضرت علیہ السلام نے اظہار اپنی سیرۃ کا فرمایا ہی اس ایمار سے کہ لوگ ہدایت پاکر سیرۃ علی مرتضیٰؓ کا اتباع کرین کہ وہ سیرۃ درحقیقت ماخذ اصول قانون عدل کی ہی — اور یہ سیرۃ اپنی علی مرتضیٰؓ نے عموماً اُسی محل اور موقع کے لیے بیان فرمائی ہی جبکہ درمیان دو شخصون کے کسی حق کا تنازع ہو اور ایک نے دوسرے کا حق چھین لیا ہو یا داب رکھا ہو اور علی مرتضیٰؓ درمیان اُن دو شخصون کے شخص ثالث محل عدالت اور موقع عدل مین ہون۔ جس کا مدعا یہ ہی کہ حقدار جو اپنا حق چھن جانے کے باعث خوار ہو گیا ہو اُس کی حمایت کی جاوے اور اُس کو بوجہ حق کے زبردست سمجھا جاوے اور ناحقدار جس نے کسی کا حق لے کر برتری حاصل کی ہو اُس کی رعایت نکیجاوے اور اُس کو ناچیز اور حقیر سمجھنا چاہیے۔

مگر اس مین کچھ شبہ نہین ہو سکتا ہی کہ یہ اصول قانون عدل جو اپنے کلام مین علی مرتضیٰؓ نے اپنی سیرۃ کے لحاظ سے بیان فرمایا ہی اُس کی تعمیم مین خود علی مرتضیٰؓ کی حالت خاص شامل ہی بلکہ اُن کی حالت خاص سے اصولاً اُس کی تعمیم ہو گئی ہی — اور اُن کی حالت خاص کو بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ کے جب سمجھا جاتا ہی جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے اُس کلام علی مرتضیٰؓ کو باہم علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق کیا ہی تو صاف یہ صورت پیدا ہوتی ہی کہ منصب خلافت کو علی مرتضیٰؓ اپنا حق بہ سبب اُس فضیلت اور برتری کے جس کا بیان حصہ اول مین کیا ہی اور اُس فضیلت اور برتری کے استحکام کو کھلا اسی دوسرے حصہ کلام کے شروع مین ظاہر فرمایا ہی سمجھتے تھے جس کو حضرت ابوبکرؓ نے حاصل کر لیا تھا اور جس کے حصول سے حضرت ابوبکرؓ بظاہر برتر اور [illegible] ٹھہر گئے تھے۔ اور لوگ بوجہ متصرف ہو جانے حضرت ابوبکرؓ

کے حق علی مرتضیٰؓ پر جو علی مرتضیٰؓ کو ذلیل اور کمزور اور حضرت ابوبکرؓ کو عزت والا اور قوی جانتے تھے اُنہین خیالات کے باطل اور غلط قرار دینے کے لیے علی مرتضیٰؓ نے یہ فرمایا ہی کہ "وہ ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہی تاکہ اُس کے لیے حق لون - اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہی تاکہ اُس سے حق لون" باعتبار اُس واقعے کے جو تصرف خلافت کے متعلق گذرا صاف اور صریح کلام علی مرتضیٰؓ کے یہ ہی معنے ہو سکتے ہین کہ حق خلافت علی مرتضیٰؓ کا تھا اور تصرف حضرت ابوبکرؓ سے علی مرتضیٰؓ ذلیل اور حضرت ابوبکرؓ عزت والے اور علی مرتضیٰؓ کمزور اور حضرت ابوبکرؓ زبردست سمجھے نہین جا سکتے اور اس معنے اور مراد سے اس امر کا کچھ تعلق نہین ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "جناب امیرؓ کسی زبردست سے کیون ڈرتے اور اپنے ہاتھ کو دست بریدہ کیون رکھتے - اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیون چھوڑ دیتے" اُس کلام علی مرتضیٰؓ کی صرف اس خاص حالت مین جبکہ اُس کلام کو حالت حضرت ابوبکرؓ اور علی مرتضیٰؓ سے متعلق کیا جاوے یہ مراد ہو سکتی ہی کہ جو فضیلت اور برتری علی مرتضیٰؓ کو حاصل تھی اور بہ سبب اُس کے خلافت حق علی مرتضیٰؓ کا تھا حضرت ابوبکرؓ نے جو اُس حق کو لے لیا اُس سے نہ علی مرتضیٰؓ خوار سمجھے جاتے ہین اور نہ حضرت ابوبکرؓ زبردست اُسی فضیلت اور برتری مین جو علی مرتضیٰؓ کو حاصل تھی اور اُسی فضیلت اور برتری کی وجہ سے جو حق خلافت علی مرتضیٰؓ کو حاصل تھا یعنے نہ علی مرتضیٰؓ کی فضیلت اور برتری مین کچھ کمی ہو سکتی تھی نہ اُن کے حق مین کچھ نقصان آ سکتا تھا نہ حضرت ابوبکرؓ کی کچھ بڑائی اُس سے ثابت ہو سکتی تھی نہ اُن کے لیے حق خلافت پیدا ہو سکتا تھا - کوئی شیعہ اس بات کا قائل نہین ہی کہ حضرت ابوبکرؓ سے علی مرتضیٰؓ ڈر گئے تھے اور اس وجہ سے اُنہون

نے حضرت ابوبکر سے خلافت نہین لے لی نہ اس کلام علی مرتضیٰ سے کسی طرح مفہوم ہوتا ہی۔ پس حجت مصنف مخاطب کی اس امر پر مبنی ہی کہ خود اپنی طرف سے ایک امر غلط قرار دیتے ہین اور خود ہی اسپر حجت لاتے ہین۔

ہان علی مرتضیٰ نے خلافت حضرت ابوبکرؓ پر حملہ نہین کیا اور اسکے وجوہ خود علی مرتضیٰ نے فرمائے ہین جو ہمارے ماسبق تحریرون مین ظاہر ہو چکے ہین منجملہ انہین وجوہ سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کچھ امت رسولؐ نے بیعت علی مرتضیٰ سے جو خم غدیر پر ہوئی تھی نکث کرکے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکرؓ پر بیعت کی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰ نے اپنے آپ کو دست بردیدہ فرمایا۔ یہ قول علی مرتضیٰ کا جو خطبہ شقشقیہ[1] مین ہی مخالف اور منافی اُس قول علی مرتضیٰ کا نہین ہو سکتا جو اس کلام زیر بحث مین اظہار حق کے متعلق ہی کیونکہ اظہار حق اور امر ہی اور اُس حق کو بذریعہ حملہ کے حاصل نہ کرنے کے لیے وجہ بیان کرنا اور امر ہی۔ دوسری مصلحت اور دور اندیشی کیوجہ سے جو پہلے ظاہر ہو چکی ہین حق کے طلب کرنے مین صبر یا دیر کرنا کچھ عیب نہین ہو سکتا ہی اور اُس سے اپنے حق کو ساقط کرو بنا یا دعوی کا ترک کرنا لازم نہین آسکتا ہی بلکہ صبر اور دیر کرنا طلب حق مین بہ سبب دوسری مصلحتون کے ایک فعل صواب تھا کہ جس مین طمع خلافت بھی نہین سمجھی جا سکتی تھی۔ افسوس ہی کہ ایسا عمدہ عمل علی مرتضیٰ کا کہ جو ہر کسی بشر سے ظہور مین نہین آسکتا تھا دوسری نوعیت سے سمجھا جائے۔

تیسرا حصہ زیر بحث کلام علی مرتضیٰ کا متعلق اُس واقعہ کے ہی کہ علی مرتضیٰ جو اخبار پیغمبرؐ بیان فرماتے تھے خواہ وہ کسی کی ذات سے متعلق ہون خواہ پیشین گوئی آئندہ سے اور لوگ انھین شک کرتے تھے۔ لوگون کے اُس

[1] دیکھو جلد چہارم روشنی بحث خطبہ شقشقیہ۔

شک رفع کرنے کے واسطے وہ ارشاد علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی اُسی حصہ سے یہ فقرہ مصنف مخاطب لیتے ہین۔

"رضینا عن اللہ قضاءہ وسلمنا لہ امرہ" (ترجمہ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہین اور تسلیم کرتے ہین جو کچھ خدا کا امر ہی)

قضاے الٰہی پر راضی ہونا اور اُسکے امر کو تسلیم کرنا یہ ایک اعلیٰ درجہ ہی مدارج عرفان کا کہ جس پر خاص اولیاء اللہ پہونچتے ہین اور جو کوئی مصیبت اس دنیا مین خاصان خدا کو پیش آتی ہی وہ اُس کی بطیب خاطر برداشت کرتے ہین اور جادۂ تحمل سے قدم اُن کا نہین ڈگتا۔ اور جس مین امتحان اُن خاصگان خدا کا ہو جاتا ہی اُس موقع پر یہ کلمہ اُن کی زبان سے نکلتا ہی۔

ایسے کلمہ سے حقیقت کسی امر باطل کی جو وقوع مین آجاوے لازم نہین آیا کرتی ہی۔

علی مرتضیٰ سید العارفین اور سردار اولیاء اللہ تھے یہ کلمہ بھی اُنہون نے ایسے ہی موقع پر فرمایا ہی کہ جو موقع اُن کے لیے سخت تر مصیبت اور امتحان کا تھا اور وہ مصیبت یہ تھی کہ پیغمبرؐ جو اخبار فرما گئے تھے کہ بعد اُنکے کیا کیا فتنے برپا ہونگے اور صحابہ پیغمبرؐ احداث کرینگے اور اہل بیت پیغمبرؐ کو کیا کیا اذیتین امت کے ہاتھ سے پہونچینگی جن کو موقع بہ موقع خود اہلسنت کی کتابون سے ہم اپنے رسالہ جات مین دکھا چکے ہین۔ اور ابن ابی الحدید اور ابن میثم شارحین نے بھی احداث اور ملاحم کا ذکر کیا ہی۔

علی مرتضیٰ اُنہین اخبارات اور علم پیغمبرؐ کے بموجب جو علی مرتضیٰ کو حاصل ہوا تھا اظہار ایسے امور کا فرماتے تھے جس کی عام طور پر لوگ تصدیق نہین کرتے تھے چنانچہ خود اسی حصۂ کلام مین علی مرتضیٰ فرماتے ہین "آیا تو دیکھتا

ہو مجھے کہ مین رسول خدا پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہو پس مین پہلا اُن لوگون مین کا ہونگا کہ جنہون نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا"

پس ظاہر ہو کہ امت رسولؐ فرمودہ رسولؐ کی جب تصدیق نہ کرے اور علی مرتضیٰؓ کی صداقت بیانی پر شک لاوے تو اس سے زیادہ علی مرتضیٰؓ کے لیے کون موقع مصیبت کا ہو سکتا ہو۔ اسی مصیبت کے سبب سے جو اذیت امت رسولؐ کے ہاتھ سے علی مرتضیٰؓ کو پہونچی اور جس کی علی مرتضیٰؓ نے برداشت کی اُسی کے متعلق علی مرتضیٰؓ فرماتے ہین کہ ہم قضائے خدا پر راضی ہین اور اُس کے امر کو تسلیم کرتے ہین یعنی خدا کی راہ مین جو مصیبت اور اذیت ہم کو پہونچتی ہو اُس کو ہم گوارا کرتے ہین جو کلمہ کہ علی مرتضیٰؓ نے وقت برداشت مصیبت اور اذیت کے فرمایا ہو جس کو ایسے موقع پر خالق خدا فرمایا کرتے ہین۔

یہی کلمہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے معرکہ کربلا مین ایسے ہی موقعون پر جبکہ امت رسولؐ نے اُن کی ہدایت کو نہ مانا اور اُن کے حق کو قبول نہ کیا اور اُن کے اعوان و انصار کو قتل کیا اور خود امام علیہ السلام کو زخمی اور مجروح کیا ہو تو چند بار فرمایا ہو "رضینا بقضاء اللہ وتسلیما لامرہ" لاکھون ہو کر کرورون شیعہ ہر سال عاشورا کے دن بیادگاری امام مظلوم وقت بجا آوری اعمال عاشورا کے خاص اس کلمہ کو بھی عملاً پڑھتے ہین۔

کیا کوئی اس بات کا قائل ہو سکتا ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس کلمہ کے فرمانے سے یہ لازم آگیا کہ حضرت امام حسین ناحق پر تھے

اور یہ بجا حق پر تھا۔ اور اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کر دی تھی اور حضرت امام حسین علیہ السلام اُس پر راضی ہو گئے تھے اور اُن کو کچھ شکایت نہیں رہی تھی حالانکہ مرتے دم تک اُنہوں نے بیعت یزید سے انکار کیا ہے۔ ایسے ہی علی مرتضیٰ نے جو وہ کلمہ ارشاد فرمایا ہے اور اُس کے مصنف مخاطب یہ معنے بتاتے ہیں کہ "اللہ نے خلافت ابوبکر کے لیے مقرر کی ہے ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں۔ ہرگز ہم کو شکایت نہیں" کسی طرح یہ معنے جو مصنف مخاطب نے بیان کیے ہیں صحیح قرار نہیں پا سکتے۔

ہم کو اس میں کچھ عذر نہیں ہے کہ یہ کلمہ علی مرتضیٰ کا معاملہ خلافت حضرت ابوبکر سے متعلق سمجھا جاوے لیکن تعلق اُس کا خواہ مخواہ اسی نوع سے ہوگا کہ علی مرتضیٰ کے نزدیک خلافت حضرت ابوبکر کی مذہب اسلام میں ایک مصیبت تھی اس وجہ سے کہ خلاف مرضی خدا و رسول کے امت رسول نے ایسے شخص کو خلیفہ قبول کیا تھا کہ جس میں وہ اوصاف نہ تھے جن کو خدا و رسول نے بیان فرمایا تھا اور غیر قابل اور غیر مستحق کو خلیفہ مقرر کر لیا گیا تھا اور علی مرتضیٰ خلاف اُس کے جو کچھ از روے قرآن اور اخبار پیغمبر بیان کرتے تھے اُس کی صحت پر لوگوں کو شک ہوتا تھا۔ کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے زیادہ علی مرتضیٰ کے نزدیک کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی تھی جس سے سخت اذیت علی مرتضیٰ کے قلب اور روح کو پہونچی لیکن علی مرتضیٰ نے اپنے غیظ و غضب کو روکا جس کو صبر کہتے ہیں اور اُس مصیبت عظیم اور اذیت شدید کو جس کا اشارہ خطبہ شقشقیہ میں بھی ہے برداشت کیا اور اسی مصیبت اور اذیت کی برداشت کی حالت سے یہ فقرہ متعلق ہو سکتا ہے کہ "ہم قضاء الٰہی پر راضی ہیں اور اُس کے امر کو تسلیم کرتے ہیں" اور اُس مصیبت

کے واقع ہونے سے اور اُس سے اذیت پہونچنے سے ہم کو کچھ شکایت نہین ہی کہ خاصگان خدا کا ایسے ہی موقعون پر امتحان ہوتا ہی اور جس سے ہرگز یہ لازم نہین آسکتا کہ وہ واقعہ جس سے وہ مصیبت ظہور مین آئی اور خاصگان خدا کو اذیت پہونچی صحیح اور مطابق مرضی خدا کے تہا۔ اس بنا پر لزوم اس امر کا قرار نہین پا سکتا کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی تہی اور علی مرتضیٰؓ اور اہلبیت پیغمبرؐ اُس کی صحت اور جواز پر راضی ہو گئے تہے۔ کسی امر کو حق قبول کرنا اور چیز ہی اور کسی امر ناحق پر صبر و سکوت کرنا اور چیز ہی۔

خلیفۂ برحق وہ ہو سکتا ہی جو مطابق ہدایت خدا اور رسولؐ کے قبول کیا جائے اور جو امتیاز اور اوصاف خدا و رسولؐ نے قرار دیے ہین اُس مین وہ امتیاز اور اوصاف موجود ہون۔ ایسے خلیفہ کو کہ سکینگے کہ مطابق مرضی خدا اور رسولؐ کے ہی لیکن برخلاف اُس کے لوگ جس کسی کو خلیفہ مقرر کرلین اور وہ خلیفہ قرار پا جاوے اُس کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ بموجب تقدیر الٰہی کے یعنے موافق اُس اندازہ کے ہی جو خدا نے کیا تہا بلکہ صاف یہ کہا جائیگا کہ بموجب تقدیر بندگان خدا کے ہی کہ جس کو بندگان خدا نے اپنے اندازے سے مقرر کیا ہی اور یہی فرق ہی باہم خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الناس کے یعنی درمیان اُس خلیفہ کے کہ جو منجانب اللہ ہو اور اُسکے جو منجانب لوگون کے ہو۔ اور جن لوگون کا یہ اعتقاد ہو کہ خدا اور اُسکے رسولؐ نے کوئی ہدایت دربارہ تقرر خلیفہ کے نہین کی وہ کیسے کہ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اول خدا نے کی تہی وہ مجبور ہین اس امر کے کہنے پر کہ بغیر اور بلا مرضی خدا کے اُس کے بندہ مختار ہین جس کو چاہین خلیفہ مقرر کرلین اور کچھ شبہ نہین ہی کہ بغیر ہدایت خدا اور رسولؐ کے بندگان خدا اور امت رسولؐ جو کچھ محض اپنی خواہش سے عمل مین

لاوینگے اُس مین خطا ہوگی اور مجرد کسی امر کے واقع ہوجانے کو تقدیر الٰہی سمجھا جائے تو کفر کا وقوع اور شیوع کو کسی زمانہ مین ہو تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھا جائیگا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مجرد واقع ہوجانے سے اگر تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھی جائے تو کوئی وجہ نہین ہی کہ بمقابلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے یزید کی خلافت کو کیون نہ کہا جائے کہ تقدیر الٰہی تھی اور بموجب اس تقدیر کے وہ خلافت صحیح ہی اور کلمہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ مراد کیون نہ لیجائے کہ اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہرگز ہم کو شکایت نہین "

یقین کرنا چاہیے کہ یہ رضا و تسلیم جو علی مرتضیٰؓ اور حسنین علیہما السلام نے ظاہر کی ہی وہ مصیبت اور اذیت کی برداشت پر ہی جو راہ خدا مین اُن کو برداشت کرنا پڑا نہ حضرت ابوبکرؓ اور یزیدؓ کی صحت خلافتون کے قبول پر۔

علی مرتضیٰؓ نے اُسی حصہ کلام مین اس فقرہ کے بعد کہ ہم قضاے خدا پر راضی ہین اور اُس کے امر کو ہم نے قبول کیا ہی اور جس سے راہ خدا مین مصیبت اور اذیت کی برداشت مراد ہی جو یہ فرمایا ہی۔ آیا تو دیکھتا ہی کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے آنحضرت کی تصدیق کی ہی پس مین پہلا اُن لوگون مین کا نہ ہونگا کہ جنہون نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا" اس کے یہ معنے نہین ہوسکتے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین " یعنی رسول مجھکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین "

یہ معنی صحیح اسلیے نہین ہوسکتے کہ اس فقرہ کلام علی مرتضیٰؓ سے ظاہر ہی کہ حضرت جو کچھ فرماتے تھے لوگ اُس مین شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب

علی مرتضیٰؑ کے تھے پس ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کلام علی مرتضیٰؑ کا جس میں لوگ شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰؑ کے تھے اُن لوگون کے خیالات کے موافق تھا یا مخالف ۔ ظاہر ہے کہ وہ ارشاد علی مرتضیٰؑ مخالف اُن لوگون کے خیالات کے تھا ۔

اگر اُن لوگون کے خیالات کے موافق ہوتا تو وہ لوگ ارشاد علی مرتضیٰؑ مین شک نہ کرتے اور اُن کے کلام کی تکذیب پر آمادہ نہ ہوتے اور اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ اُن لوگون کے خیال مین خلافت حضرت ابو بکرؓ کی برحق اور صحیح تھی ۔ لہذا یہ لازم آتا ہے کہ علی مرتضیٰؑ اخبار و احادیث پیغمبرؐ کے موافق اُس خلافت کو ناحق اور غیر صحیح ظاہر فرماتے تھے اور وہ لوگ علی مرتضیٰؑ کے ارشاد مین جو مخالف اُن کے خیالات کے تھا شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰؑ کے ہوتے تھے ۔

پس اس کلام علی مرتضیٰؑ کے سوائے اس کے اور کچھ معنے نہین ہو سکتے کہ رسولؐ آگاہ فرما گئے ہین کہ خلافت حق علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ ہے اور سوائے ان کے جو کوئی خلافت قبول کرے یا امہ رسول کسی غیر کو خلیفہ قرار دے وہ ناحق اور مذہب اسلام مین فتنہ ہے ۔ اور یہ خبر مین سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ہے ۔ اور یہ معنی کسیطرح سے صحیح نہین ہو سکتے کہ رسول خدا کو یہ خبر دیگئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہے مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ہے کیونکہ علی مرتضیٰؑ مخالف صحت خلافت ابو بکرؓ کے اخبار رسولؐ بیان کرتے تھے اور لوگون کے خیال بتائید صحت خلافت حضرت ابو بکرؓ کے تھے ۔

چوتھے حصہ کلام علی مرتضیٰؑ مین جو عین فقرہ منقولہ بالا کے بعد ہے جسکے معنی ابھی بتلائے گئے ہین ۔ یہ فقرہ ہے پس مین نے جو اپنے امر پر نظر کی تو

ناگاہ دیکھا کہ طاعت میری - میری بیعت پر سبقت لے گئی ہی - اور ناگاہ دیکھا مین نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے مین ہی" جس کی صریح مراد یہ ہی کہ جب مین نے اپنے امر پر نظر کی تو بات تو یہ تھی کہ طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی تھی - یعنے مین نے رسول کی اطاعت کہ جو عین اطاعت خدا تھی اس درجہ پر کی تھی کہ وہ اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی تھی اس بات پر کہ لوگ میرا اتباع کرین یا یہ بات تھی کہ میری اطاعت لوگون پر میرے ساتھہ بیعت کرنے سے سابق ہی واجب ہو گئی تھی لیکن باوصف اس شان صریح موجودہ کے بات یہ ہو گئی کہ عہد اپنے غیر کا اپنے گلے مین پایا - یعنی غیر کی سلطنت اور خلافت کا اتباع میری گردن مین پڑ گیا - جس سے غرض یہ ہی کہ لوگون نے دوسرا خلیفہ اور بادشاہ سلطنت قومی مسلمانون کا بنا لیا اور مجکو انکا تابع قرار دیا - بجاے اس کے کہ میرا حق بوجہ اطاعت خدا اور رسول کے یہ تھا کہ مجکو لوگ خلیفہ اور بادشاہ مذہب اسلام قبول کرتے - اور میری اطاعت اپنے اوپر واجب جانتے اور میرے ہاتھہ پر بیعت کرتے کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی تھی -

جس مین اشعار اور اظہار حق خلافت کا اپنے لیے اور انکار حق خلافت کا غیر کے لیے ہی - بجاے اس صاف و صریح مراد کے مصنف مخاطب جو یہ مطلب جناب امیرؑ کا قرار دیتے ہین کہ "بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکر کی اطاعت مجھپر واجب ہی" صریح غلط ہی کیونکہ کلام علی مرتضیٰؑ سے وجوب اطاعت ابوبکر کا علی مرتضیٰؑ پر کسی طرح مفہوم نہین ہو سکتا نہ اُس سے بیعت کرنا علی مرتضیٰؑ کا حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھہ پر واضح ہوتا ہی چنانچہ وہ اصلی فقرہ یہ ہی "فنظرت فی امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی" جس کا لفظی ترجمہ یہ ہی - پس مین نے

اپنے معاملہ مین نظر کی تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ طاعت میری - (اے مین نے جو اطاعت خدا اور رسول کی کی تھی) سبقت لے گئی ہی یا میری اطاعت جو خدا و رسول نے لوگون پر واجب کردی ہی - میری بیعت پر (اے میرے ساتھ بیعت کرنے پر) " سبقت لیگئی ہے "

مصنف مخاطب جو یون ترجمہ کرتے ہین کہ یکایک یہ معلوم ہوا کہ .. میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی " ہرگز ٹھیک نہین ہی - کیونکہ یہ ایک غلط مضمون ہوتا ہی کہ مین نے جو اطاعت کی ہی وہ میری بیعت کرنے سے تھی - اس لیے کہ علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کی کبھی اطاعت نہین کی اور انکار بیعت سے کیا -

اور اگر یون کہا جائے کہ مجکو اطاعت کرنا بیعت کرنے سے پہلے چاہیے تھا تو اس کے واسطے اصل فقرہ مین الفاظ نہین ہین جو الفاظ کہ اصل فقرے مین ہین اُس کے صرف یہی معنے ہوسکتے ہین کہ میری اطاعت جو مین نے کی ہی یا جو لوگون پر واجب ہوگئی ہی وہ سبقت لے گئی ہی میری بیعت پر یعنے میرے ساتھ بیعت کرنے پر -

اور اگر اس فقرہ کا وہ مفہوم ہوتا جو مصنف مخاطب ترجمہ مین پیدا کرنا چاہتے ہین تو وہ اصل فقرہ یون ہوتا "فاذا کانت علی طاعة غیری قد سبقت علی بیعتی " پس ناگاہ تھا مجھپر اطاعت کرنا غیر اپنے کا بالتحقیق سبقت لے گئی ہی اوپر بیعت میری کے "

مصنف مخاطب اپنے مفہوم کو جب تک کہ اصل فقرۂ عربی مین نہ بڑھا دین تب تک ترجمہ مین وہ مفہوم پیدا نہین ہوسکتا -

پھر قول جناب امیرؓ کا (اُسی قول کے ساتھ جس کا ذکر ابھی ہوا) بیشک

یہ ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا بیعت ابوبکر کا عہد میری گردن مین ہی"

ان دونون قول کا مفہوم صریح ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ امر تو کچھ ہونا چاہیے تھا اور ہو گیا کچھ یعنے حق ناحق ہو گیا مگر مصنف مخاطب اسکے معنے یہ بیان کرتے ہین "یعنی مہاجرین و انصار نے ابوبکر سے بیعت کر لی تھی اسوجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہون اُنکی بیعت اُنپر بھی لازم ہو جاتی ہی جو اُسوقت موجود نہون"

جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے یہ مراد ظاہر کی ہی افسوس ہی کہ اُسکے خلاف اصول ہونے کی وجہ سے ہم اُس سے اتفاق نہین کر سکتے اول یہ اصول عامہ ہی کہ جس عہد مین جو لوگ شریک ہون اُنہین پر پابندی اُس عہد کی لازم ہوتی ہی نہ اُن لوگون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک ہون نہ طلب کیے گئے ہون نہ اُنکو اطلاع دی گئی ہو کہ کوئی عہد قومی ہونے والا ہی نہ اُنکی طرف سے وکلا اور سفیر ہون یا اُنکے عوض اُنکی اجازت سے رائے دینے والے سیا یون کہو کہ قوم کی طرف سے جماعت اہل الرائے یا اہل حل وعقد ہون۔

جن مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر لی تھی اُنکا عہد اگر صحیح ہو تو باعتبار اسکے کہ وہ عہد بیعت اُنہون نے کیا تھا اُسکی تعمیل اُنپر واجب ہوتی لیکن علی مرتضیٰؓ جو نہ اُس عہد مین شریک تھے نہ اُنکی اجازت سے کوئی اُنکے عوض رائے دینے والا تھا نہ وہ شرکت جلسہ کے لیے طلب کیے گئے نہ اُنکو اطلاع دی گئی نہ مجمع متفقہ اہل الرائے اور اہل

حل وعقد کا تو ہر کی طرف سے تھا۔ تو وہ پابند کسی عہد مہاجرین اور انصار کے ہرگز نہیں ہو سکتے تھے اور نہ وہ اُنکے عہد کو اپنے ذمہ واجب جان سکتے تھے نہ مصنف مخ[illegible] نے کوئی سند کسی آیت یا حدیث سے دی کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہون اُنکی بیعت اُنپر بھی واجب ہو جاتی ہی جو اسوقت موجود نہون نہ بیعت [illegible] انتخاب کرنے والا مجمع اہل الرائے اور اہل حل وعقد کا ہو۔

مین پوچھتا ہون کہ [illegible] خدمت مین پیغمبر کی موجود ہو کر اور مسلمان ہو کر یعنے پیغمبر کی [illegible] فرمانبرداری قبول کرکے عہد بیعت کرتے تھے تو وہ عہد بیعت [illegible] لوگوں کے ذمہ بھی واجب ہو جاتا تھا جو اسوقت موجود نہون یہ سوال تو اصول عامہ کی شکل پر تھا۔ لیکن خاص صورت تمثیلاً اس واقعہ کی یہ ہی کہ [illegible] ہم کا ارشاد فرماتے اور کچھ مسلمان اُسکے خلاف بغیر اطلاع اور طلب [illegible] شرکت دوسرے مسلمانون کے کوئی عہد نئی سے کرتے تو آیا وہ عہد دوسرے مسلمانون کی گردن مین پڑ سکتا ہی اور وہ عہد اُن دوسرے مسلمانون پر واجب العمل ہو سکتا ہی۔؟

چاہو یون فرض کرو کہ اپنے زمانہ حیات مین کوئی امر پیغمبر نے بیان نہ فرمایا ہو یا کسی امر کی ہدایت نہ کی ہو اور کچھ مسلمان خود بخود اپنی طرف سے کوئی عہد باہم کر لین تو وہ عہد اُن مسلمانون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک تھے نہ موجود نہ اُنکے عوض کوئی رائے کا دینے والا نہ وہ طلب کیے گئے ہون نہ اُنکو اطلاع دی گئی ہو نہ وہ مجمع اہل الرائے اور اہل حل وعقد کا ہو۔ واجب ہو سکتا ہی۔؟

اس ہر صورت کا جواب مجکو یقین ہی کہ ہر کوئی نفی ہی مین دے سکتا ہی

سقیفۂ بنی ساعدہ مین حضرت ابو بکر کے تقرر [illegible] جو کچھ جس
حیثیت سے کہ ہوا بجائے اُسکے یہ ہونا چاہیے [illegible] کی خبر سن
سنکر جیسے کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ مسجد نبوی مین آ [illegible] ہو گئے تھے ایسے
ہی لوگ جمع ہوتے جاتے اور سقیفہ بنی ساعدہ [illegible] ہوتے
تھے اُنکو بھی مسجد نبوی مین بلا لیا جاتا تاکہ اول سب [illegible] بنی مین شریک
ہوتے۔

بعد قبض روح پیغمبرؐ سب سے پہلے جو کام ہونا چاہیے [illegible] دفن
پیغمبرؐ کا تھا لیکن اس کام کا مقدم ہونا وہی سمجھ سکتا تھا [illegible] تمام
اور تمام کام عملی جو مذہب اسلام سے متعلق تھے [illegible] ہوئے
خلیفۂ رسول اور بادشاہ اسلام سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ تجہیز اور تکفین پیغمبرؐ کو مقدم [illegible] اور تجہیز و تکفین پیغمبرؐ
کو ترک کرکے اور علی مرتضےٰؓ جو کار تجہیز و تکفین پیغمبرؐ [illegible] مشغول تھے اُنکے
اُس کار کو یہ سمجھکر کہ امام اپنا کام کر رہا ہے سقیفۂ بنی ساعدہ [illegible] اسلئے طے کرنے
امر خلافت کے تشریف لے گئے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت [illegible] اور عمر نے
علی مرتضےٰؓ کا امام ہونا قبول کرکے سب سے پہلے امام سے اس امر مین
اختلاف کیا کہ پیغمبرؐ کا کفن و دفن مقدم ہے یا خلیفہ کا مقرر کرنا۔

حضرت ابو بکرؓ کو جب وفات پیغمبرؐ کی خبر ہوئی تھی تو وہ جنازۂ نبیؐ پر حاضر
ہوئے اور اُنکے چہرۂ مبارک کو دیکھکر بوسہ دیا اور اُنکی موت کا اطمینان
کرکے باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کو کہ جو سکر موت رسول تھے اور برہنہ
تلوار کو گھما کر یہ فرماتے تھے کہ جو کوئی نبی کی موت کا قائل ہوگا اُسکا سر اُڑا دونگا
آیت پڑھکر موت پیغمبرؐ کا یقین دلایا۔

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم"

ترجمہ "اور نہین ہی محمدؐ مگر رسول تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے اُس سے بہت رسول پہر کیا اگر پیغمبر مرجائے یا قتل ہوجائے پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن"

اس آیت مین نبی کی وفات کا ہر طرح سے ذکر تہا خواہ بستر پر موت ہو خواہ میدان جنگ مین قتل ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سنکر فرمایا یہ آیت مجکو یاد نہین رہی تہی مگر حضرت ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے موت پیغمبرؐ کا اُنکو یقین ہوگیا۔

جب موت پیغمبرؐ کا حضرت ابوبکر کو اطمینان اور حضرت عمر کو یقین ہوگیا تہا تو اُنکو لازم تہا کہ وہ تا تجہیز اور تکفین پیغمبر جنازۂ پیغمبرؐ پر حاضر رہتے اور لاش پیغمبرؐ کو چہوڑ کر چلے نہ جاتے۔

پیغمبرؐ کی جان اور جسم دونون رسولؐ ہوتے ہین جان محمدؐ کو بہی روح رسول کہتے تہے اور جسم محمدؐ کو بہی جسم پیغمبرؐ کہتے تہے۔ روح رسول جب جسم پیغمبرؐ مین تہی اُسوقت بہی پیغمبر کو چہوڑنا نہین چاہیے تہا اور جب روح پیغمبر جسم رسولؐ مین نہین تہی اُسوقت جسم پیغمبرؐ کو بہی چہوڑنا نہین چاہیے تہا۔

مگر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ حیات پیغمبرؐ مین بہی میدان جنگ مین چہوڑ چہوڑ کر چلے گئے اور بعد ممات بہی جسم پیغمبر کو چہوڑ کر چلے گئے

افسوس ہی کہ آیت فکر ممات پیغمبر حضرت ابوبکر کو تو پہلے سے یاد تہی اور وقت مرگ پیغمبرؐ اُنہون نے حضرت عمر کو تازہ یاد کرائی لیکن یہ دونون بزرگوار پورا مضمون اُس آیت کا دفعۃً بہول گئے "اگر پیغمبر مرجائے یا قتل ہوجائے پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن"

فی الحقیقت علی مرتضےٰ منجانب خدا قابلیت امامت کی رکھتے تھے۔
جنھون نے نہ حیات پیغمبرؐ مین میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑا نہ بعد وفات اُنکے جسم کو۔

حضرت ابوبکر اور عمر کو نہین چاہیے تھا کہ علی مرتضےٰ سے اختلاف کرتے وہ کفن و دفن پیغمبرؐ کو مقدم سمجھتے اور لاش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر سقیفۂ بنی ساعدہ کو نہ چلے جاتے اور جنازۂ نبی پر حاضر رہکر اور جسقدر مہاجر و انصار خبر وفات پیغمبر سن سنکر جمع ہوتے وہ سب عزت شرکت دفن نبی کی حاصل کرتے۔

بعد اُسکے بوجودگی علی مرتضےٰ و بنی ہاشم اور دیگر مہاجر و انصار کے اگر کسی کو یہ شبہہ ہوتا کہ پیش پیغمبرؐ علی مرتضےٰ کا رامامت نہین کرتے رہے ہین اور نہین قابلیت کار خلافت کی نہین ہی تو اس امر کو طے کرتے کہ بعد پیغمبر کون خلیفہ مقرر ہونے کے قابل ہی اور اس امر کے طے کرنے سے پہلے تمام مسلمانون علے الخصوص تمام سرداران قبائل عرب کو اطلاع دیتے کہ وہ کسی روز جمع ہوکر بالاتفاق اس امر کو طے کرین کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ مقرر کیا جائے لیکن امر تقرر حضرت ابوبکرؓ کا خلافت پر نہایت عجلت کے ساتھ کار مقدم تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بلا لحاظ کسی اصول کے کہ جسکا ہونا ایک عظیم علمی کارروائی کے لیے ضروری تھا عمل مین لایا گیا۔

جن لوگون نے کہ اُسوقت حضرت ابوبکر کے ساتھ بیعت کی اُنکا عہد علی مرتضےٰ کی گردن مین ڈالنا یا اُنکے عہد کا علی مرتضےٰ کے ذمہ لازم ہونا جیسا کہ مصنف مخاطب قرار دیتے ہین سوا مصنف مخاطب کے اور کسی کی سمجھ مین نہین آسکتا۔
بلکہ میری سمجھ مین تو خود وہ لوگ ہی کہ جنھون نے اُسوقت حضرت ابوبکرؓ

سے عہد بیعت کیا تھا پابند اپنے اُس عہد کے نہین رہ سکتے کہ وہ عہد بے اصول ہونے کی وجہ سے باطل اور ناجائز تھا ایسی حالت مین کلام علی مرتضیٰ کے یہ معنے بیان کرنا کہ غیر کا یعنے ابوبکر کا عہد میری گردن مین ہی اور مہاجرین اور انصار کی بیعت سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا سراسر غلط اور غیر صحیح ہی۔

نہ علی مرتضیٰ اس معنی مین وہ کلمہ فرما سکتے تھے اور جو کلمہ کہ اُنھون نے فرمایا ہی نہ اُسکے وہ معنے ہو سکتے ہین۔ بلکہ اُسکے ارشاد کے وہی معنے ہین کہ کچھ کا کچھ اور حق کا ناحق ہو گیا یعنے کہ میری اطاعت جو خدا اور رسول کی کر چکا ہون سبقت لے گئی ہی میرے ساتھ بیعت کرنے سے۔ اور ناحق عہد غیر کے لیے میری گردن مین پڑ گیا۔

واسطے غیر کے عہد کا علی مرتضیٰ کی گردن مین پڑنے سے مراد یہ ہی کہ مین اُس غیر کو حملہ کرکے بوجہ دیگر مصلحتون کے جنکو اُنھون نے دوسرے موقعون پر فرمایا ہی دفع نہین کر سکتا اور اُنکو اُنکی حالت پر چھوڑ کر صبر کرتا ہون اور اس حیثیت سے عہد واسطے غیر کے میری گردن مین پڑ گیا۔

علی مرتضیٰ نے ہرگز یہ نہین فرمایا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ میری بیعت سے پہلے ابوبکر کی بیعت مجھپر فرض ہو گئی اور اُنکا عہد میری گردن پر آگیا جس کی حقیقت ہم ابھی اوپر کہہ چکے اور نہ اُس سے یہ ثابت ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب قصد کرتے ہین کہ تاخیر بیعت بطور دوستانہ شکایت کے تھی۔

اور اُسی مضمون کو مصنف مخاطب یون ادا کرتے ہین کہ "اگر یہ مانا جائے کہ جناب امیر نے بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اسوجہ سے نہ تھی کہ وہ ابوبکر

کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہوں بلکہ بطور دوستانہ شکایت کے تھی اور اس تاخیر میں کوئی ہرج نہ سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تھا"

یہ مضمون بطور دفع دخل کے مصنف مخاصب نے باعتبار روایات اپنے بیان کی کتب کے بیان کیا ہے کہ بیعت علی مرتضیٰ کے بارہ میں اہل سنت کے بیان مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کا یہ مقصود ہے کہ بوجہ سطوت خلافت کے علی مرتضیٰ سے بلا تاخیر بیعت لی گئی اور بعض روایتوں سے اہل سنت نے یہ مقصد نکالا ہے کہ بوجاہت حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے تا زندگی اُنکے علی مرتضیٰ سے بیعت طلب کرنے پر اصرار نہیں کیا گیا تھا بعد وفات جناب سیدہ علی مرتضیٰ نے بیعت کی۔ لیکن ہم موقع بموقع ان ہر قسم کی روایات کی حقیقت کھولے دیتے ہیں۔

جن روایات سے بذریعہ قہر و استیلا کے علی مرتضیٰ کا واسطے بیعت کے طلب کرنا یا بلا تاخیر اُنکا بیعت کرنا ظاہر کیا گیا ہے وہ روایات بغرض اثبات قہر و استیلا کے وضع کی گئی ہیں تاکہ حق خلافت قہر و استیلا کی وجہ سے پیدا ہو جائے لیکن ناواقف تھے اس امر سے کہ مسئلہ قہر و استیلا بیرون سلطنت حق پیدا کرتا ہے اور مضامین اُنکی دوسری قسم کے روایات کے بوجہ مخالف اور مختلف ہونے کے قابل اعتماد کے نہیں ہیں۔

اور جن روایات سے کہ بعد وفات جناب فاطمہ کے بہ تاخیر بیعت کرنا علی مرتضیٰ کا بیان کیا جاتا ہے منجملہ اُنکے جو روایت صحیح بخاری میں ہے اُس سے مصالحت باہم حضرت ابوبکر اور علی مرتضیٰ کے واضح ہوتی ہے نہ بیعت۔

اور بنظر واقعات کے مصالحت یہی قرار پا سکتی ہے کہ حضرت ابوبکر و علی مرتضیٰ

حملہ نہ کرین اور حضرت ابو بکر طلب بیعت کے ارادہ سے باز آئین اور خلاف روایت صحیح بخاری کے دوسری روایتین اُس قسم کی جس مین ذکر بیعت علی مرتضیٰ کا ہی معتمد نہین ہو سکتین۔

شیعہ از روے تحقیق برابر اسکے قائل ہین کہ علی مرتضیٰ نے بیعت حضرت ابو بکر سے نہین کی اور نہ کسی اور خلیفۂ وقت سے۔ اور نہ حضرت امام حسن نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور نہ حضرت امام حسین نے یزید بن معاویہ سے۔ البتہ علی مرتضیٰ نے باکراہ خلافت خلفاے ثلاثہ کو اُنکی حالت پر چھوڑا اور حملہ نہ کرکے اُنکو رہنے دیا اور اسی شان سے کہا جا سکتا ہی کہ علی مرتضیٰ نے اتباع اُنکی خلافتون کا کیا جیسے سلطنت غیر عادل کا اتباع اہل عدل ہمیشہ کیا کرتے ہین یقین کرنا چاہیے کہ اگر علی مرتضیٰ اطاعت حضرت ابو بکر کو واجب سمجھتے ہوتے تو ممکن نہین تھا کہ وہ ایک لمحہ بھی اُنکے ہاتھ پر بیعت کرنے سے توقف کرتے کیونکہ وہ تمام امور جو شرعاً واجب ہون فوراً بلا تاخیر عمل مین لانے والے تھے۔ اور تعمیل امر واجب مین تاخیر شکایت دوستانہ متصور نہین ہو سکتی بلکہ اپنے حق مین دشمنی ہی جسکی توقع علی مرتضیٰ سے غیر ممکن ہی۔ اور اگر علی مرتضیٰ بیعت حضرت ابو بکر کو واجب نہین سمجھتے تھے تو تاخیر بیعت کے کچھ معنی نہین ہو سکتے۔

اور جب مصنف مخاطب یہ قرار دیتے ہین کہ علی مرتضیٰ اطاعت حضرت ابو بکر کو واجب سمجھتے تھے تو اُسکے مخالف جو نتیجہ بیعت نہ کرنے کی حالت مین پیدا ہوتا ہی وہی نتیجہ تاخیر بیعت مین پیدا ہوگا۔ مقدار زمانہ امر نا واجب کو تبدیل نہین کر سکتا۔

مصنف مخاطب کس قدر خوبی سے دفع دخل کرتے ہین کہ علی مرتضیٰ پر امر واجب کی تعمیل کی تاخیر کا الزام عائد کرنا چاہتے ہین۔ لیکن وجہ اُسکی یہ ہی کہ وہ

علی مرتضےٰ کو مثل دیگر اُن صحابہ اور مسلمانون کے سمجھتے ہین کہ جو امر واجب کو قائم
عمل مین لانے والے تھے جسکا اثر علی مرتضےٰ کے افضل الناس ہونے
پر پڑتا ہی مگر اسکو شیعہ قبول نہین کر سکتے ہان اہل سنت مین سے جسکا جی
چاہے اُسکو قبول کرے کہ مصنف مخاطب بجاے ادعاے نصیحت شیعون
کے اس موقع پر اہلسنت کو نصیحت کرنے لگے ہین۔

پہر مصنف مخاطب حضرت ابو بکر سے جناب امیرؑ کو لڑنے کا خیال پیدا کرنے
کے لیے یہ محنت کرتے ہین کہ "جناب امیرؑ ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے
تھے اور یون کہتے تھے کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تھی اُسیطرح
میری خلافت بھی حق ہی جس ذریعہ سے اُنکو خلافت حاصل ہوئی تھی اُسی ذریعہ
سے مجکو۔ جن مہاجرین اور انصار نے جس شرط پر اُنسے بیعت کی تھی اُنہین نے
اُسی شرط پر مجھسے جسطرح اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی اُسیطرح میری"

اور نہج البلاغہ کی شرح ابن میثم سے خط جناب امیرؑ موسومہ معاویہ کے فقرات
نقل کرکے یون ترجمہ کیا ہی اور اخیر فقرہ کی جو عبارت چھوڑ دی ہی اُسکا ترجمہ
خط ہلالی مین ہم لکھدین گے "جناب امیرؑ نے خط لکھا تھا معاویہ کو کہ بیشک
مجھسے اُنہین لوگون نے بیعت کرلی جنھون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے
بیعت کی تھی اُسی شرط پر جس شرط پر کہ اُنسے بیعت کی۔۔ اب نہ کسی حاضر کو جائز
ہی کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو یہ اختیار ہی کہ اُسکو رد کرے۔ اور
نہین ہی شوری مگر مہاجرین اور انصار کے لیے۔ پس اگر وہ جمع ہو کر کسی کو امام
مقرر کردین تو وہی اللہ کی رضامندی ہی۔ پہر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے
والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پہیر دو اُسی بیعت
کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی۔ پہر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اُس سبب

سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے۔ اور مین قسم کھاتا ہون اپنی جان کی ای معاویہ اگر تو اپنی ہوا کو چھوڑ کر اپنی عقل سے غور کرے تو قتل عثمان کے اتہام مین تو مجکو سب آدمیون سے زیادہ بری پائیگا اور البتہ تو جان لیگا کہ مین ایک گوشہ مین تھا اُس سے" (مگر یہ کہ گناہ ڈھونڈھے تو میرا پس گناہ ڈھونڈھ تو جو کچھ کہ ظاہر ہوچکو)

مصنف مخاطب نے شروع مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ "وہ اُنہین لوگون نے بیعت کی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تھی۔ اُسی شرط پر جس شرط پر اُنسے بیعت کی تھی" لفظ شرط صحیح نہین ہی اصل عبارت مین لفظ "علیٰ ما" ہی جسکا یہ ترجمہ ہوتا ہی "اُسی طرح پر" یعنے بیعت کی مجھسے قوم کے اُنہین لوگون نے کہ جنہون نے بیعت کی ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے اُسیطرح پر کہ بیعت کی تھی اُنہون نے اُنسے جسطرح پر یعنے جیسے کہ اُن تینون کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے جن لوگون نے بیعت کی تھی ویسے ہی مجکو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُن لوگون نے مجھسے بیعت کی ہی۔

اور باقی مضمون ترجمہ مین جہان کہین جو پیرایہ بنوع دیگر اختیار کیا ہی اُسکا فرق اُس ترجمہ سے نمایان ہوجائیگا جہان آئندہ ہم ترجمہ لکھین گے۔

مصنف مخاطب اپنے ترجمہ کے مضمون بالا سے یہ استدلال کرتے ہین کہ "جناب امیرؑ نے اول یہ فرمایا کہ جن لوگون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی اُنہین لوگون نے مجھسے بیعت کی ہی پس جسطرح وہ تینون امام برحق تھے اُسیطرح مین امام برحق ہون اور جسطرح اُنکی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تھا اُسیطرح میری امامت سے انکار جائز نہین"

"پھر جناب امیرؑ کو یہ تردد کیوں ہوتا کہ ابوبکر سے لڑوں یا نہ لڑوں۔ اگر جناب امیرؑ ابوبکر سے لڑتے تو ابوبکر کے مقابلہ میں اُنکی وہی حالت ہوتی جو جناب امیرؑ کے مقابلہ میں امیر معاویہ کی ہوئی"

"پھر جناب امیرؑ نے فرمادیا کہ امام مقرر کرنے کا اختیار مہاجرین اور انصار کو ہی جسکو وہ امام بنائیں اُسی سے اللہ راضی ہی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ امامت کے لیے نص نہ تھی بلکہ امامت بیعت مہاجرین و انصار سے حاصل ہوتی تھی۔ خلفاء ثلاثہ کو مہاجرین و انصار نے امام بنایا تھا پس اللہ اُنکی امامت سے راضی تھا۔ مہاجرین و انصار جسکو امام بنائیں پھر اُس سے جو کوئی مخالفت کرے اور سمجھانے سے نہ مانے اُس سے مومنین کو لڑنا چاہیے پس اگر جناب امیرؑ ابوبکر کی مخالفت کرکے اُنسے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیرؑ سے لڑنا واجب ہوتا"

"مہاجرین اور انصار کو جسکو امام بنادیں اُسپر طعن کرنا بھی جائز نہیں جو طعن کرے وہ بھی باغی ہی اور اُس سے لڑنا جائز ہی"

"جناب امیرؑ نے جو یہ فرمایا (قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین ولا اللہ) اُسمیں اس آیت کی طرف اشارہ ہی"

"ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا"

"اور جو شخص مخالفت کرے رسولؐ کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر طریقہ مومنین کا پھیر دینگے ہم اُسکو جدھر کو پھرا اور ڈالینگے ہم اُسکو جہنم میں اور وہ بُرا ٹھکانا ہی"

اور فاضل میثم کی شرح سے حوالہ دیتے ہیں کہ "جناب امیرؑ کے خط میں

(ولا کا اللہ) سے آگے (عا تولی) اور اُسکے بعد پوری آیت لکھی تھی اور پورا خط بھی نقل ہی جسمین پوری آیت مذکور ہی"

مصنف مخاطب اپنی طرف سے یہ بھی لکھتے ہین کہ "رضی نے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اس آیت کے باقی لفظ بھی حذف کر دیے"

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ استنباط کرتے ہین کہ "جناب امیر نے جو یہ فرمایا تھا کہ مہاجرین و انصار کے بنائے ہوئے امام سے جو مخالف ہو اُس سے لڑو اس دعوے کی دلیل مین یہ آیت ذکر کی اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر نے اُن مہاجرین اور انصار کو جنہون نے ابوبکر اور عمر اور عثمان کو امام بنایا سو سن مانا یہ وہی لوگ ہین جنکو حضرات شیعہ مرتد کہتے ہین (معاذ اللہ منہا) جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان امام المومنین تھے اسیطرح مین بھی امام المومنین ہون"

مصنف مخاطب یہ بھی حجت کرتے ہین کہ "اس آیت مین جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مذکور ہی جو حق ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے اور جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق کیا جو ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی سے باغی ہو پس ثابت ہوا کہ جو شخص ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی کا مخالف ہو وہ رسول کا بھی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی"

آخر کار مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "شیعون کے مقابلہ مین جو اہلسنت کا مذہب ہی وہ سب اس کلام معجز نظام سے ثابت ہو گیا اور چونکہ جناب امیر نے اسکے ثبوت مین قرآن کی آیت بھی ذکر کر دی اسلیے ثابت

ہوگیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے مطابق ہی اور شیعون کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی۔

ای حضرات شیعہ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تمپر حجت ہوگا"

جب روز جزا حساب ہوگا محشر مین نجات اُسے ملے گی	اس قول کا کیا جواب ہوگا جو تابع بو تراب ہوگا"

پھر مصنف مخاطب علماے شیعہ کو اس قول کی تاویل مین سخت عاجز جانکر اُنکا قول یہ ظاہر کرتے ہین کہ "جو لوگ نص امامت کو نہین جانتے تھے اُنکے سامنے جناب امیرؑ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا کہ جو اُن کو مسلم تھا مگر جناب امیرؑ کو مسلم نہ تھا" اور علماے شیعہ کی تاویل کو بوجوہ باطل کرنے کا قصد کرتے ہین۔

"اول۔ جناب امیرؑ نے اس قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔

دوسرے۔ اس کلام مین کوئی ایسا قرینہ نہین جس سے سمجھا جاے کہ یہ قول جناب امیرؑ کو مسلم نہ تھا۔ اگر امیر معاویہ کو الزام دینے کے لیے ایسا لکھا تھا تو اتنا لکھدینا کافی تھا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تھی اُنہین لوگون نے مجھسے بیعت کی تھی شوری کا اختیار مہاجرین اور انصار کو اور اُن کے امام بناے ہوے سے باطل ہونے والے سے لڑنا اور قرآن کی آیت سے اُسکو ثابت کرنا قرائن اس امر کے ہین کہ جناب امیرؑ کے نزدیک یہی حق تھا۔ کوئی قرینہ خلاف معنی ظاہر کے نہین بلکہ معنی ظاہر کے قرائن موجود ہین پھر ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہی اور ظاہر قول کا یہی ہوتا ہی کہ کہنے والے کے نزدیک

حق یہی ہی جو کہ رہا ہی۔ یہ امر فصاحت اور بلاغت کے خلاف ہی کہ کہنے والا اپنے مذہب کے خلاف کوئی بات کہے اور اُسمین کوئی ایسا اشارہ نہ کردے کہ یہ قول اُس کہنے والے کے نزدیک حق نہین بلکہ اُسکی تائید کردے۔ جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر تھے اُنکے کلام مین ایسے عیب کو کیونکر دخل ہو سکتا ہی۔

تیسرے۔ اگر جناب امیرؑ کو الزامی دلیل پیش کرنا منظور تھی تو اُسکے ساتھ نص امامت بھی ضرور ذکر کر دیتے اور یون لکھتے کہ رسولؐ نے بھی مجھی کو امام بنانے کا حکم کیا ہی اور مہاجرین اور انصار نے بھی مجھسے بیعت کی ہی پس دونون طرح حق امامت مجھی کو حاصل ہی۔ دونون دلیلون سے استدلال نہایت قوی ہوتا۔ ضعیف استدلال پر کیون اکتفا کیا۔ جناب امیرؑ نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ لوگون کو یہ شبہہ ہوگا کہ جناب امیرؑ کے لیے نص نہ تھی۔

چوتھے۔ جناب امیرؑ کے دوسرے قول سے بھی تائید ہوتی ہی جب لوگون نے بعد حادثۂ عثمانؓ کے اُن کو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو خلیفہ بنا لو۔ اس سے بھی ظاہر ہو گیا کہ خلیفہ بنانا انہین لوگون کا کام تھا جس سے وہ بیعت کرتے وہی خلیفہ ہوتا۔ اس کلام کے آخر مین جناب امیرؑ نے یہ فرمادیا کہ جسکو تم خلیفہ بناؤگے مین مثل تمہارے یا شاید تم سے بھی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا"

جو کلام علی مرتضیٰ کا مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اُسکے معنے اور مراد مین مصنف مخاطب نے اپنی عادت کے موافق تحریف کی ہی اگر وہ علی مرتضیٰ کے اس کلام کے معنی اور مراد کی تہ کو پہنچ گئے ہین۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے اسی کلام بلیغ مین بتادیا ہی کہ

امامت کے لیے نص ہوتی ہی اور وہ نص میرے ہی لیے ہی نہ میرے متقدمین کے واسطے۔ اور یہ بھی بتا دیا ہی کہ امام منصوص سے جو باغی ہو اُسکا قتل کرنا ازروے نص لازم ہی۔ اور جو کچھ امر حق تھا اور جو کچھ واقعات مسلمہ سے دلیل قطعی اور الزامی پیدا ہوتی تھی سب کچھ اسی کلام مین موجود ہی۔ جب اُسکے اصلی معنی اور مراد کی تشریح ہم کرینگے تب ظاہر ہو جائیگی کہ مصنف مخاطب کا نہ کوئی استدلال قائم رہ سکتا ہی اور نہ علماے شیعہ کے قول کا جواب ہو سکتا ہی۔

سید رضی نے کتاب نہج البلاغہ واسطے قائم اور باقی رکھنے فن بلاغت کے تالیف کی ہی اور جیسا کہ مصنف مخاطب اسی بحث مین قبول کرتے ہین کہ "جناب امیر کمال فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر تھے"

ایسے ہی تمام امت پیغمبر قبول کرتی چلی آتی ہی کہ علی مرتضے قدرتاً فصیح اور بلیغ تھے۔ اس لیے سید رضی مجبور تھے کہ اس کتاب فن بلاغت مین جناب علی مرتضےٰ کے کلام خواہ وہ تحریری ہون یا تقریری جمع کرین۔ اور بہت کچھ حصہ اس کتاب کا متفرق طور پر دوسری کتابون مین مروی اور منقول ہو چکا ہی جس سے اُنھون نے اُسکو لیا ہی۔

چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح مین اس کتاب (خط) علی مرتضےٰ کی نسبت لکھا ہی کہ ارباب سیر نے اُسکا ذکر کیا ہی اور ہمارے شیوخ متکلمین اُسکو حجت مین لائے ہین اور جیسے کہ پورا یہ خط شارح ابن میثم نے اپنی شرح مین منقول کیا ہی ویسے ہی پورا یہ خط شارح ابن ابی الحدید نے اپنی شرح مین نقل کیا ہی جو ابن میثم سے مقدم ہی۔

سید رضی نے یہ کتاب نہج البلاغہ مذہبی شان سے جمع نہین کی ہی کہ جسمین

پورے مضامین احادیث اور روایات کا جمع کرنا لازم ہوتا بلکہ اُنہون نے اپنے نزدیک جس کلام تحریری اور تقریری علی مرتضیٰ سے جسقدر لینا مناسب سمجھا ہی اُسکو لیا ہی اور زیادہ لحاظ اس بات کا رکھا ہی کہ وہ مضامین جو علانیہ کسی فرقۂ اسلام کو ناگوار ہون ترک کیے جائین تاکہ اُنکی یہ کتاب ہر فرقہ کے مسلمانون کو فن بلاغت مین فائدہ پہونچاے۔

مصنف مخاطب نے جو سید رضی کی نسبت یہ لکھا ہی کہ سید رضی نے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اُسکے باقی لفظ بھی حذف کر دیے" نہایت نازیبا ہی لیکن جب وہ خود علی مرتضیٰ کی نسبت اُنکے فضائل کے کم کرنے مین اور دوسرون سے چوتھے درجہ پر قائم کرنے مین کوشان ہین تو اُنکو سید رضی کی نسبت جو علی مرتضیٰ سے چند پشتون کے بعد نسل مین ہین کسی ناحق الزام دینے مین اور بجاے حسن صواب کے عیب لگانے مین کیا باک ہو سکتا ہی۔

سید رضی نے کلام زیر بحث علی مرتضیٰ کا جو انتخاب کیا ہی اگرچہ اُسمین لفظ آیت (ما تولّی) کہ جس سے نشان آیت معلوم ہو جاے ترک نہین کیا مصنف مخاطب جو لفظ (ما تولّی) کا ترک کرنا ظاہر کرتے ہین غلط ہی۔ شرح ابن ابی الحدید اور شرح ملا فتح اللہ صاحب شیرازی مین وہ لفظ آیت درمیان کلام منقولۂ سید رضی کے موجود ہی۔ البتہ شرح ابن میسم مطبوعۂ طہران مین وہ لفظ آیت کلام منقولہ نہج البلاغہ سے بہ سہو کاتب متروک ہو گیا ہی۔

وقت شرح کے خود ابن میسم کے کلام مین وہ لفظ آیت داخل کلام منقولہ نہج البلاغہ موجود ہی۔ مصنف مخاطب کو جنکے سامنے شرح ابن میسم تھی چاہیے تھا کہ وہ بیان شرح ابن میسم سے خیال کر لیتے کہ وہ لفظ آیت سید رضی نے ترک

نہین کیا ہی جس سے کوئی ہرج نہین ہوسکتا اسلیے علی مرتضیٰ کا تمام کلام ہمیشہ محتوی مضامین آیات قرآنی اور مقتبس قرآن سے ہوا کرتا ہی - اور علماء خود بخود جان سکتے ہین کہ کلام علی مرتضیٰ کا ماخذ کون آیت قرآن اور حدیث رسول ہی خصوص جبکہ لفظ آیت کا اُس کلام علی مرتضیٰ مین موجود ہی کہ جو نہج البلاغہ مین سید رضیؒ نے منقول کیا ہی - اور پورا وہ خط علی مرتضیٰ کا مع پوری آیت کے کتب سیر مین موجود ہی جہان سے سید رضیؒ نے لیا ہی پس الزام خیانت سید رضیؒ کی نسبت حد سے زیادہ بیجا ہی -

قبل اسکے کہ ہم کلام زیر بحث علی مرتضیٰ کے معنے بیان کرین یہ بہی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُس خط کا پورا ترجمہ لکھدین اور کلام زیر بحث پر خط کہینچدین تاکہ معلوم ہوجاے کہ جو مضمون خط کا سید رضی نے ترک کیا ہی وہ اہلسنت کے استدلال کے لیے مفید ہی یا متبعان حضرت معاویہ کے لیے مضر -

(خط علی مرتضیٰ بنام معاویہ)

اور لیکن بعد اسکے بیشک بیعت میری ای معاویہ لازم ہوگئی ہی تجھکو درصالیکہ تو شام مین ہی اسواسطے کہ تحقیق امر یہ ہی کہ بیعت کی ہی مجھسے قوم کے اُنہین لوگون نے جنھون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُسی طرح پر جسطرح پر اُن سے بیعت کی تہی - پس نہ کسی حاضر کو یہ جائز کہ کسی اور کو اختیار کرے اور نہ واسطے غائب کے یہ ہوسکتا ہی کہ اُسکو رد کرے - اور نہین ہی شوری مگر واسطے مہاجرین اور انصار کے - پس اگر اجتماع کرین وہ کسی پر اور نام رکہین اُسکا امام تو ہوگی وہی رضاے خدا - پہر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا از روے طعن یا بدعت کے تو پہیر واُسکو طرف اُسی چیز کے جس سے کہ وہ نکل گیا ہی پس اگر وہ انکار کرے جنگ کرو اُس سے اس سبب سے کہ اُسنے اتباع کیا ہی

غیر راہ مومنین کی پیر دیا ہی اُسکو اللہ نے (ترجمہ آیت) جدہر کو پھرا ہی اور
جہنم واصل کرینگے ہم اُسکو اور وہ بُرا ٹھکانا ہی — اور بیشک کہ طلحہ اور زبیر نے
بیعت کی میری پھر توڑ دیا اُن دونون نے میری بیعت کو اور تھا توڑنا اُن دونون
کا مثل ارتداد اُن دونون کے پس جہاد کیا مین نے اُن دونون سے اُسی
بات پر یہانتک کہ آیا حق اور ظاہر ہوا امر اللہ کا درحالیکہ وہ کراہت کرنیوالے
تھے پس داخل ہو تو ای معاویہ اُس امر مین کہ داخل ہوے اُسمین مسلمان —
پس تحقیق کہ میرے نزدیک محبوب ترین امور تیرے باب مین عافیت ہی مگر
یہ کہ تو بلا کو لیکر خود ہی پیش آئے — پس اگر تو اُسکو لیکر پیش آیا تو جنگ کرونگا
مین تجھسے اور مدد چاہونگا مین اللہ سے تیرے مغلوب ہونے کی — اور تحقیق
کہ تو نے جھگڑا کیا قتل عثمان مین پس داخل ہو تو اُس امر مین کہ جسمین لوگ
داخل ہوے پھر محاکمہ کر قوم کا (مراد قوم سے وہ لوگ ہین جنکو معاویہ قاتل عثمان
کا جانتا تھا) مین تجھکو اور اُس قوم کو کتاب خدا پر اوٹھا لونگا (ای تیرے اور اُس
قوم کے درمیان مین موافق کتاب خدا کے حکم ہونگا) اور یہ بات جسکا تو ارادہ
کرتا ہی اُس قسم سے ہی کہ جیسے بچہ کو دودھ چھوڑنے کے لیے دھوکا دیتے ہین —

اور قسم ہی مجھکو اپنی زندگی کی ای معاویہ ہر آئینہ اگر غور کرے تو اپنی عقل سے نہ
خواہش نفسانی سے البتہ پائیگا تو مجھکو زیادہ بری لوگون مین کا خون عثمان سے
اور ہر آئینہ جان لیگا تو کہ بیشک اُس سے مین الگ تھلگ تھا — مگر یہ کہ تہمت لگائے
تو مجھپر کہ جو مین نے نہ کیا ہو — پس جو کچھ تیرے خیال مین آئے اُسکی تہمت
مجھپر لگا اور جان تو کہ تو اُن رہا شدہ لوگون مین سے ہی کہ جنکو خلافت حلال
نہین ہی اور نہ اُنمین شوری پیش ہو سکتا ہی — اور تحقیق کہ مین نے بھیجا تیرے
پاس اور اُن لوگون کے پاس جو تیرے آگے ہین — جریر بن عبداللہ کو اور وہ

اہل ایمان اور ہجرت سے ہی ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اس ترجمۂ کل مضمون خط علی مرتضیٰ سے ظاہر ہوتا ہی کہ سید رضی نے جسقدر اس خط سے مضمون نہج البلاغہ مین نقل کیا ہی اُسی پر کوئی استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کر سکتے ہین۔ اور جسقدر مضمون کہ سید رضی نے اُس خط سے ترک کیا ہی اُسپر مصنف مخاطب، یا اُنکے ہم خیال کسی قسم کا استدلال پیدا نہین کر سکتے۔ اگر سید رضی کوئی مضمون مفید استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیالون کا متروک کرتے تو سید رضی پہ الزام خیانت ناروا نہوتا۔ لیکن خود مصنف مخاطب بقیۂ مضمون خط علی مرتضیٰ سے جسکو سید رضی نے ترک کیا ہی کوئی امر مفید اپنے پیدا نہ کر سکے۔ ایسی حالت مین صرف زبان سے یہ کہدینا کہ "سید رضی نے اپنی عادت کے موافق خیانت کی" شایان نہ تہا۔

اب مین مصنف مخاطب کی وہ خیانت فی المعنی والمراد کلام زیر بحث علی مرتضیٰ مین دکہاتا ہون جو اُنہون نے اپنے استدلال کے لیے کی ہی۔ اور اس بحث مین جو طریقہ کہ مصنف مخاطب نے اختیار کیا ہی وہ کوئی تازہ نہین ہی بلکہ تحریف فی المعنے والمراد کی اُنکی عادت ہوگئی ہی جیساکہ اسوقت تک اُنکے حملون اور ہمارے دفاعون سے ظاہر ہی۔

کلام زیر بحث مین علی مرتضیٰ نے صرف یہ فرمایا ہی کہ "قوم کے جیسے لوگون نے بیعت کی تہی ابوبکر اور عمر اور عثمان کے ساتہ جسطرح پر یعنے خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُسیطرح پر مجھسے بیعت کی ہی"

یہ ارشاد اُنکا مطابق واقع کے ہی اور کچھ شبہہ نہین کہ یہ واقعہ خود جناب علی مرتضیٰ کو مسلم تہا اور تمام مسلمانون کو یہ واقعہ تاریخی اسوقت تک مسلم

چلا آتا ہی۔ لیکن بعد بیان اس واقعہ کے علی مرتضیٰ نے یہ نہین فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت حقہ تھی۔ نہ یہ کہا ہی کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تھی اسیطرح میری خلافت بھی حق ہی۔ نہ یہ ارشاد کیا ہی کہ جس ذریعہ سے اُن کو خلافت حاصل ہوئی تھی اُسی ذریعہ سے مجھکو خلافت حاصل ہوئی ہی یا جو ذریعہ حصول خلافت کا اُن تینون کے لیے ہوا وہ صحیح اور مطابق شریعت کے تھا یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی یا یہ کہ جسطرح وہ تینون امام برحق تھے اسیطرح مین امام برحق ہون۔ یا اُن تینون کی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تھا۔

اس دو واقعہ بیعت کے بیان کرنے سے یہ لازم نہین آسکتا ہی کہ حضرت علی مرتضیٰ خلافت ابوبکر کو خلافت حقہ سمجھتے ہون یا اُنکی خلافت برحق تھی یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی یا وہ تینون امام برحق تھے یا کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا اُنپر حملہ کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تھا۔

یہ امر فراموش نہین کرنا چاہیے کہ کسی امر کا وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کو تسلیم کرنا اور امر ہی اور کسی امر کا جائز یا صحیح طور پر وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کی صحت اور جواز کو قبول کرنا اور چیز ہی۔

اور جب بیان اُن امور کا کلام علی مرتضیٰ مین موجود نہین ہی جن امور کو مصنف مخاطب اپنے استدلال مین بیان کرتے ہین تو خلاف ظاہر اور صریح کلام کے معنے اور مراد کی حیثیت سے اضافہ کرنا اُن امور کا قطعی تحریف فی المعنی والمراد ہی۔

لیکن مین خود اسی کلام علی مرتضیٰ سے بتا دونگا کہ کلام علی مرتضیٰ مین جو بیان بیعت خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضیٰ کا ہی اُس سے بیشک یہ لازم آتا ہی کہ علی مرتضیٰ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھے اور ذریعہ حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور غیر صحیح خلاف نص قرآنی اور مسئلہ شریعت کے تھا جو نص قرآنی سے علی مرتضیٰ نے استنباط کرکے اپنے اسی کلام مین بیان فرمایا ہی۔ اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا موافق نص قرآنی اور مسئلہ شریعت جو اپنے اسی کلام مین آیت قرآنی سے بیان فرمایا ہی صحیح اور جائز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت سب پر واجب بتلاتے تھے۔ اور اُن تینون کو امام برحق نہین اپنے آپ کو امام برحق جانتے تھے۔ اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو اُن تینون کی امامت اور خلافت سے انکار یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز قرار دیتے تھے اور صرف اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار یا بغاوت یا تقرر امام دیگر اپنے موسوم خلافت ہونے کے بعد غیر صحیح اور ناجائز بتلاتے تھے۔

میرے اس سخن سے دیکھنے والون کو نہایت تعجب ہوگا لیکن جب وہ میری تقریر آئندہ پر غور کرینگے تو اُنکا وہ تعجب بآسانی رفع ہو جائیگا۔ اور وہ تقریر آئندہ کچھ میری تقریر نہین ہی بلکہ خود علی مرتضیٰ کا ارشاد ہی اور وہ ارشاد اُنکا وہ فقرہ ہی جسمین ذکر شوری مہاجرین اور انصار کا ہی جو مابعد اُس فقرہ کے ہی جسمین بیان واقعہ بیعت خلفاے ثلاثہ اور خود علی مرتضیٰ کی بیعت کا ذکر ہی اور وہ فقرہ ذکر شوری مہاجرین اور انصار وہی ہی جسکو خود مصنف مخاطب نے بھی نقل کرکے ترجمہ کیا ہی۔

"اور سوائے اسکے نہین ہی کہ شوری واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی۔ پس اگر مجتمع ہو جائین وہ اور کسی کا امام نام رکھدین تو ہوگا وہ کام خوشنودی خدا کا"

علی مرتضیٰ نے اس فقرہ مین ایک مسئلہ مذہب اسلام کے لیے بیان فرمایا ہی کہ جب مہاجر اور انصار مجتمع ہو کر کسی کا امام نام رکھدین یا یون کہو کہ کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی تو یہ امر موجب خوشنودی خدا ہی۔ علی مرتضیٰ نے اس مسئلہ کے بیان کرنے مین جو الفاظ اور مضمون ظاہر کیا ہی اُسکے ظاہر الفاظ اور باطن مضمون علانیہ بتا رہے ہین کہ کل مہاجر اور انصار کہ وہ اہل حل و عقد اور اہل الرائے امت محمدیہ مین سمجھے گئے ہین مجتمع ہو کر بالاتفاق کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی وہ اُنکا اجتماع اور اتفاق خوشنودی خدا ہی۔

اگر کل مہاجر اور انصار کے مجتمع اور متفق ہونے سے اس مسئلہ مین مقصود نہوتا تو کلام علی مرتضیٰ مین ضرور اشعار اسکا ہوتا کہ اگر بعض یا اکثر یا غالب یا کمتر مہاجر اور انصار متفق ہو کر کسی کو امام قبول کرین تو بھی وہ امام قرار پا جائیگا اور اس امر کے بیان کرنے کی بھی ضرورت تھی کہ درصورت عدم اجتماع اور اتفاق کے یا اختلاف کے کیا ہونا چاہیے؟

مگر جب مقصود کلام علی مرتضیٰ سے قید اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کی مانی جائے اور جسکا ماننا باعتبار الفاظ اور مضمون کلام کے ضروری ہی۔ تو ضرورت اُسکے خلاف کے بیان کرنے کی باقی نہین رہتی ہی کیونکہ باعتبار فن بلاغت کے جب اس مسئلہ مین اجتماع مہاجرین اور انصار سے اتفاق کل مہاجر اور انصار کا سمجھا جائے۔ تو کسی مسئلہ کے خلاف یہ مسئلہ لازمی طور پر پیدا ہو جاتا ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا اتفاق نکرین

اور اختلاف کرین تو وہ شخص جسکو امام قبول کرنے مین کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا متفق نہون یا اختلاف کا اتفاقی شخص نہ امام ہوگا نہ خدا اُس غیر اجتماعی اور غیر اتفاقی کل مہاجرین اور انصار سے یا اختلافی امر سے راضی ہوگا بلکہ خلاف خوشنودی خدا کے ہوگا۔

اس مسئلہ مین اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کی جو قید اور شرط ہی اُسکا اصول یہ ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار جمع نہون تو غیر شریک مہاجر اور انصار کی رائے سے وہ مجمع کچھہ فائدہ نہین اوٹھا سکے گا۔ اور موجودہ مجمع مہاجرین اور انصار کا بغیر شرکت اُن مہاجرین اور انصار کے کہ جو اُس مجمع مین شریک نہون امر حق طے نہین کر سکتے اور جو کچھہ کہ وہ طے کرین وہ ناقص رہیگا۔ کاملیت حقیت امام قرار دینے کی اُسیوقت ہوسکتی ہی کہ جب کل مہاجر اور انصار مجتمع ہون۔ کیونکہ جو مہاجر اور انصار شریک مجمع نہون ممکن ہی کہ وہ ایسی رائے رکھتے ہون کہ جسکے ظاہر ہونے کے بعد موجودہ مہاجرین اور انصار اپنی رائے اور عندیہ کو تبدیل کر دین۔

اور اگر کل مہاجر اور انصار جمع بھی ہون اور باہم اُنکے اتفاق نہو اور اختلاف واقع ہو یعنی کچھہ مجمع کسیکو امام موسوم کرے اور کچھہ مجمع کسی دوسرے کو تو ایک عہد واحد مین دو امام ہوجائین گے اور اُن کے باہم اختلاف کی وجہ سے فساد برپا ہوجائیگا اور وہ موجب رضائے الٰہی نہین ہوسکتا۔

کل مہاجرین اور انصار کے مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی ایک کے امام موسوم کرنے کی ضرورت اسوجہ سے ہی کہ کل مہاجر اور انصار بالاتفاق جس کسیکو امام موسوم کرینگے وہ ضرور ہی کہ بموجب قرآن اور قول و فعل رسول کے ہوگا۔ یعنی قرآن مین جو اوصاف امام واجب الطاعت کے بتلائے گئے ہین اور پیغمبر نے جسکی تفسیر اپنے قول اور فعل سے کرکے جتا دیا ہی۔ (دیکھو بحث مسئلہ امامت کی

جلد دوم رسالہ روشنی صفحہ ۷۷ سے) اُسیکو امام موسوم کرسکتے ہین اور اسی اعتبار سے ایسا شخص امام منصوص موجب خوشنودی خدا ہوگا۔

اور ایسے ہی اجتماع اور ایسے ہی اتفاق کل مہاجرین اور انصار کو کہ جس سے امام موسوم ہو اور اُس شخص کو جو ایسے اجتماع اور اتفاق سے مہاجرین اور انصار امام موسوم کیا جاے علی مرتضیٰؓ نے موجب خوشنودی خدا بیان فرمایا ہی۔ اسی وجہ سے کہ ایسا اجتماع اور اتفاق اور اُس سے کسی کا امام موسوم ہونا نصی ہی چنانچہ علی مرتضیٰؓ نے اپنے اسی کلام مین صاف اشارہ آیت قرآنی کی طرف فرمایا ہی اور اسی سے ظاہر ہی کہ امامت کے لیے نص تہی اور وہ امامت منصوص باجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے حاصل ہو جاتی ہی۔

جو مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا امامت کے لیے علی مرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا اُس سے مطابق کرکے از روے واقعات تاریخی مسلمہ کے دیکھہ لو کہ امامت اور خلافت خلفاے ثلاثہ کی اس مسئلہ کے موافق تہی یا مخالف۔ اور علی مرتضیٰؓ کی امامت اور خلافت اس مسئلہ کے مطابق تہی یا نہین؟

حضرت ابو بکرؓ پر جو سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت اور امامت منعقد ہوئی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اُسوقت تمام مہاجر اور انصار موجود نہین تہے یہانتک کہ علی مرتضیٰ کو تک اطلاع ہوئی اور نہ وہ شریک تہے مہاجرین مین صرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تہے۔

زید بن خطاب بہائی حضرت عمرؓ کے اور عباس بن ربیعہ اور عبدالرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبیداللہ اور عثمان بن عفان اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن مسعود اور بلال وغیرہ۔ جنکو ممتاز مہاجرین سمجہا گیا ہی اُنکا بہی اُس مجمع مین پتہ نہین ہی۔ البتہ بہ نسبت مہاجرین کے انصار کا زیادہ مجمع تہا لیکن کل انصار موجود نہین تہے

مثل جابر بن عبد اللہ ابو ایوب نام آوردن انصار کے تا ہم انصار موجودہ نے حضرت ابو بکرؓ کی امامت اور خلافت پر اتفاق نہیں کیا۔ وہ انصار میں سے اپنا ایک امیر بنانا چاہتے تھے۔ اور سعد بن عبادہ کو نامزد کرتے تھے۔ اور پھر بعض انصار نے علی مرتضیٰ کا امام ہونے کے لیے نام لیا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ سردار انصار تا دم مرگ حضرت ابو بکرؓ کے بلکہ حضرت عمرؓ کے بھی خلیفہ اور امام ہونے سے منکر رہے اور انکے انکار نے انکی جان کھوئی۔ اور انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے امامت اور خلافت حضرت ابو بکرؓ کو فلتۃ فرمایا ہے یعنے وہ بغیر سوچے سمجھے امام اور خلیفہ مقرر ہو گئے اور اُس خلافت اور امامت کے شر سے خدا نے بچا لیا۔ اس سے صاف یہ مراد ہے کہ بغیر شوریٰ کامل کے وہ خلافت اور امامت عمل میں آگئی تھی۔

خلافت اور امامت حضرت عمرؓ کا بھی حال ہر کسی پر ظاہر ہے کہ انکے لیے بھی کل مہاجر اور انصار موجودہ کا اجتماع اور اتفاق نہیں ہوا تھا۔ صرف حضرت ابو بکر نے انکا استخلاف کیا اور حضرت عثمان نے اُسکا کتبہ لکھا۔ اور حضرت طلحہ اور دیگر صحابہ نے حضرت ابو بکر کی اس تجویز پر خود حضرت ابو بکر کے سامنے قبل انکی وفات کے حاضر آکر اعتراض کیا کہ ایسے سخت اور درشت طبیعت شخص کو امت رسولؐ پر خلیفہ مقرر کرتے ہو خدا کے سامنے کیا جواب دوگے۔ اور اسی بنا پر کہ یہ خلافت بھی اجتماع اور اتفاق مہاجرین سے منعقد نہیں ہوئی تھی علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ خلافت بھی بیعت پہلی خلافت کی تھی۔

انعقاد خلافت حضرت عثمان کا بھی کسی سے مخفی نہیں ہے کہ حضرت عمر نے چھ شخصوں کو معین کر دیا تھا کہ جن کے بعض پر اطلاق مہاجر اور انصار کا بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور کچھ مہاجر اور بہت انصار زمرۂ اہل شوریٰ میں شامل نہیں کیے گئے

اور پہلے ان اہل شوری نے علی مرتضی کو نام زد کیا کہ درحقیقت اوسیوقت وہ امامت کے لئے موسوم ہوتے لیکن علی مرتضی سے یہ شرط چاہی گئی کہ وہ سیرۃ شیخین پر عمل کرین جسکو اونہوں نے قبول نہین کیا کہ وہ خلاف قران اور سنت رسول کسی اور کی سیرۃ پر عمل کرنے کا اقرار نہین کرسکتے تھے اور اسی جگہ پر یہ امر ظاہر ہی کہ قران اور سنت رسول کے خلاف سیرۃ شیخین کی تھی جسکے عمل پر علی مرتضی سے شرط کیجاتی تھی اگر سیرۃ شیخین مطابق قران اور سنت رسول کے ہوتی تو اونکی سیرۃ پر عمل کرانے کی شرط کی نہ ضرورت تھی اور نہ علی مرتضی کو اسکے انکار کی کوئی وجہ ہوسکتی تھی - اور نیز وہ شرط خلاف وصیت حضرت عمر کے تھی کہ حضرت عمر نے وصیت شوری مین کوئی ایسی قید اور شرط نہین لگائی تھی وصیت کے تعمیل کرنے والونکو ہرگز جائز نہین تھا کہ وہ مضمون وصیت مین ایک شرط اضافہ کرکے تحریف کرین - جب علی مرتضی نے شرط عمل سیرۃ شیخین کو قبول نہین کیا تو حضرت عثمان بموجب وصیت علانیہ تحریف شدہ کے خلیفہ اور امام بنائے گئے جنہون نے شرط سیرۃ شیخین کو خلاف علی مرتضی کے قبول کرلیا - اور علی مرتضی نے اسیوقت باعلان حضرت عثمان کے امام اور خلیفہ ہونے سے اختلاف کیا حضرت عمر نے جو تین اشخاص کا شوری کے لئے کیا تھا یہ امر خود غلط طریقہ اور خلاف اوس مسئلہ شوری کے ہی جو علی مرتضی نے فرمایا ہی - حضرت عمر کو چاہیے تھا کہ وہ صرف اسقدر فرما جاتے کہ کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرین - کچھ شبہ نہین کہ جو مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا علی مرتضی نے فرمایا ہی اس کے موافق یہ تینون امامتین اور خلافتین وقوع مین نہین آئی ہین - ایسی خلافتین اور امامتین حق نہین ہوسکتین اور علی مرتضی اونکو برحق جان سکتے تھے - بعد قتل حضرت عثمان کے جو علی مرتضی کو امامت اور خلافت کے لیے نام زد کیا گیا

لاریب وہ مطابق اُسی مسئلہ شوری مہاجرین او. انصار ہے کہ علی مرتضی نے بیان فرمایا ہی۔ کل مہاجر اور انصار اُسی ایک جلسہ مین مجتمع اور متفق علی مرتضی کے لیے ہوئے تھے۔ جسوقت کہ مسجد نبوی مین مہاجرین اور انصار اور دیگر مسلمان جمع ہوئے اور علی مرتضی کو بلایا گیا تھا کہ مجمع مین اس امر کو قبول کرین کہ جسکی خواہش اونسی کی گئی تھی۔ جسوقت کہ علی مرتضی تشریف لائے اور ممبر مسجد نبوی پر قدم رکھا اور حضار مجمع پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ طلحہ اور زبیر اُس مجمع مین نہین ہین چنانچہ علی مرتضی نے اونکو طلب کیا جب وہ حاضر آئے تب بعد گفتگوی مناسب اور ضروری کے علی مرتضی نے اس امر کو جسکی تکلیف اُنکو دی گئی تھی قبول کیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُنکو کوئی طمع خلافت کی نہین تھی۔ اگرچہ امام منصوص ہونی کی وجہ سے وہ خلافت فی الارض سمجھتے تھے بعد اسکے علی مرتضی کے ہاتھ پر بیعت ہوی۔ اور علی مرتضی باجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار موجودہ کے امام اور خلیفہ قبول کیے گئے۔

اسی موقع پر ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ اگرچہ واقعہ بیعت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اور واقعہ بیعت علی مرتضے کا متحد ہی لیکن شان اُس واقعہ کی جداگانہ ہی کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر جو بیعت ہوئی جسوقت کہ وہ امام اور خلیفہ بنائے گئے اوسوقت اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا وقت شوری کے ناقص تھا اور جسوقت کہ علی مرتضی کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اوسوقت اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا کامل تھا۔ پس علی مرتضے نے کلام زیر بحث مین جو یہ ارشاد فرمایا ہی کہ "بی شک پہلے اون لوگون نے بیعت کی جنہون نے ابوبکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی اُسیطرح پر کہ جسطرح پر اون سے بیعت کی تھی

اوسکی مراد صرف یہ ہو سکتی ہی کہ مجرد وقوع بیعت مین کوئی فرق نہین تھا گو اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار مین وقت شوری کے نقصان اور کمال ہو یعنی بیعت اونکے ہاتھ پر بھی ہوئی اور انکے ہاتھ پر بھی ہوئی صرف ناقص اور کامل ہونے شورے کا فرق تھا۔

اس اعتبار سے مجرد وقوع بیعت کی حجت حجت الزامی ہی ہو سکتی ہی۔

یعنی ای معاویہ جب تو ناقص شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول کر چکا ہی تو کیا وجہ ہی کہ تو کامل شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول نہ کرے۔

ایسی حالت مین علماء شیعہ جو یہ کہتے ہین کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کی لیئے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو معاویہ اور گروہ معاویہ کو مسلم تھا تو غور کرنا چاہیئے کہ علماے شیعہ کیا بیجا کہتے ہین۔

اور بنظر اسکے کہ مطابق مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار بیان فرمودہ علی مرتضیٰ کے خلافت اور امامت خلفاء ثلاثہ کی واقع نہین ہوئی کہ شورہ ناقص تھا۔

اور خود علی مرتضیٰ کی نامزدگی اس مسئلہ کے مطابق عمل مین آئی۔

کہ شوری کامل تھا مین یہ کہتا ہون کہ علیؑ مرتضیٰ حضرت ابوبکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھے اور ذریعہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا جائز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت سب پر واجب جانتے تھے۔

اور اون تینون کو امام برحق نہین بلکہ اپنے آپ کو امام برحق جانتے تھے اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو خلفاے ثلاثہ کی بیعت سے انکار

یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اور اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کا انکار یا اپنی نامزدگی کے بعد تقرر امام دیگر جائز نہین قرار دیتے تھے۔

یقین کرنا چاہیے کہ مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا جو علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی "پس اگر مجتمع ہو جائین اور نام رکھدین اُسکا امام" یعنی اُسکا امام ہونا قبول کرلین اور کہدین کہ یہی امام ہی اُسکی مراد اپنے نفس نفیس سے ہی۔ پس (جو اسکے کہ انعقاد خلافت و امامت حضرت ابو بکر پر خلاف مسئلہ شوری فرمودہ علی مرتضیٰ ناقص طور پر وقوع مین آیا تھا۔)

جناب امیر نے حضرت ابو بکر کو قابل حملہ سمجھا اور غور کیا کہ ابو بکر سے لڑین یا بوجہ دیگر امور کے اُنسے نہ لڑین گو دوسرے وجوہ سے آخر کار اُنھون نے لڑنا پسند نہین کیا۔ لیکن بوجہ اسکے کہ انعقاد خلافت حضرت ابو بکر پر ناقص شوری مہاجرین اور انصار سے ہوا تھا اسلیئے علی مرتضیٰ اُنپر حملہ کر سکتے تھے۔

اور اگر جناب امیر حضرت ابو بکر سے لڑتے تو ابو بکر کے مقابلہ مین اُنکی وہی حالت ہرگز نہوتی جو جناب امیر کے مقابلہ مین امیر معاویہ کی ہوئی۔ اس لیے کہ حضرت ابو بکر کی نامزدگی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے وقوع مین آئی تھی اور علی مرتضیٰ کی نامزدگی بذریعہ کامل شوری مہاجرین و انصار کے عمل مین آئی تھی۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ جو امامت بذریعہ بیعت ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے حاصل ہو وہ منصوص نہین ہو سکتی اور نہ ایسی امامت سے خدا راضی ہو سکتا ہی اور جو کوئی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے امام بنایا جائے اُس سے مومنین کو بیشک لڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہ خلاف

مقصود آیت جس سے استنباط کرکے علی مرتضیٰ نے مسئلہ شریعت بیان فرمایا امام موسوم کیا گیا ہی۔

پس اگر جناب امیرؑ ابوبکر سے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیر سے لڑنا ہرگز واجب نہوتا بلکہ حرام ہوتا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کا تقرر بذریعہ ناقص شوری مہاجرین و انصار کے عمل مین آیا تہا جو جائز نہ تہا اور اُس سے علی مرتضیٰؑ کی مخالفت حق ہوتی۔ اور علی مرتضےٰ سے جو کوئی لڑتا وہ مرتکب فعل حرام کا ہوتا۔ اور جو کوئی بذریعۂ ناقص شورے مہاجرین اور انصار کے امام بنایا جائے اُسپر طعن کرنا قطعی جائز بلکہ واجب ہی اور جو کوئی طعن کرے وہ باغی نہین قرار پا سکتا بلکہ وہ ناصر امر حق کا مثاب ہوگا اور خود اُس سے بہی کسیکو لڑنا حرام ہوگا

علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام زیر بحث مین بعد ذکر مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کے جو یہ فرمایا ہی کہ "پہر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پہیر و اُسی بیعت کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی۔ پہر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پہیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے"

اسکے معنے اور مراد صریح یہ ہین کہ جب کل نہ جزو مہاجرین اور انصار شوری کے وقت مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام نامزد کردین جو موجب خوشنودی خدا کا ہوگا۔ پہر اُنکے امر سے یعنی اُن کل نہ جزو مہاجرین و انصار مجتمعا اور متفقہ شوری سے باہر ہو جائے تو اُسکے لیے وہ حکم ہی جو علی مرتضےٰؑ نے اپنے کلام مین فرمایا ہی۔ اور جبکہ وہ شوری ناقص ہو نہ کامل تو وہ نہ موجب خوشنودی خدا ہو سکتا ہی نہ پہر اطلاق اُس حکم کا آسکتا ہی کہ جو علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی۔

علی مرتضےٰؑ نے اپنے اس کلام مین جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہی کچھ شبہ

نہین کہ علی مرتضیٰ نے شورے کل نہ جزو مہاجرین و انصار مجتمعہ اور متفقہ سے باہر ہو جانے والے کے لیے خواہ وہ مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ مین سے ہو یا غیر اُنکا جو حکم بیان فرمایا ہی اُسکا ماخذ وہی آیت ہی جسکو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اور ہم بھی اوپر لکھہ آئے ہین — اور علی مرتضیٰ کا یہ ارشاد اُسی آیت سے مقتبس ہی —

مگر یہ وہی آیت ہی جسکو ہمنے مسئلہ امامت کی بحث مین کہ قرآن مین ہی یا نہین ذکر کیا ہی (دیکھو صفحہ ۱۵ — رسالہ ارشد جلد دوم) اور جسکو امام شافعی تین سو مرتبہ قرآن کے اوراق مین اول سے آخر تک ٹٹولکر آخر کار بہت غور اور فکر کے بعد اس آیت پر ٹھہرے اور یہ شرف استدلال خاص اُنہین کے واسطے کیا گیا ہی

مجکو اسمین بہت شبہہ ہی کہ اپنی تلاش سے امام شافعی اس آیت پر ٹھہرے ہون بلکہ میرا گمان یہ ہی کہ اُنہون نے گو کوشش بلیغ اور کئی سال تک قرآن کو ٹٹولا مگر اُنکا ذہن اس آیت کی طرف استدلال کے لیے منتقل نہین ہوا — الا یہ آیت مکتوب علی مرتضیٰ مین موجود تھی — اور اُس مکتوب کا کل ارباب سیر نے ذکر کیا ہی جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہی کہ "ذکر کیا ہی اُسکا کل ارباب سیر نے اور ہمارے شیوخ متکلمین اپنی کتابون مین صحت اختیار اور طریقہ امامت پر حجت لائے ہین"

امام شافعی کو بھی اُسی مکتوب مین یہ آیت نظر پڑ گئی ہی اور اُسکو اُنہون نے اپنا اجتہاد قرار دیدیا ہی — مگر میرا یہ طریقہ نہین کہ جیسے مصنف مخاطب نے سیدنا علی کی نسبت خیانت کا بیجا الزام لگا دیا ہی امام شافعی کی نسبت مین بھی کوئی الزام لگا دون —

مین اسی پر بحث کرتا ہون کہ امام شافعی سے اس آیت کے معنے اور مراد

قرار دینے مین اور متکلمین شیوخ معتزلہ سے نائب علی مرتضیٰ کے مفہوم مین اور مثل اُنکے مصنف مخاطب سے غلطی ہوئی ہی اور اُنکے معنے اور مراد اور مفہوم مطابق اُس مسئلہ کے نہین ہی کہ جو خود علی مرتضیٰ نے اس آیت سے اقتباس کرکے بیان فرمایا ہی۔

مقصود اس آیت کا یہ ہی کہ "جو کوئی پیغمبر کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ ہدایت اُسکی ظاہر ہوگئی ہو اور پیروی کرے غیر راہ مومنین کی وہ جہنمی ہی"

اور امام شافعی نے بھی جو مقصد آیت کا ظاہر کیا ہی وہ ٹھیک ہی کہ "اتباع غیر سبیل مومنین کا حرام ہی کہ خداوند عالم نے پیروی غیر سبیل مومنین اور مخالفت رسول کو جمع کیا ہی"

لیکن سبیل مومنین کے فہم مین کہ وہ کیا ہی امام شافعی سے غلطی ہوئی ہی۔ اُنہون نے اور جس کسی نے کہ اُنکا اتباع کیا یا جس کسی کی اُنہون نے تائید کی یہ سمجھ لیا کہ حضرت ابوبکر پر جو سقیفہ بنی ساعدہ مین انعقاد خلافت ہوا اور اُسوقت جو وہ امام یا خلیفہ بنائے گئے اور پھر اُنکو دوسرے مومنین جنہون نے کہ اُنکو قبول کیا وہی اجماع ہی اور وہی سبیل مومنین ہی۔

حالانکہ مومنین کے لیے سبیل کا مقرر ہونا قبل اسکے کہ مومنین اُسپر چلین پہلے معین ہونا چاہیے جیسا کہ اسی آیت مین موجود ہی کہ "جو شخص مخالفت کرے رسول کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر راہ مومنین کا" جس سے صاف ظاہر ہی کہ ہدایت پہلے ظاہر ہو چکی ہو۔ اور وہ سبیل پہلے معین ہو چکی ہو کہ جسکا اتباع مومنین کو واجب ہی۔

علی مرتضیٰ نے اسی آیت سے اقتباس فرماکر جو مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا فرمایا ہی اُس سے یہ امر ظاہر ہو جاتا ہی کہ راہ کا معین ہونا اول امر ہی اور

اُسپر چلنا اور نہ چلنا آخر امر ہی۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہین کہ سوا اسکے نہین ہی کہ شوری واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی پس اگر مجتمع ہو جائین وہ اور نام رکھین کسی کا امام ہے جسکی مراد یہ ہی کہ کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو امام قبول کر لین۔ اُسی کا اتباع کل مومنین کو کرنا چاہیے یعنے مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہو کر جو سبیل اور طریقہ مومنین کے چلنے کے لیے قبول کر لین اُسی سبیل اور طریقہ پر مومنین کو چلنا چاہیے۔ یہ صورت ہوئی امر اول راہ معین ہونے کی لیکن اُس سبیل معینہ پر اگر کوئی نہ چلے کہ جو داخل صورت امر آخر ہی اُسکے لیے علی مرتضیٰ نے یہ فرمایا ہی کہ "پہر اگر باہر ہو جائے اُنکے مرسے (مہاجرین و انصار مجتمعہ و متفقہ کے امر شورے سے) کوئی باہر ہو جانے والا طعن کر کے۔ یا خود طریقہ بدعت اختیار کر کے تو اُسکو پہیرو اُسی کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی پہر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پہیر دیا اُسکو اللہ نے حق سے"

پس کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضیٰ نے آیت قرآنی سے اقتباس کر کے جو مسئلہ مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی درحقیقت وہ تفسیر اُسی آیت کی ہی اور بمقابلہ تفسیر علی مرتضیٰ کے نہ قول امام شافعی کا (کہ اُنکو کچھ مسلمانون نے امام بنا دیا ہی) اور نہ قول متکلمین معتزلہ کا اور نہ بیان ہمارے مصنف مخاطب کا قابل اعتماد اور لائق قبول ہی۔

اگر کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو کہتے کہ یہ امام ہی کہ ایسا اجتماع اور اتفاق کلی ضرور موافق نص کے ہوتا جس سے عدول کسی کو روا قرار نہ پاتا تھا جسکا اتباع واجب ہوتا اور مومنین کے چلنے کے لیے وہی راہ ہوتی اور اُس سے انحراف حرام سمجھا جاتا اور اُسی کو اجماع کہہ سکتے لیکن باجتماع کل مہاجرین و انصار

کے اور اُنکے اتفاق سے نہ خلافت اور امامت حضرت ابوبکرؓ کی واقع ہوئی اور نہ حضرت عمرؓ کی اور نہ حضرت عثمانؓ کی۔ اسلیے وہ آیت یا کلام علی مرتضیٰؑ زیر بحث حجت اجماع واسطے خلافتون اور امامتون حضرات ثلاثہ کے ہرگز نہین ہوسکتی بلکہ اُسی آیت اور ارشاد علی مرتضیٰؑ کے مخالف وہ خلافتین اور امامتین باطل ہین۔

البتہ وہی آیت اور وہی کلام علی مرتضیٰؑ جس مین بیان مسئلہ شوری مہاجرین وانصار کا ہی۔ اور جو تفسیر آیت ہی اور جسکے مطابق کامل طور پر نہ ناقص طور پر حضرت علی مرتضیٰؑ امام اور خلیفہ قبول کیے گئے امامت اور خلافت علی مرتضیٰؑ کے لیے نص ہی۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہی کہ امامت اور خلافت کے لیے قرآن مین نص ہی اور وہ نص سوائے علی مرتضیٰؑ کے اُنکے غیر کے لیے نہین ہوسکتی ہی۔ پس خلافت اور امامت علی مرتضیٰؑ کی منصوص ہی اور اُنکے غیر کی غیر منصوص۔

اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ امامت کے لیے نص تھی اور مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ کا کسی کو امام قبول کرنا بھی حکماً نص ہی اسلیے کہ کل مہاجر و انصار کی نسبت قیاس نہین کیا جاسکتا کہ وہ خلاف نص اجماع اور اتفاق کرین۔

ہان خلافت اور امامت حضرات خلفائے ثلاثہ کے لیے نہ کوئی نص تھی اور نہ اجماع اور نہ اتفاق جزوی مہاجرین اور انصار کا حکماً نص ہوسکتا ہی۔ اور جناب امیرؑ کا اُسوقت اُن کل مہاجرین اور انصار کو مومن ماننا لازم آسکتا کہ جب کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوکر امام موسوم کرتے اور خلاف مقصود آیت اور مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار فرمودہ علی مرتضیٰؑ کے کہ جو تفسیر آیت کی ہی جس کسی نے ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو امام بنایا اُس کسی کو کیونکر لازم آسکتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے مومن مانا۔

اور اگر شیعہ ایسے لوگون کو مرتد کہتے ہین تو وہ راضی ہو سکتے ہین اُسکے ترک
کرنے پر اگر اُنکو کوئی یہ بتا دے کہ ایسے لوگون کو جو آیت اور مسئلہ شوری تفسیر
آیت فرمودہ علی مرتضیٰ کو نہ مانے اور اُسکے برخلاف عمل کرے اُسکو کیا کہنا
چاہیے۔

اور جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے ہرگز یہ ثابت نہین کر دیا کہ ابوبکر
اور عمر و عثمان امام المومنین تھے اسی طرح مین بھی امام المومنین ہون بلکہ یہ
ثابت کر دیا کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان امام المومنین نہین ہو سکتے کہ اُنکے تئین
مہاجرین اور انصار مجتمع اور متفق نہین ہوے تھے البتہ مین امام المومنین ہون
کہ مجھپر تمام مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوے یعنی مجھکو بلا اختلاف تمام مہاجرین
اور انصار نے قبول کیا۔

بیشک اس آیت مین جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مذکور ہے جو حق کے
کے بعد رسول کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے۔ مگر جناب امیر نے اس
آیت کو اُس شخص پر صادق نہین کیا جو ابوبکر اور عمر اور عثمان کا باغی ہو
کہ حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان اور اُنکے متبعین نے حق ظاہر ہونے کے بعد
اور طریقہ مومنین کی مخالفت کی یعنی قرآن مین اوصاف امام کے بتا دیے گئے
تھے اور پیغمبر نے اپنے قول اور فعل سے امام کو جتا دیا تھا اور تمام مہاجرین اور
انصار نے مجتمع اور متفق ہو کر ابوبکر اور عمر اور عثمان کو خلیفہ قبول نہین کیا تھا
بلکہ ناقص طریقہ اختیار کیا گیا جو خلاف آیت اور مخالف رسول اور اُس طریقہ
مومنین کے تھا کہ جو خدا اور رسول نے بتایا تھا۔ پس جو شخص ابوبکر اور عمر اور
عثمان کا مخالف ہو وہ رسول کا موافق ہے اور اُسکی جزا بہشت ہے۔

البتہ جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق کیا جو علی مرتضیٰ

باغی ہوا سلیے کہ جو اوصاف امام کے قرآن مین بتلائے گئے ہین اور پیغمبر نے علیؑ کا امام ہونا جتا دیا تہا اور تمام مہاجر و انصار نے مجتمع اور متفق ہو کر علیؑ کا امام ہونا قبول کر لیا پس جو شخص کہ علیؑ کا مخالف ہو وہ رسولؐ کا اور خدا کا بہی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی۔

بنظر اُس تحقیق کے جو دکہائی گئی شیعون کے مقابلہ مین اہلسنت کا مذہب اس کلام معجز نظام سے ہرگز ثابت نہین ہو سکتا اور جناب امیرؑ نے جو اس مسئلہ کے ثبوت مین قرآن کی آیت کا ذکر کیا بلا شبہہ اس سے ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی نہ وہ بالمعنے آیت قرآنی کو مانتے ہین نہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کو۔ البتہ شیعون کا مذہب ثقلین کے موافق ہی جو دونون کو مانتے ہین۔

ای حضرات اہلسنت یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تم پر حجت ہوگا۔ کہ جس قول کے معنے اور مراد کی تم دنیا مین تحریف کرتے ہو۔ اور دین دنیا مین شیعون کے لیے یہی قول علی مرتضیٰؑ اُسکے اصلی معنے اور مراد مین حجت ہی۔

رباعی

جب روز جزا حساب ہوگا — اس قول کا کیا جواب ہوگا
محشر مین نجات اُسسے ملے گی — جو تابع بو تراب ہوگا

مین نے یہ رباعی مصنف مخاطب کی اس موقع پر چہین لی ہی کہ مین اُسکے لیے اجازت معنوی سمجہتا ہون۔

جو حقیقت اور حقیقت معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ کی ہمنے ظاہر کی اُس سے صریح ظاہر ہی کہ مصنف مخاطب نے عمداً یا غلطی سے وہ معنی اور مراد قرآن کے دتے

جو کلام علی مرتضیٰؓ کے مقصود کے خلاف ہین اور اسوجہ سے کوئی استدلال مصنف مخاطب کا اُنکے حق مین قائم نہین رہ سکتا۔

اسی ہماری تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہی کہ علماے شیعہ نے جو یہ ظاہر کیا ہی کہ جناب امیرؓ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو اُنکے مخالفون کو مسلم تھا۔ ایسا بیان کرنا علماے شیعہ کا بھی صحیح ہی کیونکہ وہ بیان اُنکا مجرد وقوع بیعت سے بطور حجت الزامی کے صحیح اور قابل قبول پایا جاتا ہی۔ اور مصنف مخاطب نے جو اُسکے ابطال مین وجوہ لکھے ہین وہ خود غلط مفہوم معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؓ اور غلط استنباط پر مبنی ہین۔

یہ سچ ہی کہ جناب امیرؓ نے اپنے قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔ لیکن قرآن سے اور ارشاد علی مرتضیٰؓ سے یہ ثابت ہوا کہ خلافتین اور امامتین خلفاے ثلاثہ کی بوجہ نقصان شوریٰ کے ناواجب الاطاعت تھین اور امامت اور خلافت علی مرتضیٰؓ کی بوجہ کامل ہونے شوریٰ کے واجب الاطاعت تھی۔

جب ہم قبول کرتے ہین کہ علی مرتضیٰؓ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اُنکو مسلم کیا بلکہ وہ ارشاد اُنکا تفسیر آیت قرآنی تھا۔ اور جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین و انصار کا بیان کیا وہ نصی ہی۔ اور ہم نہ ظاہر قول علی مرتضیٰؓ کو چھوڑتے ہین نہ کوئی اُسکی تاویل کرتے ہین بلکہ صاف و صریح جو معنے اُسکے ہین وہی معنے لیتے ہین کہ ہرگاہ شوریٰ کل مہاجرین و انصار کے مجتمعاً و متفقاً سے کسی کو امام قبول کرنا چاہیے تو ایراد مصنف مخاطب کا باقی نہین رہتا۔

ہم یہ بھی قبول کرتے ہین کہ اسی پر علی مرتضیٰؓ کو اعتقاد نہین یقین تھا

لیکن امیر معاویہ کو الزام دینے کے لیے صرف اتنا لکھدینا کافی نہتا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجھسے بیعت کی ہی۔ الزام دینے کی ضرورت فقط اتنے قول سے پوری نہین ہوتی تہی بلکہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ کو ظاہر فرمانا ضروری تہا کہ مجتمعہ اور متفقہ شوری مہاجرین اور انصار سے جو کوئی امام قبول کیا جاے "وہ واجب الاطاعت ہی اور اُس سے اللہ راضی ہی اور جو اُس سے باغی ہو اُس سے لڑو" تاکہ حقیقت غیر صحت بیعت خلفاے ثلاثہ کی اور صحت بیعت علی مرتضیٰ کی کہل جاے۔

اور پہر قرآن کی آیت سے اُسکو ثابت کرنا لازم تہا تاکہ اُنکے مسئلہ بیان نہ ہونے پر لوگون کو یقین ہو اور سمجہین کہ اس مسئلہ صحیح کے مطابق خلفاے ثلاثہ کی امامت اور خلافت ناقص ہوئی اور خود علی مرتضیٰ بذریعہ کامل شوری مہاجرین اور انصار کے جسمین کل مہاجر اور انصار متفق تہے قبول کیے گئے۔ اور جانین کہ واجب الاطاعت کسکی اور کونسی امامت اور خلافت ہوتی ہی۔ اور خلفاے ثلاثہ کے ساتہہ شان بیعت اور علی مرتضیٰ کی ساتہہ شان بیعت مین کیا فرق ہی اور لوگ اپنی غلطی سے متنبہ ہون کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو تو امام اور خلیفہ واجب الاطاعت قبول کر لیا گیا تہا اور کامل شوری کی بیعت والے کو واجب الاطاعت قبول نہین کیا جاتا۔ اور لوگ کسی وقت یہ نہ کہنے لگین کہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ نے کیون بیان نہین کیا کہ شوری کی رو سے مین امام نہین کیا گیا ہون جس سے اللہ راضی ہی اور جو مجہسے باغی ہو اُس سے لڑو۔ علی مرتضیٰ نے مسئلہ شوری بیان کرکے خلفاے ثلاثہ کی حالت اور اپنی حالت کیون نہ دکہائی اور یہ تنبیہ لوگون کو کیون نہ کی کہ جب مجرد وقوع بیعت کو واجب الاطاعت مانتے ہو تو کیا وجہ ہی کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو امام

اور کامل شوری کی بیعت والے کو نہ مانو۔

اور کچھ شبہہ نہین کہ ظاہر کلام کے یہی معنی اور مراد ہی اور ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہی اور بیشک ظاہر ہر قول کا یہی ہوتا ہی کہ کہنے والے کے نزدیک حق یہی ہی جو اسنے کہا اسمین کچھ شبہہ نہین کہ جناب امیر کمال فصاحت اور بلاغت مین بیمثل تھے اور اُن کے کلام فصیح اور بلیغ کے صاف وصریح یہی معنے ہوتے ہین جو ہمنے بیان کیے۔ اور جو مصنف مخاطب اُس کلام فصیح اور بلیغ کے معنی مین تحریف کرتے ہین اگر وہی معنے لیے جائین تو کلام علی مرتضیٰ مین عیب کو دخل ہوتا ہی کہ اُنہون نے ایسے اہم مسئلہ کے ظاہر کرنے مین نہ صورت خیر مجتمعہ اور غیر متفقہ مہاجر اور انصار کو بیان کیا نہ اکثر یا غالب یا کمتر یا اختلافی حالت کا ذکر کیا جس کے ترک بیان سے مسئلہ مہمل ہوتا ہی اور جو شان علی مرتضیٰ سے نہایت بعید تھی البتہ مصنف مخاطب کو اس کلام بلیغ کے خلاف مقصود صریح معنی ظاہر کرنے کے لیے عمدا یا مغالطہ کا موقع ملا ہی۔

بیشک جناب امیر نے اپنے ابتدائی کلام مین جہان ذکر بیعت خلفاے ثلاثہ کا اور اپنی بیعت کا کیا ہی وہان اُنکو دلیل الزامی پیش کرنا منظور تھا اُسی نوعیت سے جیساکہ میری تقریر سے ظاہر ہو چکا ہی۔ مگر اُسکے ساتھ نص امامت کا بھی ذکر کر دیا ہی۔ جہان مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی اسلیے کہ اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کا خلاف نص محال تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ ہر زمانہ مین حق خلافت اور امامت اپنے لیے ظاہر فرماتے رہے ہین اور مہاجرین اور انصار سے خواہش کرتے رہے ہین کہ مجکو امام اور خلیفہ قبول کرنا چاہیے۔ اُنکا ایسا ارشاد کسی کی سمجھ مین آسکتا ہی کہ خلاف مرضی خدا اور اُسکے رسول کے تھا۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ ہر نوع کا ذریعہ منصوص خلافت کے لیے بحق علی مرتضیٰ کے تہا اور اُن ذرائع متعددہ کو وہ اپنے حق مین جانتے تہے جیساکہ اُنہون نے وقتاً فوقتاً ہر موقع مناسب اور ضروری پر اُسکا اظہار کیا ہی — تو اس موقع پر ہر ذریعہ منصوص کی تصریح کی جیساکہ مصنف مخاطب چاہتے ہین کیا ضرورت تہی — بلکہ یہ موقع مقابلہ معاویہ کے صرف اس بات کی ضرورت رکہتا تہا کہ وقوع بیعت سے اپنے ماتہہ پر حجت لائین — اور صحیح منصوص مسئلہ شوری کا بیان کرکے اُس کے مطابق مخالفون کو قائل کرین —

درحقیقت علی مرتضیٰ نے اس موقع پر بہی از روے نص حق امامت اپنے لیے ظاہر فرمایا ہی کہ کل مہاجرین اور انصار نے مجہسے بیعت کی اور کل مہاجرین و انصار کے شوری کامل سے مین خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہون کہ جنکا اجتماع اور اتفاق خلاف نص نہین ہو سکتا ہی — مگر اس حجت نصی مین دلیل الزامی بہی ضرور لازم آتی ہی —

علی مرتضیٰ نے مجرد الزامی دلیل پیش نہین کی ہی بلکہ کامل شوری مہاجرین اور انصار کی حجت نصی اپنے واسطے ظاہر فرمائی ہی — اُنہون نے کسی ضعیف استدلال پر اکتفا نہین کیا بلکہ یہ موقع ایسا تہا کہ جسکے لیے ایسی حجت نصی کی ضرورت تہی جسمین دلیل الزامی بہی موجود ہو اور یک سخن مین دونون دلیلون کو جمع کر دیا ہی جسکے دیکہنے سے ہر کسی کو یقین ہو جاتا ہی کہ جناب امیر کے لیے نص تہی اور جسکو اُنہون نے بشکل اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کے ظاہر فرمایا ہی اور جسمین مخاطب مخالفون کے لیے دلیل الزامی بہی تہی —

البتہ جن لوگون کی آنکہون پر تعصب کی عینک لگی ہوئی ہی وہ اس کلام منصوص کے معنے کو دیکہہ نہین سکتے — یا صاحب دسرین کے معنون مین خلط ڈالنے کے

لیے اُسکے معنے اور مقصود کو تحریف کرتے ہین۔

آخر مین مصنف مخاطب اُسی معنے اور مراد کی تائید مین جو اس قول علی مرتضےٰ مین مصنف مخاطب لیتے ہین دوسرے قول علی مرتضےٰ کو تائید مین لاتے ہین وہ جب لوگون نے بعد حادثۂ عثمانؓ کے اُنکو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مجھے چھوڑو اور کسی اور کو خلیفہ بنالو اور جس کو تم خلیفہ بناؤ گے مین مثل تمہارے یا شاید تمسے بھی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا۔

یہ وہی قول ہی جسپر پہلے مصنف مخاطب استدلال کرچکے ہین اور جسکی حقیقت اور مراد ہم پہلے دکھا چکے ہین۔ (صفحہ ۴۲۲ - جلد ۴ - رسالہ روشنی) اور جس سے ظاہر ہوگیا ہی کہ خلیفہ نائب رسول اور امام اور اولی الامر بنانا لوگون کا کام نہین ہی البتہ لوگ جس کسی کی گردن مین اپنا کام ڈالدین وہ بادشاہ بن جائیگا اور جب اُس کلام علی مرتضےٰ کو اس کلام علی مرتضےٰ کے ساتھ ملاکر پڑھا جاے تو یہی معنے ہونگے کہ جو کوئی بغیر اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے کچھ ہی قبول کیا جاے وہ قبول ہونا اُسکا صحیح قرار نہین پاسکتا گو باعتبار وقوع کے وہ کچھ ہی قبول کرلیا جاے۔

مصنف مخاطب ایک اور خطبہ نہج البلاغہ کے فقرات کو پیش کرتے ہین اور جسکے ایک فقرہ کا یہ ترجمہ کیا ہی "اے لوگو بیشک زیادہ حقدار آدمیونکا خلافت کے لیے وہ ہی جو اُن سب مین خلافت پر قوت زیادہ رکھتا ہو اور امور خلافت مین احکام الٰہی کو سب سے زیادہ جانتا ہو"

اسپر مصنف مخاطب یون استدلال کرتے ہین کہ "اس سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیرؑ خلافت کے زیادہ حقدار نہ تھے اُنکا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اُنہون نے تصریح کردی ہی کہ اُنکا علم عثمانؓ سے زیادہ نہین ہی اور یہ یقین کو مسلم ہی کہ شیخین کا

علم بھی عثمان سے کم نہ تھا۔ اور شیخین کا علم بھی جناب امیرؑ کے علم سے کم نہوگا۔ اس صورت مین ابوبکر قوی بھی تھے اور اعلم بھی۔ پس زیادہ حقدار خلافت کے بھی وہی تھے۔ جناب امیرؑ کے اس قول سے بھی نص امامت باطل ہوئی"

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا غلط ہی اور اُسکی بنا بھی غلط ہی۔ اس فقرہ مین درحقیقت علی مرتضیٰؑ نے ایک مسئلہ استحقاق خلافت کے لیے بیان فرمایا ہی اور جسکی بناء منصوص ہی۔ اور وہ مسئلہ یہی فرمایا ہی کہ "امر خلافت کے لیے وہی شخص احق الناس ہی کہ جو اُن لوگون مین قوی تر ہو امر خلافت پر اور عالم تر ہو حکم خدا کا امر خلافت مین"

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے قوی تر اور عالم تر ہونے کا اشارہ اپنے اس ارشاد مین جو بنیاد حق خلافت کے لیے ہی اپنی ذات متعدن کے لیے فرمایا ہی۔ اور کوئی انکار نہین کرسکتا کہ علی مرتضیٰؑ بعد وفات پیغمبرؐ کل صحابہ اور مسلمانون مین قوی تر اور عالم تر تھے۔ اور یہ امر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین متعدد جگہ دکھا چکے ہین جس سے انکار کرنا بہت مشکل ہی۔

شجاعت اور علم عقلاً و نقلاً اصل بنیاد حق خلافت کے لیے ہی۔ خدا نے قرآن مین طالوت کے لیے فرمایا ہی کہ "زیادہ دی ہی اُسکو خدا نے کشادگی بیچ علم اور جسم کے یعنی علم اور شجاعت مین۔ اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور دی اُسکو خدا نے پادشاہی اور حکمت اور سکھایا خدا نے اُسکو جس چیز کو کہ خود چاہتا ہی"

اور یہی اصول عقلاً ہر زمانہ کے حکما قرار دیتے چلے آتے ہین۔ اور کچھ شبہہ نہین کہ جب تک کسی مین اعلیٰ درجہ کی قوت شجاعت اور اعلیٰ درجہ کا علم

[1] رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۳ جلد ۲۔ اور صفحہ ۵۶۴ جلد ۴۔

کاملیت کے ساتھ نہو قدرت، سیاست مدن کی اُس کسی میں قبول نہیں کی جاسکتی اور بغیر اقوی الناس یعنی اشجع الناس اور اعلم الناس ہونے کے کیسے کوئی فکر و عمل کر سکتا ہے کہ کس موقع پر کیا ہونا چاہیے اور کس کیفیت پر کیا تدبیر کرنی لازم ہے اور کس موقع پر جنگ ہونا چاہیے اور کس موقع پر صلح۔ اور کن کن موقعوں پر احکام خدا کا اصول اور فروع دین کے مطابق عمل کیا جاسکے گا۔ اور کس طرح حدود خدا اور اُسکے عمل کی حفاظت ہو سکے گی۔

اور یہی دونوں امور یعنی اقوی اور اعلم ہونا عقلاً خلافت کے لیے لازمی ہیں اور انہیں دونوں امور کو خدا نے قرآن میں قصہ حضرت طالوت اور داؤد میں بتصریح فرمایا ہے۔ اور علی مرتضیٰ کے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں نص قرآنی ماخذ قرار پاتی ہے۔

اور چونکہ بعد پیغمبر اس دونوں وصف نصی کا سوائے علی مرتضیٰ کے اور کوئی مصداق نہیں ہو سکتا ہے اسلیے یقین کرنا چاہیے کہ ان اوصاف نصی کا علی مرتضیٰ نے صرف اپنے آپکو اس مسئلہ کے ظاہر فرمانے کے وقت مصداق سمجھا ہے۔ کہ ان دونوں وصف نصی کے بعد پیغمبر کے ہی مصداق تھے۔

اور جناب امیر کے ارشاد کا جسپر اوپر بحث ہو چکی ہے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ آپکا علم علم عثمان سے زیادہ نہیں ہے۔ اُسکے معنی اور مراد وہی ہیں جو ہمنے اُسی[1] موقع پر بیان کیے ہیں۔ کہ جب طریقہ عمل حضرت عثمان کا امر خلافت میں خراب اور قابل شکایت ہو گیا تھا اور لوگوں نے علی مرتضیٰ کو گھیرا تو علی مرتضیٰ حضرت عثمان کے سمجھانے کے لیے گئے ہیں اور راستے شریعت کے کھلے ہوئے اور نشان دین کے قائم تھے اور حضرت عثمان اُسکے خلاف عمل میں لائے

[1] دیکھو جلد ۵ رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۵۔

تھے اُسکی نسبت علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی کہ بیشک تم جانتے ہو اُسکو کہ جانتے ہین ہم اُسکو۔ علی مرتضیٰ کا مقصود یہ تہا کہ اے عثمان دیدہ و دانستہ خلاف شریعت عمل کرتے ہو۔

پیغمبرؐ نے علیؑ کی نسبت فرمایا ہی کہ علیؑ ساتھ قرآن کے ہی اور قرآن ساتھ علیؑ کے ۔۔ اور اقضی تم مین علیؑ ہی ۔۔ اور مین شہر علم ہون اور علیؑ اُسکا دروازہ ہی جو کوئی اسکی تکذیب کرنے والا ہو وہ علی مرتضیٰ کے اُس قول سے یہ معنے لے سکتا ہی کہ اُنکا علم عثمان سے زیادہ نہین ہی ۔۔ اور نہ یہ فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین کا علم بہی عثمان سے کم نہ تہا۔ بلکہ مسلم یہ ہی کہ خلفاے ثلاثہ کا علم مساوی نہین تہا کسی کو کوئی امر معلوم تہا اور کسی کو کوئی امر اور کوئی امر کسی کو بہی اُن مین سے معلوم نہین تہا ۔۔ اور علی مرتضیٰؑ کو کل امور معلوم تہے ۔۔

پس شیخین کا علم جناب امیرؑ کے علم سے کیسے کم نمونا سمجہا جا سکتا ہی جیسا کہ خود قول اور فعل خلفاے ثلاثہ سے ظاہر ہو چکا ہی ۔ پس اس صورت مین نہ حضرت ابو بکر اقوی تہے نہ اعلم ۔ وہ زیادہ حقدار خلافت کے کیسے سمجہے جا سکتے ہین اور اس قول جناب امیرؑ سے کہ جسمین مسئلہ حق خلافت کے لیے بیان کیا ہی صراحۃً نص امامت ظاہر ہی کہ خود وہ مسئلہ نص صریح قرآنی سے ماخوذ ہی ۔۔

مصنف مخاطب نے جو اپنے استدلال مین بنظر فقرہ خطبہ شقشقیہ کے ذکر ہاتھ کٹے ہونے جناب امیرؑ کا کیا ہی اس غرض سے کہ جناب امیرؑ زیادہ قوت رکھنے والے نہ سمجہے جائین ۔۔ مین یہ سمجہتا ہون کہ مصنف مخاطب کی اس موقع پر قطع دست علی مرتضیٰؑ سے یہ مراد نہین ہوگی کہ درحقیقت اُنکا ہاتھ کٹ گیا تہا۔ بلکہ مصنف مخاطب کا یہ مقصود ہوگا کہ بسبب بیعت ہو جانے کے ہاتھ پر حضرت ابو بکرؓ کے علی مرتضیٰؑ کو زیادہ قوت خلافت پر نہین تہی ۔۔

مین اس امر کو کہ علی مرتضےٰ نے جو اپنے آپکو دست بُریدہ فرمایا اُسکے کیا معنی ہین اور حضرت ابو بکر کی خلافت پر جن وجوہ سے حملہ نہین کیا یہ تشریح پہلے بیان کر چکا ہون[1]۔ لیکن اس امر کو کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے جو اُنکے ہاتھ پر ہوئی زیادہ قوت ہو گئی اس موقع پر استدلال کے لیے کچھ مفید نہین ہی۔ اسلیے کہ جو مسئلہ علی مرتضےٰ نے بیان فرمایا ہی اُسمین اُس قوت کا ذکر ہی کہ جو قبل بیعت ہونے کے ہو یعنی جسوقت کوئی خلیفہ قرار دیا جاے اُسوقت وہ شخص قدرت خلافت کرنے کی رکھتا ہو۔ اور وہ قدرت خلافت کرنے کی اُسمین سب سے زیادہ ہو۔

بادشاہ مقرر ہو جانے کے بعد قوت ہو جانا اور امر ہی اور قبل بادشاہ ہونے کے قدرت بادشاہت کرنے کی رکھنا اور امر ہی۔ اور یہی امر یعنے قدرت خلافت کرنے کی رکھنا حجت خلیفہ مقرر ہونے کے لیے ہی۔ جیساکہ علی مرتضےٰ نے فرمایا ہی۔

اور اس بنا پر حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے اُنکے ہاتھ پر قوت ہو جانے سے حضرت ابو بکر کے حق خلافت کو کچھ فائدہ نہین پہونچ سکتا جب تک کہ اُنمین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ قبل خلیفہ مقرر ہونے کے ثابت نہو۔ دیکھو حضرت یزید کو کسقدر قوت بعد خلیفہ قرار پانے کے ہو گئی تھی لیکن وہ قوت حق خلافت کے لیے وجہ نہین ہو سکتی

اور اگر مصنف مخاطب کا اپنے استدلال مین علی مرتضےٰ کے دست بریدہ ہونے سے یہ مقصود ہی کہ حضرت ابو بکر مین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ اُسیوقت تھی جبکہ وہ خلیفہ قبول کئے گئے تو یہ مقصود اُسوقت صحیح قرار پا سکتا ہی کہ جب دست بریدہ ہونے کا یہ مراد پہلے ثابت کی جاے

[1] جلد ۵ روشنی صفحہ ۳۱۵۔

کہ علی مرتضےٰ مین قوت خلافت کرنے کی اُسوقت کم تہی۔ اور ایسا ثابت کرنا محال ہی۔ کیونکہ عین وقت وفات پیغمبرؐ تک ہر کسی کو اشجع الناس اور اعلم الناس ہونا علی مرتضیٰؑ کا مسلم ہی۔

اب جو کوئی کہ عین بعد قبض روح پیغمبرؐ اور قبل تجہیز و تکفین پیغمبرؐ علیؑ کی زیادہ قوت جسمانی اور علمی کا زوال یا نقصان ثابت کرنے کا ارادہ کرے اسکی نسبت امت رسول جو کچھ کہے سو کہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ اُسکو کوئی سبب قوی ضرور بیان کرنا ہوگا۔ سو ایسا امر تاریخ مذہب اسلام مین میری نگاہ سے تو نہین گذرا اور مصنف مخاطب کی بہی رحلت ہو چکی ہی اگر اُنکا کوئی اور ہم خیال وجہ فوری زوال یا نقصان قوت علی مرتضےٰ کا بیان کرے تو مین اُسکا نہایت ممنون ہونگا۔ کیونکہ مین اسوقت تک برابر تاریخی واقعات مین یہی پاتا چلا آتا ہون کہ ہر زمانہ خلافت مین علی مرتضیٰؑ کی علمی قوت سے مدد لی گئی ہی اور خلافت اول مین قوت جسمی سے بہی۔

علی مرتضےٰؑ نے جو اس مسئلہ مین اقوی اور اعلم ہونے کی حجت افضی حق خلافت کے لیے بیان فرمائی ہی اسکے حضرت ابوبکر پر منطبق کرنے کے لیے ایسا طریقہ مصنف مخاطب نے اپنے استدلال مین اختیار کیا ہی کہ جس سے وہ دشواری پر دشواری مین پہنس گئے ہین۔ نہ وہ یہ ثابت کر سکتے ہین کہ علی مرتضےٰ سے حضرت ابوبکرؓ اقوی اور اشجع اور زیادہ قدرت رکہنے والے امور خلافت مین تہے نہ یہ ثابت کر سکتے ہین کہ ابوبکر اعلم احکام خدا کے اور زیادہ تر استنباط کرنے والے مسائل شریعت کے آیات قرآنی اور ارشادات نبوی سے بمقابلہ علی مرتضےٰؑ کے تہے۔ نہ یہ ثابت کر سکتے ہین کہ علی مرتضےٰ کے اقوی الناس اور اعلم الناس ہونے مین عین وقت وفات

رسول فوراً نقصان آگیا تہا — نہ اسکی تردید کرسکتے ہین کہ غلبۂ قوت علمی علی مرتضیٰ کا ہر زمانۂ خلافت مین اور قوت جسمی کا شروع خلافت حضرت ابو بکر مین وقت ارتداد کے مسلم ہو چکا ہی —

بمقابلہ مصنف مخاطب کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہی کہ اُسنے اپنے آپکو ان دشواریون مین نہین پہنسایا —

علی مرتضیٰؓ نے اس مسئلہ مین حق خلافت کے لیے جو اقوی اور اعلم ہونیکی قید لگائی ہی اُس سے حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتین غیر صحیح قرار پاتی ہین اسوجہ سے کہ ان تینون زمانہ مین اقوے اور اعلم علی مرتضےٰ موجود تہے اور بحالت موجود ہونے اقوے اور اعلم کے حضرات خلفاے ثلاثہ غیر اقوے اور غیر اعلم کو خلافت کے لیے قبول کیا گیا —

ابن ابی الحدید نے اس ایراد سے اپنے آپکو محفوظ رکہنے کے لیے اور حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتون کے صحیح قرار پا جانے کے لیے ایک اور پہلو نکالکر یہ کہا ہی کہ "یہ فرمانا علی مرتضےٰؓ کا کہ احق الناس بامامت کے لیے وہ شخص ہی کہ جو اقوے ہو اُنمین خلافت پر اور اعلم ہو اُنمین حکم خدا کا امور خلافت مین — یہ منافی نہین ہی مذہب ہمارے اصحاب بغداد مین کا کہ صحت امامت مفضول کی اُنکے مذہب مین ہی — اسواسطے کہ علی مرتضیٰؓ نے امامت غیر اقوے کو فاسد نہین فرمایا — لیکن یہ فرمایا ہی کہ اقوے احق ہی — اور ہمارے اصحاب منکر نہین ہین اس بات کے کہ علی مرتضےٰؓ احق تہے امامت کے لیے اُن لوگون سے کہ جو اُنسے متقدم ہوے جسکے ساتہہ ہی وہ صحت امامت متقدمین کے بہی قائل ہین اسواسطے کہ کچہہ منافات نہین ہوتی ہی درمیان احق ہونے کسی کے اور درمیان صحت امامت غیر اُس احق کے "

لیکن رکاکت اس سخن کی خود اُسی سخن سے ظاہر ہی اور ایسا سخن کلام صحیح اور بلیغ علی مرتضے کا قبول نہین ہونے دیتا۔ کسی کام کے لیے مفضول کو قبول کرنا درجہ تنزل کا قبول کرلینا ہی۔ اور فطرت انسانی ہمیشہ ترقی چاہتی ہی۔ خلاف فطرت انسانی کے درجہ تنزل کو قبول کرنا اور اُس قبول کو صحیح سمجھنا ابن ابے الحدید یا اُنکے ہم خیال پسند کرین مگر مین عقلا اسکو پسند نہین کرسکتا ہون۔

سوم۔ مجانین اور فاتر العقل کے بنی نوع انسان مین کوئی فرد ایسی نہین ہی کہ جسمین بمقابلہ ایک دوسرے کے درجہ قوت اور علم کم و زیادہ نہو یا مساوی ہو اور جب اُنمین سے کسی ایک کو سردار بنانا منظور ہو کہ جسکی سب اطاعت کرین اور وقت سردار قبول کرنے کے اُن سب مین کسی کی افضلیت کا خیال نہ رکھا جاے تو سب سے آخر درجہ کے مفضول کے لیے سردار بننے کا حق پیدا ہو جائیگا۔ اور کل قوم مین جو سب سے مفضول ہو سردار قرار پا جائیگا۔ ابن ابے الحدید یا اُن کے ہم خیال ایسے سردار کے سامنے اپنا سر جھکائین مگر ہمارا تو سلام ہی۔

جسوقت علی مرتضے نے یہ مسئلہ حق خلافت کا بیان فرمایا ہی اُسوقت حالت زمانہ امت پیغمبر کی طرف سے یہ سوال کرتی تھی کہ جب مسلمانونکی قوم کے لیے کسیکو خلیفہ یعنی بادشاہ بنانا منظور ہو تو اپنی قوم مین سے کسکو خلیفہ قبول کیا جاے۔

اُسکے جواب مین علی مرتضیٰ فرماتے ہین کہ وہ شخص احق ہی قبول کیے جانے کا جو اُن سب مین قوی تر ہو خلافت کے کرنے پر اور اعلم تر ہو احکام خدا کا امور خلافت مین۔

پس اسی مسئلہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہی کہ اقوی اور اعلم کی خلافت صحیح ہی اور اُسکے غیر کی جس مین کل مفضول بمقابلہ اُس افضل کے شامل ہے باطل ہی۔ اور علی مرتضےٰ کو ہرگز ضرورت اس امر کی نہین تہی کہ وہ بعد فرمانے ایسے کلام بلیغ کے یہ بہی فرماتے کہ امامت غیر اقوی کی فاسد ہی کہ ایسا بیان فضول اور داخل عیب بلاغت کے تہا۔

مین قبول کرتا ہون کہ ابن ابی الحدید نے درمیان ہونے کسی کے احق اور درمیان صحت امامت غیر احق کے فرق بتانے کے وقت اقوی سے مراد احسن سیاست اور اعلم سے مراد اکثر علم اور گرما گرم تدبیرون سے جو مقتضائے علم ہون لی ہی۔ لیکن اس مراد سے کوئی امر مفید اُن کے سخن کے لیے پیدا نہین ہو سکتا اسلیے کہ ترک اولی خالی زلت اور ضرر سے نہین ہی اور قبول حسن بمقابلہ احسن کے قبیح ہی۔

اور اگر علی مرتضےٰ کے نزدیک خلافت مفضول فاسد نہوتی تو وہ ضرور بحالت ترک کیے جانے افضل کے قبول کیے جانے مفضول کا اور اُسکی صحت امامت کا بیان فرماتے کہ مسئلہ جواز ایسے بیان کا مشتاق رہتا ہے

اقوی اور اعلم قوم کو تمام قوم پہچانتی ہوتی ہی اور وہ اقوے اور اعلم اپنے موقعون پر اظہار بہی اپنی اعلی درجہ کی قوت اور علم کا فخر کرتا رہتا ہی جسکے قبول کر لینے مین کوئی دشواری پیش نہین آسکتی۔

اور اگر متعدد اشخاص دعوے اقوے اور اعلم ہونے کا کرتے تو مہاجرین اور انصار جنکو اہل الرائے یا اہل حل و عقد کہا جاتا ہی مجتمع اور متفق ہو کر اُنمین سے کسی ایک کو امام موسوم کر سکتے تہے۔ لیکن بحالت ترک افضل کے اگر مفضول کا خلافت اور امامت کے لیے قبول کرنا صحیح ہو سکتا تو اُس کے انتخاب

کے لیے عجب تماشا نظر آتا کہ اُس افضل کے سوا کل قوم کا ہر فرد بشر دعویدار مفضولیت کا ہوتا — اور بالآخر انتہائے درجہ مفضولیت پر پہونچکر مجانین اور فاترالعقل مین سے افضل کا انتخاب کیا جاتا بلکہ پوری تکمیل صحت امامت مفضولی کی اُسوقت ہوسکتی تھی کہ جب کسیکو جنون اور فتور عقل دوری نہو بلکہ مستمر ہو اور اُسمین بھی قدامت کا لحاظ زیادہ کیا جائے —

میرے نزدیک اگرچہ ابن ابی الحدید اُن دشواریون مین نہین پہنسے ہین کہ جن دشواریون مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین۔ لیکن ابن ابی الحدید اور اُنکے ہم خیالون نے جو طریقہ اختیار کیا ہی وہ اپنی دشواری مین اُن دشواریون سے کم نہین ہی جن مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین — اور ہر ایک نے ہر ایک کے دشوار طریقہ پر نظر کرکے دوسرے کے طریقہ کو چھوڑا ہی —

لیکن جب اُن دونون کے طریقہ پر بمقابلہ ارشاد علی مرتضیٰ کے نظر کیجاتی ہی تو دونون کے طریقہ دشوار گذار نظر آتے ہین اور اُنپر چلنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہی اور صراط مستقیم موافق ارشاد علی مرتضیٰ کے وہی دکھائی دیتی ہی جو شیعون کا مسلک ہی — کہ اقوے اور اعلم کا خلافت کے لیے تعین کیا جانا صحیح ہی اور غیر اقوے اور غیر اعلم کا قبول کیا جانا خلافت کے لیے باطل اور فاسد ہی —

پھر مصنف مخاطب اُسی خطبہ کا آئندہ فقرہ نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "پھر اگر فتنہ کرے کوئی مفسد تو اُسپر عتاب کیا جائے اور اگر نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جائے" اور کہتے ہین کہ فاضل میثم نے اسکی شرح مین لکھا ہی کہ "یہ حکم اُس باغی کا ہی جو انعقاد بیعت کے بعد امام سے بغاوت کرے" کچھ شبہ نہین کہ علی مرتضیٰ نے اس اپنے ارشاد مین جو حکم فرمایا ہی اوجہ

شرح کہ ابن میسم نے کی ہی یہ حکم بمقابلہ اُسی خلیفہ اور امام کے ہی کہ جو سب مین اقوی اور اعلم ہونے کی وجہ سے باجتماع اور اتفاق اُن لوگون کے خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہو جو اُسکے قبول کرنے کا حق رکھتے ہون — اور اُسکا تقرر باضابطہ عمل مین آیا ہو اور ایسے ہی خلیفہ اور امام سے بغاوت کرنے والے کے لیے وہ حکم ہی —

مصنف مخاطب پھر فقرہ آئندہ خطبہ کا یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "او قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک سب آدمی حاضر نہون اُسوقت تک منعقد نہو تو نہو گا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور اسکی تصریح یون کرتے ہین کہ "جناب امیر اپنی جان کی قسم کھا کر فرماتے ہین کہ اگر خلافت کے لیے یہ شرط ہوتی کہ جب تک کل آدمی حاضر ہو کر بیعت نہ کرین اُسوقت تک بیعت منعقد نہو تو انعقاد خلافت کی کوئی صورت ہی نہین اسلیے کہ سب کا جمع ہونا مشکل ہی —

مصنف مخاطب نے فقرہ کلام علی مرتضےٰ کے ترجمہ مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ "جب تک سب آدمی حاضر نہون" اس مین لفظ "سب آدمی" ترجمہ ہی لفظ "عامۃ الناس" کا یہ ترجمہ صحیح نہین ہی — بلکہ صحیح ترجمہ اُسکا "عام لوگ" ہی پس کل مضمون فقرہ کلام علی مرتضےٰ کا ترجمہ یون ہوتا ہی کہ "او قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک عام لوگ حاضر نہون اُس وقت تک منعقد نہو تو نہو گا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور مصنف مخاطب نے جو تصریح کی ہی اُسمین بجائے کل آدمی کے عوام الناس لکھنا چاہیے تھا — کہ درحقیقت خلافت بیعت خواص سے منعقد ہوجاتی ہی نہ عوام سے جیسا کہ علی مرتضےٰ کے فقرہ آئندہ مین ذکر ہی جسکا مصنف

مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہین "اور لیکن اہل اُسکے حکم کرتے ہین اُسپر جو بیعت خلافت کے وقت غائب تہا"

اور اُسکے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ "جو لوگ بیعت کرچکے اُنہین کا حکم اُسپر بہی جاری ہوگا جو اُسوقت موجود نہ تہا" ہمکو نہ اس فقرہ کے ترجمہ پر کچہہ بحث ہی نہ اُسکے معنی مین کسی شرح کی ضرورت ہی۔

مصنف مخاطب نے پہر فقرہ آئندہ کا یہ ترجمہ کیا ہی "پہر حاضر کو یہ اختیار نہین کہ بیعت سے رجوع کرے اور غائب کو یہ اختیار نہین کہ کسی اور کو پسند کرے"

لیکن اس فقرہ کا ترجمہ مصنف مخاطب کو اسطرح کرنا چاہیے تہا کہ "پہر نہین جائز ہی واسطے حاضر کے یہ کہ پہر جائے (ای بیعت کو توڑ دے) اور نہین چاہیے غائب کو یہ کہ کسی اور کو اختیار کرے (ای اہل الرائے نے مجتمع ہوکر بالاتفاق جس کسی کو خلیفہ اور امام قبول کر لیا ہی غائب کو بہی لازم ہی کہ اُسی کو قبول کرے اُسکے خلاف کسی اور کو قبول نہ کرے)۔

ان تمام فقرات اور اُسکے معنی اور ترجمہ سے ظاہر ہی کہ کوئی استدلال سود مند مصنف مخاطب کے لیے پیدا نہین ہو سکتا ہی۔ تاہم مصنف مخاطب یون استدلال کرتے ہین کہ "اس قول مین تو جناب امیرؑ نے قسم کہا کر فرمادیا کہ خلافت کے لیے بعض کی بیعت کافی ہی سب کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ کیا حضرات شیعہ کے نزدیک یہ قسم بہی جناب امیرؑ کی جہوٹی تہی"

پہر مصنف مخاطب اپنے استدلال کی یہ تائید بہی کرتے ہین کہ "اس سے پہلے جناب امیرؑ کا یہ قول بہی ہم نقل کرچکے ہین کہ فاسق کی خلافت بہی جائز ہی وہ قول خوارج کے مقابلہ مین تہا جو امامت کے بالکل منکر تہے"

اور آخر کار یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "پس جو مضمون جناب امیر علیہ السلام نے امیر معاویہ کے نام خط مین لکھا تھا وہی مضمون اُنکے اور اقوال سے بھی ثابت ہی۔ اب کوئی شبہہ باقی نہین کہ جناب امیرؑ کا یہی مذہب تھا اور شیعون کا مذہب جناب امیرؑ کے مذہب کے خلاف ہی"

لیکن یہ تمام استدلال مصنف مخاطب کا غلط ہی اور کلام علی مرتضیٰؑ سے ہرگز وہ امر جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین مستنبط نہین ہوتا۔

علی مرتضیٰؑ نے یہ فرمایا ہی کہ "اگر امامت منعقد ہوتی عامۃ الناس کے حاضر ہونے پر تو اُسکے انعقاد کی کوئی سبیل نہو سکتی۔ لیکن اہل انعقاد امامت کے حکم کرتے ہین غائب پر اور حاضر کو نہین چاہیے کہ اُس سے پہرے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کرے" جسکی صاف مراد یہ ہی کہ اہل الرائے اور اہل حل وعقد امامت کے کہ جو خاص لوگ ہین وہ مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرلین وہی عامۃ الناس کے لیے امام ہو جائیگا۔ اُس سے کسی کو انحراف کرنا نہین چاہیے۔ خواہ وہ عامۃ الناس حاضر ہون یا غائب۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عقد امامت کے لیے خاص لوگون کا حاضر ہونا ضرور ہی عامۃ الناس کا حاضر ہونا ضرور نہین ہی۔ اُسکی مراد یہ نہین ہو سکتی کہ خلافت کے انعقاد کے لیے بعض خواص کی بیعت کافی ہی سب خواص کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ بیشک۔ انعقاد امامت جملہ اہل حل وعقد کی حاضری پر موقوف ہی کہ جو خاص لوگ ہین البتہ عام لوگونکا حاضر ہونا انعقاد امامت کے لیے ضرور نہین ہی۔

جناب امیرؑ نے جو کچھ فرمایا ہی اور جسپر لوگون کو یقین دلانے کے لیے قسم کھائی ہی شیعہ اُسکو سچ جانتے ہین لیکن جو معنے کہ مصنف مخاطب اُسکے

غلط بیان کرتے ہین اُسکو جھوٹ سمجھتے ہین۔

البتہ مصنف مخاطب اور اُن کے ہم خیال ارشاد علی مرتضےٰ کو جن کے واسطے علی مرتضےٰ نے اپنے ارشاد کی صداقت پر یقین دلانے کے لیے قسم کھائی ہی قبول نہین کرتے اور اُسکے صاف وصریح معنی مین تحریف کرتے ہین۔

قول علی مرتضےٰ سے جسپر سابق[1] بحث ہوچکی ہی ہرگز یہ امر واضح نہین ہی کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہی بلکہ خوارج جو یہ کہتے تھے کہ حکومت کسی کی جائز نہین اُسکے مقابلہ مین علی مرتضےٰ نے فرمایا ہی کہ "ضرور ہی کہ لوگون کے لیے کوئی امیر نیک ہو یا بد" اور اُس کلام سے امیر نیک کا نفع اور امیر بد کا ضرر نمایان ہی اُس کلام کے ہرگز یہ معنے نہین ہین کہ فاسق کی خلافت جائز ہی۔

پس جو مضمون جناب امیرؑ نے امیر معاویہ کے نام خط مین لکھا تھا وہی مضمون اُنکے اور اقوال سے بیشک ثابت ہی اور کوئی شبہہ باقی نہین کہ جناب امیرؑ کے ارشادات کے موافق شیعون کا مذہب ہی۔ اور اہلسنت کا مذہب قطعی اُسکے خلاف ہی۔

شیعون کا مذہب جیسے دیگر اقوال علی مرتضےٰ کے موافق ہی اور اہلسنت کا خلاف ہی ویسے ہی باقی مضمون اسی خطبہ سے جو زیر بحث ہی اور جسکو مصنف مخاطب نے ترک کردیا ہی شیعون کا مذہب صحیح اور اہلسنت کا مذہب غیر صحیح قرار پاتا ہی۔

مصنف مخاطب نے جہان تک اس خطبہ سے لیا ہی اُسکا آخر فقرہ ناتمام

[1] جلد خامس ۱۸۹۸ء۔

یہ ہی کہ "حاضر کو جائز نہین ہی کہ انعقاد امامت سے (جو اُسکے اہل انعقاد کرین) پہرے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کر سکتا ہی"

یہ فقرہ اس مضمون پر تمام ہوتا ہی "مگر حال یہ ہی کہ بیشک مین قتال کرنے والا ہو سکتا ہون دو شخصون سے ایک وہ شخص کہ ادعا کرے ایسی چیز (امر امامت) کا جو نہین ہی واسطے اُسکے (ای حق واسطے اُسکے) دوسرے وہ شخص کہ منع کرے ایسے شخص کو کہ جو اُس امامت پر ہی (یعنی مانع طاعت ہو اور امتثال امر امام کا نکرے)۔

بقیہ مضمون اس فقرہ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضیٰؑ ایسے شخص سے قتال جائز سمجھتے تہے کہ جو استحقاق امامت کا نرکہتا ہو۔ اور ظاہر ہی کہ حضرات خلفائے ثلاثہ بمقابلہ علی مرتضیٰؑ کے اقوے اور اعلم نہین تہے۔ پس یہ حضرات جو بے ضابطہ امام بن بیٹہے اور منصب امامت قبول کر لیا وہ اُنکا حق نہین تہا اسلیے کہ وہ حق احق الناس کا تہا اور احق الناس وہ ہو سکتا تہا جو اقوی اور اعلم ہو اور یہ صفتین اُس عہد مین صرف علی مرتضیٰؑ مین تہین۔ اور سوائے علی مرتضیٰؑ کے اور کسی مین یہ صفتین نہین پائی جاتی تہین۔ اور اُن تینون کا امام اور خلیفہ بن جانا بہی باجتماع مہاجر اور انصار اور اہل الرائے جزوی کے ہوا نہ کلی کے۔

پس غیر علی مرتضیٰؑ پر جو انعقاد امامت اور خلافت کا ہوا وہ بے قاعدہ اور خلاف مسئلہ فرمودہ علی مرتضیٰؑ کے ہوا اور اسی بنا پر علی مرتضیٰؑ کو اُنسے قتال جائز تہا (جیسا کہ آخر حصہ فقرہ مذکورہ اسی خطبہ مین ہی)

اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کی نسبت علی مرتضیٰؑ نے سوچا تہا کہ اُنپر حملہ کی جرأت کرون یا نہین؟ جیسا کہ خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی۔ لیکن

علی مرتضےٰ پر اُن سے ایسا قتال جائز تہا نہ واجب۔ اسلیے بوجوہ دیگر کہ جس
مین دین اسلام تباہ ہوتا تہا ایسی حالت مین علی مرتضےٰ کو لازم نہین تہا
کہ وہ امر جائز پر عمل کرتے پس اُنہون نے امر جائز پر عمل نہ کرکے صبر فرمایا
دوسرے اُس شخص سے علی مرتضےٰ قتال جائز جانتے تہے کہ جو مانع
طاعت امام ہو اور اُسکے حکم کو نہ مانے۔

اسمین اشارہ ارباب جنگ جمل اور ارباب صفین اور نہروان کی طرف ہی
کہ باوصف اسکے کہ علی مرتضےٰ باقاعدہ امامت اور خلافت کے لیے قبول
کیے گئے۔ اور ارباب جنگ جمل اور صفین اور نہروان اطاعت علی مرتضےٰ
سے امتناع کرتے تہے اور علی مرتضےٰ کے حکم کو نہین مانتے تہے اور اُن
سے جنگ کرنے کے لیے کوئی امر مانع نہین تہا اسلیے علی مرتضےٰ نے
اُنسے جنگ کرنا ضرور سمجہا۔

مصنف مخاطب نے اس مضمون کو اپنے فقرہ منقولہ سے اسی غرض
سے ترک کیا ہی کہ مضمون اس فقرہ کا علانیہ ایسا موافق مذہب شیعہ
کے اور خلاف مخالف کے ہی کہ جسمین مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کچہہ
تحریف معنی کی بہی نہین کر سکتے تہے۔

بقیہ مضمون اسی خطبہ کا ہم ذیل مین ترجمہ کرتے ہین جس سے ظاہر ہوجائیگا
کہ اُس سے مذہب شیعہ کسقدر موافق ہی اور مذہب مخالف شیعہ کس قدر
مخالف ہی۔

پہر علی مرتضےٰ فرماتے ہین کہ ہے ای بندگان خدا تمکو پرہیزگاری کی
نصیحت کرتا ہون کیونکہ پرہیزگاری بہتر اُن تمام نصیحتون سے ہی جنکے ساتہہ
ہمنے نصیحت کیے جاتے ہین اور خیر انجام امور ہی خدا کے نزدیک اور

بالتحقیق کھل گیا دروازہ حرب کا درمیان تمہارے اور اہل قبلہ کے اور نہین
برداشت کرینگے اس علم کو مگر صاحبان بصیرت اور صاحبان صبر جو مواضع حق کے
جاننے والے ہین پس چلو تم اُسپر جسپر تم حکم کیے جاؤ اور رُک جاو یعنی باز رہو
اُس سے کہ منع کیے جاؤ - اور جلدی نہ کرو کسی کام کرنے مین جب تک کہ
تفتیش اُسمین نہ کرلو کیونکہ ہمارے لیے ہر امر کے ساتھ تبدیلیان ہین
جسکو ناپسند کرتے ہو تم - آگاہ ہو کہ تحقیق یہ دنیا جسکی صبح کی تمنا رکھتے ہو
تم اور اُسمین رغبت کرتے ہو اور صبح اُسکی تمکو غضب ناک کرتی ہی اور خوش
بھی کرتی ہی گو تمہارا گھر نہین اور نہ وہ منزل ہی جسکے لیے تم پیدا کیے گئے ہو
اور نہ وہ ایسی چیز ہی جسکی طرف تم بلائے گئے ہو - آگاہ رہو کہ نہ وہ تمہارے
لیے باقی رہیگی اور نہ تم اُسپر ہمیشہ رہوگے اگرچہ تمکو اُسنے دہوکے مین
ڈالا ہی پس تحقیق مین نے اُسکے شر اور بدی کی خطرناکی ظاہر کردی تمکو پس
چھوڑ دو اُسکے دہوکے کو بسبب اُسکے حذر دلانے کے اور طمع کرنے
اُسکے کو بوجہ خوف دلانے اُسکے کے (یعنے وہ دنیا خود ہی حذر اور خوف
دلاتی ہی) اور سبقت کرو دنیا مین اُس گھر کی طرف جسکے لیے تم بلائے گئے
ہو اور پیرو اپنے دلون کو اُس (دنیا) سے اور ہرگز تم مین سے کوئی وجہ
نہ کرے جیسے کہ لونڈیان کرتی ہین دنیاوی چیز کے نہ دستیاب ہونے پر اور
تم پورا کرنا چاہو اپنے اوپر نعمت خدا کا صبر کے ساتھ جو خدا کی اطاعت پر
کیا جاے اور اُس محافظت کے ساتھ جسکو کتاب خدا نے محفوظ رکھا
(یعنے کتاب خدا نے جو حفاظت تمہاری کی ہی اُسکے ذریعہ سے اپنی محافظت
کرو) آگاہ ہو کہ نہ ضرر پہونچائیگا تمکو ضائع کرنا دنیاوی کسی شی کا بعد اسکے کہ
تمنے حفاظت ستون دین کی کرلی - آگاہ رہو نہ نفع دیگا تمکو جسکی تمنے محافظت

کہ امر دنیوی سے (یعنے دین کو ضائع کرکے) خدا ہمارے اور تمہارے قلوب کو پھیرے حق کی طرف اور ڈالدے ہمارے اور تمہارے دلون مین صبر"

یہ خطبہ علی مرتضیٰؓ نے اُسوقت فرمایا ہی جبکہ وہ بعد قتل حضرت عثمانؓ کے خلیفہ قبول کیے گئے ہین اور باہم اہل قبلہ کے جنگ شروع ہوگئی ہی جیسا کہ مضمون خطبہ سے ظاہر ہی۔ اور مسلمان احکام خدا کے جاننے مین یا قرآن سے مسائل کے استنباط مین عاجز یا بے راہ چلنے پر آمادہ ہو چکے تھے۔

علی مرتضیٰؓ کے اسی قسم کے خطبون کی وجہ سے امام شافعی قائل ہوگئے ہین کہ اگر علی مرتضیٰؓ نہوتے تو احکام اہل بغی سے کچھ بھی پہچانا نہ جاسکتا اس واجب التعظیم رائے سے علی مرتضیٰؓ کے علم و فضل کا اندازہ بمقابلہ غیرون کے اہل نظر کی نگاہ مین بخوبی ہوسکتا ہی۔ کہ اگر علی مرتضیٰؓ نہوتے تو مذہب اسلام بغیر بیان ایک رکن عظیم کے ہوتا۔ علی مرتضیٰؓ ہی وہ شخص تھا کہ جسنے اپنے علم سے تکملہ مذہب اسلام کا کیا۔

علی مرتضیٰؓ نے اس خطبہ مین مذہب اسلام کے مستقیم کرنے کے لیے ہدایت اور اپنے پند و نصائح سے مسلمانون کو راہ راست پر لانے کی کوشش فرمائی ہی اور بعد پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے تھے اُن کو پیش نظر رکھ کے حقیقت ہر ایک امر کی مع اسکے کہ مسلمانون کو کیا کیا کرنا چاہیے دکھائی ہی۔

پہلے علی مرتضیٰؓ نے پیغمبرؐ کی مدح پر شہادت دی ہی کہ وہ امین وحی تھے تاکہ لوگون کو یقین ہو کہ پیغمبرؐ تنزیل من اللہ سے کچھ تحریف اور

تبدیلی نہین کرتے تھے اور اُنسے اُسمین کچھہ خطا نہین ہوتی تھی جو نتیجہ عصمت ہی۔ اور غرض اس ارشاد سے یہ تھی کہ لوگ قرآن کے صحیح منزل من اللہ ہونے مین ذرہ بھر شبہہ نکرین۔

پھر پیغمبرؐ کے ختم المرسلین ہونے کے مدح ظاہر کی ہی کہ بعد اس پیغمبرؐ کے کوئی اور پیغمبرؐ آنے والا نہین ہی اور ضرور ہی کہ بعد اُسکے مذہب اسلام کے قائم رکھنے کے لیے کہ تازہ ہی اور اُسکے چلانے کے لیے تاکہ پختہ ہو جائے کوئی اُسکا جانشین ہو اور وہ جانشین کیا اوصاف رکھتا ہو جنکی وجہ سے وہ خلافت پیغمبرؐ کا احق الناس ہو۔

پھر پیغمبرؐ کو بصفت بشیر و نذیر یاد کیا ہی تاکہ لوگ جان لین کہ موافق احکام خدا کے عمل کرنے سے رحمت خدا کے مستحق ہون گے اور مخالف احکام خدا کے عمل مین لانے سے سزاوار عذاب ہون گے۔

پس بعد ذکر پیغمبرؐ کے سب سے پہلے اُس شخص کے ذکر کی ضرورت تھی کہ جو مستحق پیغمبرؐ کی جانشینی کا ہو۔ اور اُسکا وصف یہ فرمایا کہ خلافت پیغمبرؐ کا احق الناس وہ کوئی ہی کہ اُس امر خلافت کے لیے سب مین قوی تر ہو یعنی قدرت سیاست المملکت کے ساتھہ رکھتا ہو تاکہ کامل تر جاننے والا ہو مواقع خلافت اور اُسکی کیفیتون کا اور کیفیت تدبیر مدن اور حروب کا اور اسی سے لازم آتا ہی اشجع الناس ہونا اُسکا۔

دوسرا وصف یہ فرمایا ہی کہ اعلم ہو حکم خدا کا نیابت رسولؐ کے بارہ مین یعنی اصول اور فروع دین کا بڑا جاننے والا ہو۔ تاکہ ہر عمل اُسکے محل پر کرے جس سے یہ لازم آتا ہی کہ شدید تر ہو حفاظت کرنے والا مراعات حدود خدا کا اور اُسپر عمل کرنے والا۔ اور یہ امر لازم کرتا ہی کہ وہ اُن لوگون مین اعدل ہو

غور کرنا چاہیے کہ کیا یہ اوصاف سوائے علی مرتضیٰؓ کے کسی اور مین تھے جو مقام نیابت رسولؐ پر قدم رکھے۔؟

یقین کرنا چاہیے کہ یہ اوصاف کسی اور مین نہین تھے اور خود حضرت علی مرتضیٰؓ جانتے تھے کہ کسی اور مین یہ اوصاف نہین ہین اور اگر وہ کسی اور مین یہ اوصاف جانتے تو قسم ہی خدا کی کہ علی مرتضیٰؓ اسی موقع پر اُسکا نام بتا دیتے۔ اور کسی اور کا نام نہ بتانے سے صریح کنایہ ہی اپنے اُس نفس کی طرف جسکو خدا نے نفس رسولؐ کہا ہی۔ اور یہ کنایہ ابلغ ہی تصریح سے

پس مسلمانون کو لازم تھا کہ ایسے ہی شخص کو بعد پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کا نائب قبول کرتے۔ اگر ایسے شخص کو جس کسی نے نائب پیغمبرؐ کا مانا اور جس کسی نے کہ اُسکو قبول نہ کیا سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ بشیر کی بشارت رحمت کا کہان اور پیغمبرؐ نذیر کی نذارت عذاب کا کہان موقع ہوگا۔ کہ اس مدح سے ذکر وقت مادح رسولؐ کے شروع خطبہ مین علی مرتضیٰؓ نے ذکر فرمایا ہی۔

پھر علی مرتضیٰؓ نے اُنہین اوصاف والے کے نائب پیغمبرؐ کے قبول ہو جانے والے کے بارہ مین یہ مسئلہ فرمایا ہی "پھر اگر فتنہ کرے کوئی فتنہ پرداز تو اُسپر عتاب کیا جاے اور اگر وہ نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جاے"

لیکن یہ مسئلہ اُسی حالت سے منطبق ہوگا کہ جب اقوی اور اعلم نائب رسولؐ قبول کیا جاے اور نہین تو نہین۔ جسکا یہ نتیجہ ہی کہ علی مرتضیٰؓ کے خلیفہ قبول ہونے کے بعد عمل اس مسئلہ پر ہوگا نہ اُنکے غیر خلیفہ قبول ہونے کی حالت مین۔

بلکہ اُنکے غیر کے خلیفہ قبول ہو جانے پر حملہ جائز ہی کہ اُس حملہ پر اطلاق فتنہ کا نہوگا کیونکہ انعقاد خلافت غیر اقوے اور اعلم پر خود فتنہ ہی۔ گو کسی

دوسری وجہ سے حملہ نہ کیا جاے۔

اور خطبہ شقشقیہ مین جو ارادہ حملہ کا خلافت حضرت ابو بکر پر علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی یہ امر باہم مطابق ہی کہ اس خطبہ مین جہان کہ پند و نصائح فرماتے ہین یہ ارشاد کیا ہی کہ "جلدی نہ کرو کسی امر میں جب تک کہ تمیز نکرلو کہ ہمارے لیے ہر امر مین جسکو تم ناپسند کرتے ہو تبدیلی ہی"

یعنے جب کوئی غیر شخص خلیفہ قبول کیا جاے تو بنظر حالت موجودہ کے اُسکے لیے یعنے اُسپر حملہ کرنے نہ کرنے کے لیے حکم دیگر ہی اور جب مستحق خلیفہ کیا جاے اور اُسمین لوگ فتنہ پردازی کرین تو اُسکے لیے حکم دیگر ہی اور ہر موقع پر اُسکا حکم وہی جانتا ہی جو اُن موقعون کو پہچانتا ہی کہ ایسا علم صاحبان بصیرت اور صبر کو ہوتا ہی۔

اور جس سے مراد یہ ہی کہ حضرت ابو بکر پر حملہ نکرنا دانائی تھی گو وہ بغیر احق ہونے کے خلیفہ قبول کیے گئے اور اُس موقع پر صبر کرنا ضرور تھا کہ مذہب اسلام تباہ و برباد ہوجاتا اور ارباب جمل اور صفین سے اور خوارج سے قتال دانائی ہی۔ کہ اُن لوگون نے ایسے شخص کے خلیفہ ہو جانے کے بعد جو مستحق خلافت تھا سرکشی کی اور جن پر اطلاق بغاوت لازم آگیا۔ اور جنسے جنگ کرنے مین اندیشہ تباہی اسلام کا یا اور کوئی امر مانع نہ تھا بلکہ اُنسے قتال موافق قرآن کے تھا۔

بعد بیان مسئلہ استحقاق خلافت پیغمبر کے علی مرتضیٰ نے مسئلہ انعقاد خلافت کا بیان فرمایا ہی جسکی تصریح ہم اوپر کرچکے ہین اور جس سے ظاہر ہے کہ مسئلہ انعقاد خلافت کے بموجب حضرت ابو بکر پر انعقاد خلافت صحیح نہین ہوا البتہ خود علی مرتضیٰ پر انعقاد خلافت مطابق مسئلہ کے واقع ہوا ہی

اور اُسی کے ساتھ علی مرتضےٰ نے تصریح سے فرمادیا ہی کہ دو شخصون سے مین لڑ سکتا ہون - ایک اُس شخص سے جو دعوے کرے اُس چیز کا جسکا وہ حق نہین رکھتا یعنے حضرت ابو بکرؓ کہ خلیفہ بن بیٹھے جسکا وہ حق نہین رکھتے تھے -

دوسرے اُس شخص سے کہ جو روکے اُس چیز کو جو اُسپر واجب ہو جاے (یعنے قتال باغیون سے کہ جسپر اطاعت امام واجب تھی) جسمین اشارہ طرف جنگ جمل اور صفین اور نہروان کے ہی -

پہر اُسکے بعد تمام نصایح علی مرتضےٰ نے فرمائے ہین - جسکی ابتدا پرہیزگاری سے کی ہی یعنے انسان کو ہر امر بد سے بچنا لازم ہی -

پہر واقعہ حرب کا درمیان اہل قبلہ کے ذکر کرکے بتایا ہی کہ صاحبان بصیرت اور صبر اور اہل علم ہی متحمل اسکے ہو سکتے ہین جو مواقع حق کو پہچانتے ہین - اس فقرہ مین اہل صبر کا لفظ بہت غور طلب ہی کہ کس موقع کو زیر نظر رکھکے اُس کلمہ کے فرمانے کی ضرورت ہوئی ہی -

جہان تک خیال کیا جاتا ہی وہ موقع سواے خلافتون حضرات خلفاے ثلاثہ کے اور کوئی نہین ہو سکتا - جنکو علی مرتضےٰ صحیح نہین سمجھتے تھے لیکن دوسرے وجوہ کے پیش نظر ہونے کے باعث اُن سے قتال بہی نہین کر سکتے تھے اور صبر کر لیتے تھے -

صبر کے معنی ہین غصہ کو پی جانا جسکی مراد یہ ہوئی کہ علی مرتضےٰ کو اُن خلافتون کے انعقاد پر غصہ تو بہت آتا تھا مگر غصہ کو پی جاتے تھے - اور ایسے غصہ کے پی جانے والون کی نسبت اس خطبہ مین فرمایا ہی کہ وہ متحمل ایسے موقعون کے ہوتے ہین

اور اُسکے ساتھ یہ فرمایا ہی کہ حالت کے تغیر سے امر بدل جاتا ہی۔ پس ہر حالت کے حکم کی ہمسے تفتیش کرلو۔ پھر دنیا اور اُسکی آرزو اور طمع کی مذمت کی ہی اور اُسکے حصول کو خطرناک ظاہر فرماکر ہدایت کی ہی کہ دنیا کے ضائع ہونے سے کچھ ضرر نہین ہو سکتا جبکہ دین کی حفاظت ہو چکی ہی کتاب خدا کے بموجب اور ستون دین کا قائم ہو چکا ہی۔ لیکن دنیا کچھ نفع نہین دے سکتی اگر دین ضائع ہو جاے "

مقصود اس ہدایت سے یہ ہی کہ دین مین جو طریقے مقرر کر دیے گئے ہین اُسکے بموجب لوگون کو چلنا چاہیے اگر اُن طریقون پر چلنے سے کچھ دنیا ضائع ہو جائے تو کچھ پروا نہین کرنی چاہیے اسلیے کہ دین کے طریقون پر چلنے سے وہی دنیا ضائع ہو سکتی ہی جو خلاف طریقون دین کے چلنے سے حاصل ہو۔ اور اُسکے ضائع ہونے سے کچھ ضرر نہین پہونچ سکتا ہی اور وہ دنیا جو خلاف طریقون دین پر چلنے سے حاصل ہو کچھ نفع نہین پہونچا سکتی۔

علی مرتضےٰ نے جو یہ کلیہ فرمایا ہی اُسکی مثال اُنکی نگاہ مین وہی تینون خلافتین تہین کہ جو خلاف طریقون دین کے حاصل کی گئی تہین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے انعقاد مین اختلاف ہونے کی وجہ سے اور غیر مستحق کے خلفا قرار پانے کے سبب سے خلافت صحیح بہی قائم نہو سکی۔ اور باہم مسلمانون کے دروازہ حرب کا کہل جانے سے سلطنت قومی مسلمانون کی ضعیف اور آخرکار تباہ ہو گئی۔ اور تمام روے زمین پر کسی وقت پہیل نہ سکی۔

اگر قوی اور اعلم کو احق الناس مسلمان مستحق سمجھکر بالاتفاق اول ہی خلیفہ مقرر کرتے کہ یہی طریقے دین کے تہے تو کبہی نہ غیر مستحق کو حوصلہ خلافت کا پیدا ہوتا نہ باہم مسلمانون کے جنگ ہوتی نہ تمام روے زمین پر مذہب اسلام

پہلے سے رُک جاتا۔

پھر مصنف مخاطب جناب امیر علیہ السلام کو ابو بکرؓ سے لڑنے کا خیال پیدا نہ ہو سکنے کے لیے آخری یہ استدلال کرتے ہین کہ "جناب امیرؑ جانتے تھے کہ صحابہ کی جماعت نے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا ہی اور رسولؐ کا قول ہی کہ حق ہمیشہ جماعت کی طرف ہی"

اور خصال ابن بابویہ سے ارشاد رسولؐ نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "بیشک میری امت متفرق ہوگی بہتر فرقہ پر اکہتر فرقے ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ لوگون نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہوگا رسولؐ نے فرمایا جماعت جماعت جماعت"

اس ترجمہ پر ہمکو کچھ عذر نہین ہی البتہ شروع مین ترجمہ یون ہونا چاہیے کہ "بیشک میری امت قریب ہی کہ متفرق ہوگی" کیونکہ اصل لفظ عربی یہ ہین "ان امتی ستفترق"

مصنف مخاطب ارشاد پیغمبرؐ مندرجۂ بالا سے یون استدلال کرتے ہین کہ "اس بیان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ جناب امیرؑ نے ابو بکرؓ سے لڑنے کا ہرگز خیال نہ کیا ہوگا"

یہ روایت خصال مین اسطرح مروی ہوئی ہی کہ بات کہی ہمسے ابو احمد شافعی نے فرغانہ مین کہا کہ بات کی ہمسے مجاہد بن اعین بن داؤد نے کہا بات کی ہمسے محمد بن فضل نے کہا بات کی ہمسے ابن لہیعہ نے اُسنے سعید بن ابی ہلال سے اُسنے انس بن مالک سے کہا اُسنے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے بیشک بنی اسرائیل متفرق ہوے عیسیٰؑ کے بارہ مین اکہتر فرقون پر پس ہلاک ہوئے بہتر فرقے اور نجات پائی ایک فرقے نے اور بتحقیق امت میری قریب ہی کہ

[illegible] مبارک [illegible] المتقین

نور علے نور

رسالہ روشنی بایرادِ رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم چوماہی آخر ۹۹ء

باہتمام

مرزا عبد التقی قزلباش

[illegible] رسالہ روشنی

مطبع اسلام محمدی لکھنؤ میں چھپکر

دفتر رسالہ روشنی محلہ [illegible] لکھنؤ میں شائع ہوا

التماس

الحمد للہ کہ رسالہ روشنی کی جلد ششم بابتہ ۹۹ء ختم ہوئی امید ہے کہ
ناظرین ان نمبرون کے پہونچنے پر زر چندہ اس جلد ششم کی بابت بھیجدینگے
جلد ہفتم ۱۹۰۰ء کا سلسلہ جو زیر طبع ہے انشاء اللہ السنعان بعد محرم روانہ
کیا جائیگا۔

جن بزرگوارون کے پاس سے اس عرصہ مین جلد ششم کا چندہ نہ آئیگا
اون کی خدمت مین جلد ہفتم کا ابتدائی پرچہ بذریعہ ویلو پارسل بھیجا جائیگا
رسید زر بابتہ جلد ششم ۹۹ء جلد ہفتم ۱۹۰۰ء کے ساتھ شایع
ہوگی۔

اطلاع۔ اکثر بزرگوارون کے خطوط میرے پاس اس امر کے
دریافت مین پہونچے ہین کہ **الفاروق شبلی** پر بھی ریویو تیار ہوا ہے
یا نہین۔ اگرچہ مینی جواب خطوط بھیجدیئے ہین تاہم بنظر مزید اطمینان مومنین
اطلاع دیجاتی ہے کہ الفاروق، پر عالیجناب قبلہ و کعبہ عمومی مرزا عابد علی بیگ
خانصاحب بہادر رٹائرڈ سب جج ریویو تحریر فرما رہے ہین۔

اگر منظور خدا ہے تو کیا عجب کہ ۱۹۰۰ء [illegible] وہ چھپ کر تیار ہوجائے
تمام مومنین کو چاہئے کہ وہ جناب ممدوح مدظلہ کی صحت و عافیت۔ اور ریویو
کے جلد ختم ہونے اور طبع کے لئے دعا فرماوین۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ ایک ریویو مختصر مگر جامع۔ ہمارے
نہایت شفیق بھائی قاضی فقیر علیصاحب عاقل رئیس کانگڑہ نے عرصہ ہوا
کہ لکھکر ہمکو بھیجدیا ہے جسکو ہم دیگر [illegible] علل کیوجہ سے اب تک نہین
چھاپ سکے ہین۔ لیکن بعد محرم اوس کو بھی انشاء اللہ چھاپ دینگے۔ اڈیٹر

سے یہ کہہ سکتا ہے کہ سوائے علی مرتضیٰ ع کے اور کسی کے حق مین لکھواتے۔
پس ایسی حالت مین علی مرتضیٰ ع کو یہ مناسب تہا کہ وہ اپنے حق مین ایسی تحریر
لکھوانے کے واسطے قبل اس کے کہ دوسرے لوگون کے دلون کی مرضی
اور غیر مرضی اور پیغمبرؐ کی اطاعت اور نافرمانی معلوم ہو جھٹ پٹ دوڑ کے
کاغذ دوات لے آتے؟ اور اسی لحاظ سے پیغمبرؐ نے کاغذ اور دوات طلب
کرنے کا حکم عام دیا تہا خاص علی مرتضیٰ ع کی نسبت وہ حکم نہین دیا تھا۔
بلکہ کنایہ اُس حکم عام مین یہی تھا جس کو علی مرتضیٰ ع جانتے تھے کہ سوائے
علی مرتضیٰ ع کے دوسری لوگ کاغذ و دوات لائین اور دوسرے ہی لوگ
پیغمبرؐ کی وصیت کو اُس امر کی بابت لکھین تاکہ پھر کسی وقت وہ لوگ امر خلافت پر
کچھ حجت و تکرار نہ کر سکین۔ لیکن لوگون نے کاغذ اور دوات کی طلب
پر اور پیغمبرؐ جو لکھوانا چاہتے تھے اُس کے لکھنے پر اسے زور و شور
سے مخالفت کی کہ جس سے پیغمبرؐ کو اذیت ہوئی اور پیغمبرؐ نے اپنے
پاس سے اُن لوگون کو اُٹھوا دیا۔ اگر حاضرین جلسہ اپنی رضامندی
طلب کاغذ و دوات پر اور اُس لکھوانے پر جو پیغمبرؐ لکھوانا چاہتے تھے
ظاہر کرتے اور اُن لوگون کے اُٹھوا دینے کی نوبت نہ آتی۔ یا بعد رفع
مخالفت کے مخالفت [illegible] والون کو سکوت ہو جاتا اُسوقت علی مرتضیٰ ع
کاغذ دوات حاضر نہ لاتے یا جب سکوت اختلاف سے ہو جاتا اور پھر
اُس وقت پیغمبرؐ ضرور حاضر لانے کاغذ و دوات کا علی مرتضیٰ ع کو حکم
دیتے اگر اُس وقت علی مرتضیٰ ع تعمیل حکم پیغمبرؐ کی نہ کرتے تو اُن کی
نسبت مصنف مخاطب یہ کہہ سکتے تھے کہ جناب امیر ع نے حکم کی کچھ بھی
پروا نہ کی۔ مگر جو صورت کہ حکم طلب کاغذ و دوات مین پیش آئی اُس

مین مخالفین حکم پیغمبرؐ نے موقع ہی نہین آنے دیا کہ علی مرتضیٰؑ اس حکم کی کچھہ تعمیل کر سکین۔

حضرت عمرؓ جو یہ سمجھہ گئے کہ "رسول ؐ یہ لکھواتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو اس لیے اُنھون نے بعض صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمکو قرآن کافی ہے" جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ مگر ایسا سمجھنا حضرت عمرؓ کا اور اُسی نیت سے اُن کا صحابہ سے کہنا اور مصنف مخاطب کا ایسا ظاہر کرنا سب غلط ہے پیغمبرؐ پہلے مجمع عام مین یہ کہہ چکے ہین "قرآن کو اور میرے اہل بیت کو مت چھوڑیو" اگر پیغمبرؐ صرف یہ لکھوانے والے تھے کہ قرآن کو مت چھوڑیو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بہ قول مصنف مخاطب کے سمجھا تو ضرور تھا کہ حضرت عمرؓ پیغمبرؐ سے صرف اس لکھوانے پر اصرار کرتے کہ قرآن کو مت چھوڑیو کہ پیغمبرؐ اپنے فرمودہ سابق کو جس مین قرآن کے ساتھہ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھہ تمسک کو فرمایا تھا منسوخ کرنے والے ہین۔

حضرت عمرؓ نے جو کچھہ سمجھا اور کہا اُس کی حالت ہرگز ایسی نہین ہو سکتی جس طرح جریح کی حالت دیکھکر علیؑ یہ سمجھہ گئے تھے کہ اب اس کا قتل مقصود نہین ہے اس کی حالت پر رسول ؐ کو اطلاع کر دینا کافی ہے" وقت طلب کاغذ و دوات کے پیغمبرؐ نے کوئی صورت معاملہ کی بیان نہین فرمائی تھی "لن تضلوا بعدی" سے یہ قرینہ ہرگز نہین پیدا ہوتا کہ پیغمبرؐ یہی لکھوانا چاہتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو" جو حضرت عمرؓ ایسا سمجھ سکتے کہ "جو کچھہ حضرت رسول ؐ لکھواتے ہین وہ ہمکو معلوم ہے اور اُس کی اطلاع کر دینا کافی ہے اگر ہماری سمجھہ مین غلطی ہوگی تو رسول ؐ

دوبارہ حکم کرینگے ورنہ شدت مرض مین رسول ؐ کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے کاغذ و دوات وغیرہ لانے سے یہ جواب اولی تہا کہ رسول ؐ یہ معلوم کرکے بہت خوش ہونگے کہ جو کچہہ مین لکہوانا چاہتا تھا وہ اُن کو خوب معلوم ہے اور یہ لوگ ایسی ہدایت کامل پا چکے کہ اب ان کو اور کچہہ بتانے کی حاجت نہین" یہ سمجہہ حضرت عمر ؓ کی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کسی طرح نہین ہوسکتی اگر حضرت عمر ؓ کی یہ سمجہہ ہوتی تو دوسرے ہم نشینون سے بعد اس فرمانے کے کہ ہم کو کتاب خدا کافی ہے پیغمبر ؐ کی نسبت یہ نہ کہتے کہ "اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چہوڑ دو" اور باہم ہم نشینون کے جہگڑا کرا کرا اور شور غل مچوا کرا اور ایسی تکلیف پیغمبر ؐ کو پہونچا کر پیغمبر ؐ سے اُٹھوا دیے جانے کا حکم حاصل نہ کرتے پیغمبر ؐ جانتے تھے اور بتا چکے تہے کہ قرآن کتاب خدا اور اہلبیت پیغمبر ؐ عالم قرآن لوگون کو دین اسلام پر چلانے کے لیے کافی ہین۔ لن تضلوا بعدی ابدا سے مراد کسی امر عظیم مین اختلاف نہونے سے ہوسکتی ہے ایسا اختلاف جس نے دین اسلام کو کمزور اور مسلمانون کی خصلت کو خراب کردیا اور بیج نا اتفاقی کا مسلمانون کے سرشت مین بو دیا۔ لن تضلوا بعدی سے وہ قرینہ پیدا نہین ہوسکتا جسکو مصنف مخاطب سمجہہ حضرت عمر ؓ کی ظاہر کرتے ہین۔ بلکہ اُس تمام واقعہ سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیغمبر ؐ امر صریح ایسا لکہوانے کو تھے کہ جو خلاف مقصد حضرت عمر ؓ کے تہا اور حضرت عمر ؓ سمجہہ گئے تھے کہ پیغمبر ؐ امر خلافت کے متعلق ایسا کچہہ لکہوانے کو ہین کہ اُس مین گنجائش پھر کسی حجت و تکرار کی نہ ہوگی اور یہ ہی سمجہکر اُنھون نے اپنی دانائی اور

عقلمندی سے ایسا اختلاف کا جھگڑا اور شور غل مچوایا کہ نوبت لکھوانے اُس امر کی نہ آسکی - یہ سچ ہے کہ پیغمبرؐ جو کچھہ لکھوانے کو تھے وہ نیا حکم نہین تھا اس لیے کہ آیت اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین - اور مین اُس پر یہ اور اضافہ کرتا ہون کہ قبل نزول اس آیت کے پیغمبرؐ خم غدیر پر تعمیل حکم آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ کی کر چکے تھے لیکن بہ نظر حکم عام اس آیت کے "

"وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم" اور نازل کیا ہم نے اوپر تیرے ذکر تا کہ صراحت سے ظاہر کرے تو واسطے لوگون کے جو کچھہ نازل ہوا ہی اُن کے لیے " پیغمبرؐ کسی امر کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنے والے تھے اور جو کچھہ کہ پیغمبرؐ بیان فرماتے وہ حدیث پیغمبر ہوتی - اکثر پیغمبرؐ نے کسی آیت کے معنی کسی وقت خود یا کسی کے استفسار پر بیان فرمائے ہین اور وہ سب احادیث پیغمبرؐ مین داخل ہین مگر کسی امر کا تصریح سے بیان کرنا خود پیغمبرؐ پر اپنی طرف سے ایسا واجب نہین ہے جیسا کہ کسی آیت ربانی کا لوگون پر پہونچانا لیکن آیت قرآنی جیسے نص ہوتی ہے ویسے ہی حدیث پیغمبرؐ - پیغمبرؐ نے جس امر کے لکھوانے کے لیے کاغذ و دوات طلب کیا تھا اور لوگون کی مخالفت اور تنازع اور شور غل کے سبب سے ناخوش ہو کر اون کو اُٹھوایا اور اُسوقت یا دوسرے وقت نہ لکھوایا یہ امر اُن کا اختیاری تھا الا نہایت قابل افسوس کے ہے کہ آخر وقت زندگانی مین ادنی سے ادنی شخص کچھہ لکھوانا یا کہنا چاہتا ہے تو اُس کے عزیز اور دوست نہایت

آرزو سے اُس کا سُننا اور لکھنا چاہتے ہین - لیکن پیغمبرؐ آخرالزمان کی وصیت اور پند اُس کے دوستون نے سُننا گوارا نہ کی اور اُس کو لکھوانے سے روک دیا - اور جھگڑے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی جنھون نے یہ فرمایا کہ "ہم کو کسی کتاب کی ضرورت نہین ہے ہم کو قرآن کافی ہے اور اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو" کہ اسی مخالفت پیغمبرؐ پر تنازع شروع ہو کر شور غل ہوا اور مجلس پیغمبرؐ سے وہ لوگ اُٹھوا دیے گئے -

وہ راے حضرت عمرؓ کی اس بنا پر کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی" پیغمبرؐ کا وہ امر لکھوانا اختیاری تھا نہ ضروری لیکن پیغمبرؐ کے امر اختیاری کے استعمال کے وقت حضرت عمرؓ کی مخالفت قطعی ناواجب تھی - اور حضرت عمرؓ کی مخالفت سے جو اختلاف کرنے مین جھگڑا ہوا اُسکا الزام خود حضرت عمرؓ پر ہے کہ نہ وہ مخالفت کرتے نہ اُن کی مخالفت سے اختلاف کا جھگڑا ہوتا اس سے تمام تر الزام حضرت عمرؓ پر ہے پیغمبرؐ نے جو اپنے پاس سے لوگون کو اُٹھوا دیا وہ اس کا نتیجہ نہین ہے کہ "حضرت عمرؓ کی راے سے اختلاف کیا گیا تھا" بلکہ اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ سے مخالفت کی تھی - ابن عباس کی راے بالکل ٹھیک ہے کہ "وہ اس تحریر کے ملتوی ہو جانے کو بڑی مصیبت سمجھتے ہین" مصنف مخاطب اُن کی راے کو اس بنا پر غیر صحیح قرار دیتے ہین کہ "حضرت عمرؓ کی راے کو رسولؐ نے قبول کر لیا اور پھر لکھوانے کا قصد نہ کیا" حالانکہ یہ نتیجہ جو مصنف مخاطب نکالتے ہین بالکل

غلط ہے پیغمبرؐ نے کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ جس سے رائے کو حضرت عمرؓ کی پیغمبرؐ کا قبول کرنے کا نتیجہ نکلے اور پھر لکھوانے کا جو پیغمبرؐ نے قصد نہین کیا اُس کی وجہ صریح ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ سمجھ لیا کہ عمرؓ اور اُن کے تائید کرنے والے مجھ پیغمبرؐ کے قول کو ہذیان جانتے ہین اور میری زندگی مین میرے سامنے مخالفت کرتے ہین تو بعد میرے اُس کو کیا قبول کرینگے اور کیا اُس پر عمل کرینگے ایسی تحریر کا لکھوانا بالکل بیکار ہے۔ پس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا الزام سراسر حضرت عمرؓ پر عائد ہوتا ہے علیؑ پر کیا اس حکم کی بابت اور کیا حکم قتل جریح کی کی بابت کوئی الزام عائد نہین ہو سکتا۔

روایت حکم قتل جریح کا منشا یہی تھا کہ بعد تحقیق اور تفتیش کے جریح قتل کیا جائے اور جس مین دوبارہ حکم کی ضرورت نہ تھی اور اُس حکم پیغمبرؐ مین گو کسی نوعیت سے تھا علی مرتضیٰؑ نے کچھ حجت نہین کی تھی اور فوراً اُس کی تعمیل کے لیے بغیر کسی چون وچرا کے چلے گئے تھے۔ برخلاف اُس کے حکم طلب قرطاس ودوات مین اور پیغمبرؐ جو کچھ کہ لکھوانا چاہتے تھے اُس مین کسی تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے چون وچرا کی۔ اور پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل نہونے دی۔ علی مرتضیٰؑ نے مجرد صدور حکم قتل جریح کے وقت پیغمبرؐ سے نہ مخالفت کی تھی نہ کچھ عذر کیا تھا نہ اُس کو غیر ضروری سمجھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجرد صدور حکم طلب قرطاس اور دوات کے پیغمبرؐ سے مخالفت بھی کی عذر بھی کیا غیر ضروری بھی سمجھا پیغمبرؐ کو ہذیان کی نسبت بھی دی یہ بھی کہا کہ اس مرد کو اسکی حالت

پر چھوڑ دو۔ یعنی حکم پیغمبرؐ کو قابل عمل بھی نہین سمجھا۔ قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج مین نظم قرآن کے معجزات سے نوا معجزہ بے شک یہ لکھا ہے جس کا ایک جزو مصنف مخاطب نقل کرتے ہین "کہ اُس مین وہ سب چیزین موجود ہین جنکے علم کی بندون کو حاجت ہے اصول دین اور فروع دین سے" بعد اس کے اُسی نوین معجزہ قرآن مین ملا قطب الدین راوندی نے یہ لکھا ہے کہ اُس مین آگاہ کرنا ہے طریقون عقلیات کا اور قائم کرنا حجت کا اوپر ملاحدہ اور براہمہ و منکرین بعث اور قائلین طبائع کے نہایت مختصر و کلام بلیغ تر سے اور اُس مین ہے طرح طرح کے اعراب اور عربیت اور حقیقت اور مجاز یہان تک کہ طب اور محکم و متشابہ اور ناسخ اور منسوخ"

بحث یہ نہین ہے کہ قرآن کسی چیز سے خالی ہے یا وہ ناتمام ہے یا اُس مین کچھہ نقص ہے ۔ خدا خود فرماتا ہے "لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین"

ہمارے ہندوستان مین لاکھون مسلمان ایسے ہین ۔ اور دوسرے ملکون مین بھی کرورون ایسے ہین کہ جنکی بغلون مین اور جن کے گھرون مین قرآن موجود ہے اور وہ زبان عربی نہین جانتے یا جانتے ہین اور اُس کے معنی و مراد نہین سمجھہ سکتے خصوصًا آیات متشابہات کو سمجھنا تو عالمون کو بھی مشکل ہوا ہے ایسے لوگون کو مجرد قرآن کیا کفایت کرسکتا ہے اور ہر ایسا مسلمان کیا فائدہ اُس سے اُٹھا سکتا ہے نہین قرآن کے ساتھہ اعلم کا ہونا ضروری ہے اور اسی وجہ سے

پیغمبرؐ فرما گئے ہین "کہ مین تمہاری دو چیزین درمیان تمہارے چھوڑے جاتا ہون کتاب اللہ اور اپنی عترت یا اہلبیت وہ اس سے جدا نہین ہونگے اُن کو مضبوط پکڑے رہنا" اور خاص علیؑ کی نسبت فرمایا ہے کہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ" جس سے مقصود پیغمبرؐ یہ ہے کہ قرآن اُس وقت مین کافی ہے کہ جب اُس کلام کی مراد اور مقصد کو علیؑ اور اہلبیتؑ سے جن مین ائمہ اہل بیت داخل ہین پہونچے کہ اُن سے زیادہ کوئی عالم نہین ہو سکتا جیسا کہ خود پیغمبرؐ فرما گئے ہین - پس حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے غلط اور مخالف ارشاد اور ہدایت رسولؐ کے ہے - مصلحت اس حکم پیغمبرؐ کی ظاہر ہے کہ قرآن کے مراد اور مقاصد علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ ایک ہی بتائین گے اور اُن مین اختلاف نہین ہوگا اور ایک راہ پر کل مسلمان چلتے رہین گے - اور مضرت قول حضرت عمرؓ سے یہ ہوئی کہ ہر شخص نے اپنے مطلب اور غرض کے واسطے یا اپنی اپنی سمجھ اور ضرورت کے موافق قرآن کی مراد اور مقاصد کو بیان کرنا شروع کر دیا جس سے امت رسولؐ مین اختلاف واقعہ ہو گیا اور اس اختلاف نے مسلمانون کو جداگانہ راہون پر ڈال کر باہم عناد پیدا کر دیا اور امت واحد کو منتشر کر کے برباد کر دیا اور درجہ تنزل پر پہونچا دیا

حضرت سلمانؓ نے جو اُن لوگون پر اعتراض کیا ہے جنھون نے قرآن چھوڑ کر حدیث پر عمل شروع کیا تھا وہ اعتراض اُن کا صحیح ہے اور مجرد حدیث پیغمبرؐ پر عمل کرنے والون کا فعل خلاف ہدایت پیغمبرؐ کے تھا - مجرد حدیث پر ہر شخص کا عمل اپنی سمجھ کے موافق روا نہین ہو سکتا

جب تک کہ وہ قرآن کو نہ جانے کیونکہ جب تک کوئی قرآن کو نہ جانے تب تک وہ صحیح اور غیر صحیح حدیث کو نہین پہچان سکتا۔ اور قرآن کو وہی جان سکتا ہے کہ جس نے اُس کے معنی اور مراد کو علی ع اور اہل بیت پیغمبرؐ سے سمجھا ہو۔ جو لوگ کہ مجرد حدیث پر عمل کرتے تھے اس حیثیت سے کہ اپنی رائے سے اُس کے معنی لگائے باوصف اس کے کہ علیؑ اُس وقت موجود تھے ایسے لوگون پر اعتراض حضرت سلمان ع کا نہایت ٹھیک تھا۔ اور مین جہانتک خیال کرتا ہون۔ حضرت سلمانؓ نے (جن کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہے)۔

"منا اهل البیت" یہ اعتراض اُسی وقت شروع کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر ع نے معاملہ فدک مین ایک حدیث پیغمبرؐ بیان کرکے قرآن کو چھوڑ دیا اور اپنی بیان کی ہوئی اور اپنی سمجھ سے سمجھی ہوئی حدیث پر عمل کیا۔ باوصف اس کے کہ علی مرتضی ع اور فاطمہ زہرا ع جو اہل بیت پیغمبرؐ سے تھے۔ اصرار کرتے رہے کہ قرآن کے بموجب انبیاء بھی وارث ہوتے ہین۔ اور فاطمہ ع کو اپنے باپ کی میراث مال حضرت محمد ع مین پہونچتی ہے۔ جیسے کہ دیگر مسلمانون کو اپنے مورث کی میراث۔

مصنف مخاطب حضرت عمر ع کے اس قصہ کا مقابلہ اُس قصہ سے کرتے ہین جب رسول ع کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ ولایت علی ع کا حکم اُمت کو سنا دو۔ اور تفسیر صافی سے ذیل آیت "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته" الخ کی امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہین اور

اُس طولانی رُوایت کا بطور حاصل بہ قدر ضرورت اپنی کے بہ تبدیل الفاظ جس کی نوعیت متغیر ہو جائے اپنی مذاق کے موافق ترجمہ کرتے ہین۔

"پہلے ایک روایت امام علیہ السلام سے یہ ہے کہ خدا نے حکم کیا ولایت علی بن ابی طالب ع کا اور نازل کی آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون اور فرض کی ولایت اولی الامر کی پس نہ جانا لوگون نے کہ وہ کیا چیز ہے۔ حکم کیا خدا نے محمدؐ کو یہ کہ تفسیر کر دین واسطے اون لوگونکے ولایت کی۔ جیسے کہ تفسیر کی اُن لوگون کے لیے نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج کی پس دشوار معلوم ہوا پیغمبرؐ کو یہ امر اور خوف کیا یہ کہ پھر جاوینگے لوگ دین سے اور جھٹلاوینگے وہ پیغمبرؐ کو۔ پس رجوع کی پیغمبرؐ نے اپنے رب کی طرف اور وحی بھیجی اللہ نے یہ کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس"

پس پیغمبرؐ نے سخن حق آشکار کیا اور ولایت علی بن ابی طالب ع کو قائم کیا دن غدیر خم کے" اور اُس روایت کا حاصل جس کا مصنف مخاطب ذکر کرتے ہین یہ ہے "تحقیق قصد کیا پیغمبرؐ نے مدینے سے رحلت کی تمام شرایع اپنی قوم کو پہونچا چکے تھے سوائے حج اور ولایت کے پس آئے جبرئیل اور کہا اُنھون نے کہ اے محمدؐ خدا تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مین کسی پیغمبرؐ اور نبی ع کی روح قبض نہین کرتا مگر بعد

کامل کرنے دین اور تاکید حجت کے اور تم پر دو فریضہ باقی رہے ہین جسکی
طرف قوم محتاج ہے فریضہ حج اور فریضہ خلافت بعد تمھارے مین جانی
نہین چھوڑتا ہون زمین کو خالی حجت سے پس منادی کرائی پیغمبرؐ نے
کہ حج کا ارادہ کرتے ہین اور نکلے رسول اللہؐ اور لوگ اُنکے ساتھ
اور حج کیا۔ جب تلبیہ کے متصل ٹھہرے پس آئے جبرئیل اور کہا کہ خدا
سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ نزدیک پہونچی ہے اجل تمھاری پس
پورا کرو عہد اپنا اور مقدم رکھو وصیت اپنی کو اور جو کچھ کہ تمھارے
پاس ہے علم اور میراث علوم انبیاء سے اور سلاح و تابوت نشانیون انبیاء
سے سونپ دو اپنے وصی اور خلیفہ اپنے علی ابن ابی طالبؑ کو کہ حجت
بالغہ میری ہے۔ اور یاد دلا دو میری بیعت اور میثاق کا ولایت ولی
میرے سے اور مولی ہر مومن و مومنہ سے کہ علی بن ابی طالبؑ ہے
اور کمال توحید اور دین کا اور اتمام نعمت کا خلق پر اتباع میرے ولی
کا اور اُس کی اطاعت ہے۔ پس اندیشہ کیا رسول اللہؐ نے اپنی قوم
کا اور اہل نفاق اور شقاق کا یہ کہ متفرق ہو جائینگے اور رجوع کرجاوینگے
طرف جاہلیت کے کہ پیغمبرؐ اُن کی عداوت اور جو کچھ کہ اُن کے
نفسون مین لپٹا ہوا تھا بغض علیؑ سے جانتے تھے اور چاہا جبرئیلؑ
سے یہ کہ وہ نگہبانی پروردگار کی لوگون سے پیغمبرؐ کے لیے چاہین
اور انتظار کیا جبرئیلؑ کا یہانتک کہ پہونچے پیغمبرؐ مسجد خیف تک پس
آئے جبرئیل اور حکم دیا یہ کہ عہد کو پورا کرو اور قائم کرو علیؑ کو لوگون
کے لیے اور نہ لائے نگہبانی خدا سے یہان تک کہ پیغمبرؐ آئے کراع الغمیم
مین پھر آئے جبرئیل اور ویسا ہی حکم لائے اور نگہبانی نہین لائے

پیغمبرؐ نے کہا کہ اے جبرئیلؑ مجھکو اندیشہ ہے اپنی قوم کا یہ کہ جھٹلا دین مجھکو اور نہ قبول کرین میری بات علیؑ کے بارے مین پس کوچ کیا پیغمبرؐ نے اور پہونچے غدیر خم پر پس آئے جبرئیلؑ پانچ گھڑی دن چڑھے ساتھ زجر اور کپ کپاہٹ چڑھا دینے کے اور نگہبانی کی لوگون سے"

ان روایتون سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ تعمیل حکم کی مخالفت پر آمادہ نہین ہوئے جیساکہ حضرت عمرؓ باعث منع قرطاس اور دوات کے ہوئے بلکہ پیغمبرؐ تعمیل حکم ربانی مین اندیشہ کرتے تھے اور اطمینان اپنی حفظ کا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ کہ پیغمبرؐ کو تبلیغ رسالت اُس امر مین اندیشہ تھا اور نگہبانی اپنی چاہتے تھے خود اُسی آیت کے اخیر فقرہ وعدۂ ربانی سے واضح ہے۔

"واللہ یعصمک من الناس" خدا نگاہ رکھے گا تجھکو لوگون سے"

پس جبکہ وہ اندیشہ اور خواہش وعدہ حفظ خود آیت قرآنی مین موجود ہے تو پیغمبرؐ سے پوچھنا چاہیے کہ اے پیغمبرؐ تم نے کیون اندیشہ کیا تھا اور کیون نگہبانی کا وعدہ چاہا تھا اور بلا کسی اندیشے اور وعدہ نگہبانی کے فوراً تعمیل حکم کی کیون نہ کردی؟ باوصف اس کے جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "تم نے ضعف اسلام کے وقت مین مشرکین مکہ کے سامنے اُن کے معبود بتون کی برائی بیان کی اور شرک کا رد کیا اور اللہ کے حکم کے مقابلہ مین کافرون کی ایذاؤن کی کچھ پرواہ نہ کی اب قوت اسلام کے زمانے مین مسلمانون سے اُن کو یہ خوف ہوا کہ وہ اللہ پر توکل نہ کرسکے نہ اس سے پہلے جو اللہ نے اُنکی نصرت اور مدد کے بہت سے وعدے کیے تھے وہ اُن کو یاد رہے" یا بلحاظ فقرہ

آخر آیتہ کے جس سے پیغمبرؐ کا اندیشہ ناک ہونا اور وعدہ حفظ کا چاہنا ظاہر ہے۔ مصنف مخاطب کو اُن سب اعتراض کا پیغمبرؐ پر وارد کرنا لازم تہا جو بنظر روایت امامؑ کے شیعون پر اعتراض بارادہ تصدیق امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کے جس کا وقوع خم غدیر پر ہوا کیا جاتا ہی۔ کیونکہ آیت قرآنی مین جس اندیشہ اور وعدہ حفظ کا احتمال ہے اُسی کی امامؑ نے تفسیر کی ہے اور حق بالکل مطابق آیت کے ہی۔

اصلی بات یہ ہے کہ ان روایتون کا مفاد (جن مین بیان ایسے انداز سے ہے کہ انسان اُسی محاورے کے بموجب اُس مقصود کو بآسانی سمجہہ جاوے)۔ صرف اسقدر ہے کہ پیغمبرؐ قوت ملکوتیہ کو مشورہ کی حیثیت سے کام مین لاتے تہے اور براہ دور اندیشی نگہبانی کا اطمینان چاہتے تہے۔ اور بالآخر ہر پہلو پر نظر کرکے تبلیغ رسالت اُس امر کی اطمینان کے ساتہہ کی۔ اور مکہ مین جو مشرکین کے معبود بتون کی بُرائی کی اور شرک کو روکا اُس مین بھی پیغمبرؐ نے دور اندیشی اول مدنظر رکھی تھی اور حمایت حضرت ابو طالبؑ اور وجاہت حضرت خدیجۃ الکبریٰ پر اپنی نگہبانی کا اطمینان کرلیا تہا۔ جیساکہ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ جب ان حامیون کا انتقال ہوگیا تو پیغمبرؐ نے اپنی نگہبانی کا اطمینان اہل مدینہ سے کرکے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ اور اللہ نے جہان کسی پیغمبرؐ سے نصرت اور مدد کے وعدہ کیے تہے۔ اُس کے اسباب اور سامان ظاہری نصرت اور امداد کے موجود فرمائے تہے علی مرتضیٰؑ اور بنی ہاشم کا وجود جنھون نے کبھی پیغمبرؐ کو لوگون مین تنہا نہین چھوڑا باوصف اس کے کہ مخصوص صحابہ نے ہمیشہ اپنی

اپنی راہ لی تھی۔ مصنف مخاطب یہ چاہتے ہین کہ پیغمبرؐ کو وصف دور اندیشی اور اطمینان سے فائدہ اُٹھانے کو پاک دکھاوین اور بے اندیشہ اور بغیر اطمینان حفظ کے پیغمبرؐ سے کسی امر کے وقوع مین لانے کی توقع رکھین۔ حالانکہ بغیر اندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل تہور ہی جو اوصاف رذیلہ مین داخل ہے۔ اور باندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل شجاعت ہے جو اوصاف حمیدہ مین شمار کیا گیا ہے۔ اور پیغمبرؐ تمام اپنے کامون مین نصرت کے اور اپنی حفظ کے خدا سے خواستگار اور امیدوار رہے ہین جس مین شان عبد اور معبود کی ہے۔

اصول کافی کتاب الحجہ باب نص اللہ مین بیشک ایک طویل روایت ہے جس مین امام علیہ السلام نے تفسیر اطیعوا اللہ الخ کی فرمائی ہے اور اُسمین ذکر حدیث من کنت مولاہ الخ وحدیث ثقلین اور آیت تطہیر اور آیت اولی الارحام کا ذکر فرما کر ولایت کو علی مرتضیٰؑ اور ائمہ اہل بیت کے ساتھہ مخصوص فرمایا ہے۔ لیکن اُس حدیث مین وہ مضمون جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے نہین ہے البتہ وہ مضمون (یعنے ذکر قصہ غدیر خم اور یہ بیان کہ جب تبلیغ ولایت کا حکم آیا تو رسولؐ کا دل تنگ ہوگیا اور خوف ہوا کہ کہین لوگ دین سے پہر نہ جاوین اور اُس حکم کو رب کی طرف پہیر دیا) ایک دوسری حدیث مین ہے۔ کہ جو طولانی نہین ہے۔ مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کہ "اِس حکم کو رب کی طرف پہیر دیا" دوسرے عنوان سے کیا ہو وہ اصل الفاظ یہ ہین۔

"وراجع ربہ عزوجل" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "رجوع کرایا اپنے پروردگار کو" یعنی پروردگار کی توجہ کو اُس طرف رجوع کرانا چاہا کہ تعمیل حکم ربانی مین جس امر کا اندیشہ تہا اور جو خواہش تھی"

جس فقرۂ حدیث پر مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہین اُس حدیث کا شروع یہ ہے "امام محمد باقر علیہ السلام سے ہو کہ حکم کیا اللہ عزوجل نے اپنے رسول ص کو ولایت علی ع کا اور نازل کی اُس رسول ص پر آیت انما ولیکم اللہ الخ۔ اور فرض کی ولایت اولی الامر کی۔ پس نہ جانا کسی نے کہ کیا ہے وہ۔ پس حکم کیا اللہ نے محمد صلعم کو یکہ تفسیر کرین اُن لوگون کے لیے ولایت کو جیسے کہ تفسیر کی پیغمبر ص نے اسطے اُن لوگون کے صلوۃ زکوۃ صوم اور حج کی۔ پس ہر گاہ کہ آیا یہ امر اللہ کی طرف سے۔ تنگ ہوا اُس کے سبب سے سینہ رسول اللہ ص کا اور خوف ہوا یہ کہ پھر جاوینگے اپنے دین سے اور یہ کہ جھٹلاوینگے وہ لوگ پیغمبر ص کو۔ پس تنگ ہوا سینہ آنحضرت کا اور رجوع کرایا اپنے پروردگار عزوجل کو"

اس مضمون پر یہ اعتراض مصنف کا وارد نہین ہوتا ہے کہ "رسول ص نے یہ بہی خیال نہ کیا کہ اللہ کو بہی سب کچھ خبر ہے وہ حکیم اور علیم ہے۔ پہر اُن کو اللہ کا حکم پہونچانے مین کیا تردد تہا۔ اللہ کو حکم کو بار بار رد کرنا اور اُس مین یہ شرط مقرر کرنا کہ محافظت کا وعدہ نازل ہوگا تو ہم اس حکم کو ادا کرین گے ورنہ ادا نہ کرین گے اطاعت نہین بلکہ سرکشی ہے۔ اگر محافظت کا وعدہ نازل نہوتا تو رسول ص اس حکم کی تبلیغ کبھی نہ کرتے" مصنف مخاطب کے اس اعتراض

کا جواب ہماری اُسی تقریر سے ظاہر ہو جاتا ہے جو ابھی ہم نے اوپر تحریر کی ہے کہ جب خود آیت سے یہ ظاہر ہے کہ "پیغمبرؐ نے کچھ اندیشہ بھی کیا اور وعدہ محافظت بھی چاہا" تو ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی خدا کو حکیم اور علیم نہین جان سکتا تھا پھر پیغمبرؐ نے کیون تفسیر آیت مین اندیشہ کیا اور کیون وعدہ محافظت کا چاہا؟

خدا کے حکیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس نے اپنی حکمت سے ہر کام کے ہونے اور نہونے کے لیے اسباب اور سامان کے جمع ہونے کا قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اور خدا کے علیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو جو واقعات پیش ہوتے جاتین اُس کا علم اُس کو محیط ہو۔ خدا کو بیشک اس بات کا علم تھا کہ مین ایک آیت متعلق ولایت کے نازل کرون گا اور پیغمبرؐ کو اُس کی تفسیر کرنے کے وقت اندیشہ ہو گا اور پیغمبرؐ اپنا اطمینان حفظ کا مجھسے چاہے گا اور مین وعدہ نگہبانی اُسکی کا کرونگا۔ تب وہ تفسیر اُس آیت کی کردے گا۔ ایسی حالت مین نہ پیغمبرؐ کے اندیشہ اور خواہش اطمینان پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ خدا کے حکیم و علیم ہونے پر۔

خدا اور پیغمبرؐ کے درمیان اور قوت ملکوتیہ کے ذریعہ سے جو کچھ کہ راز و نیاز ہوتا ہے مضمون حدیث کا کچھ بھی اُس کے منافی نہین ہے۔ اور نہ اُس سے رد کرنا حکم خدا کا۔ یا انکار تعمیل حکم کا لازم آتا ہی۔ ایک محکوم کی شان اطاعت اور ایک عبد کی شان عبودیت بمقابلہ اپنے حاکم و معبود کے اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ محکوم اور عبد کے دل مین جو کچھ ہو وہ اپنے حاکم اور معبود کے سامنے ظاہر اور اُسی سے

دعاے نصرت کرے۔ اس موقع پر پیغمبرؐ نے اس سے زیادہ کچھہ نہین کہا کہ جو کچھہ پیغمبرؐ کے دل مین اندیشہ تہا وہ خدا کے سامنے بیان کیا اور اپنی حفظ کا اطمینان چاہا۔ خدا سے عرض حال اور دعا مانگنے اور خدا کو اپنی التماس پر متوجہ اور رجوع کرانے کی مراد رد حکم اور عدم اطاعت اور سرکشی سے نہین ہو سکتی اور یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر خدا وعدۂ حفظ نہ کرتا تو پیغمبرؐ اُس امر کو نہ کرتے بلکہ یہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر خدا وعدہ حفظ نہ کرتا اور یہ فرماتا کہ اے پیغمبرؐ گو تو قتل ہو جاوے مگر اس امر کی تعمیل کر تو بھی حضور پیغمبرؐ تعمیل اُس کی کرتے۔ نبیؐ معصوم کا حال حضرت عمرؓ پر طعن سے بالکل مخالف ہی۔ نبیؐ نے نہ حکم خدا کو رد کیا نہ اطاعت خدا سے سرکشی کی۔ اپنی نگہبانی کا اطمینان چاہا ہی۔ اور حضرت عمرؓ نے وہ حرکت کی کہ جس سے وہ اطاعت رسولؐ سے منع قرطاس اور دوات کے باعث ہو کر خارج ہو گئے۔

علماے شیعہ مین سے کوئی بھی مضمون حدیث پر حیران نہین ہوا۔ ملا خلیل قزوینی نے جو یہ لکھا ہے کہ رسولؐ کا میل یہ تہا کہ شاید تصریح اور تفسیر ولایت کی قرآن مین ہو جائے اور اکتفا سنت پر نہ رہے تو نہ ہماری تقریر کے منافی ہے اور نہ کچھہ قابل اعتراض کے ہے وہ بھی ایک عالم شیعہ کی راے ہے۔ اور جس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ اُنھون نے حیران ہو کر وہ راے ظاہر کی ہے۔ اسرار کامون مین بے شک رسولؐ کو یہ دخل نہین کہ رسولؐ خدا سے یہ چاہے کہ خدا اپنے حکم کو رد کر دے لیکن رسولؐ کو بیشک

یہ اختیار تھا کہ کسی امر کی تفسیر اور وضاحت بحیثیت قرآن کے نازل کرے اور خدا کو یہ اختیار تھا کہ چاہے اُس کی توضیح بہ حیثیت قرآن کے نازل کرے چنانچہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ رسولؐ تو رسول کسی غیر رسولؐ نے بھی کسی امر کی تشریح رسول ؐ سے چاہی ہے اور خدا نے اُسکے متعلق آیت نازل کردی ہے اور یہ بھی خدا کا اختیار تھا کہ کوئی تفسیر بہ حیثیت قرآن کے نازل نہ کرے اور تفسیر کا اختیار رسول پر چھوڑے اور اس واقعہ سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ "رسول ؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن مین نہ تھا" بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول ؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن مین تھا۔ جیسے کہ صلوۃ اور زکوۃ اور صوم وحج کا۔ مگر تفسیر اُس کی اختیار رسول ؐ مین تھی اور رسول ؐ نے اُسکی تفسیر کردی۔ اور اسی وجہ سے جیسے کہ قرآن نص ہے ویسے ہی قول اور فعل رسول ؐ کا۔

ملا محمد باقر مجلسی رح نے حیات القلوب کی جلد دو ذکر حجۃ الوداع مین بیشک یہ لکھا ہے۔ کہ "پہلے بھی اس باب مین (نصب امیر المومنین بہ خلافت) وحی اُن حضرت پر نازل ہوئی تھی۔ لیکن وقت مقرر نہین تھا اور تاکید نہ تھی اس سبب سے حضرت نے تاخیر کی کہ مبادا درمیان امت کے اختلاف حادث ہو۔ اور بعض اُن کے دین سے پھر جاوین" یہ رائے اُس عالم موصوف کی خلاف اخبار نہین ہے اور اُنھون نے فوراً عمل مین نہ لانے کی وجہ ظاہر کی ہے۔ لیکن اُس کا نتیجہ یہ نہین ہے۔ کہ "رسول ؐ اُس امر کی تبلیغ کو ٹالتے رہے تھے" اگرچہ تبلیغ رسالت رسول ؐ پر واجب تھی مگر جب ابتدائی

حکم فوری نہ تھا۔ تو اُس حکم کی تعمیل مین رسول ؐ کو ہر پہلو پر نظر کرنا ضرور تھا۔ کہ کیونکر اُس کو عمل مین لاوین اور جو اندیشہ کہ اُس کے عمل مین لانے سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اُس کے متعلق فکر اور اپنی حفاظت کی استدعا خدا سے کرین اور جس وقت کہ حکم تاکیدی آیا اور وعدہ حفاظت کا کیا گیا اُس وقت فوراً تعمیل کی اس سے یہ لازم نہین آتا ہے۔ کہ پیغمبر ؐ اُس کی تعمیل کو ٹالتے رہے ہون جس وقت کہ صلوۃ یا زکوۃ کا حکم آیا تھا۔ تو کیا یہ ہو سکتا تھا کہ پیغمبر ؐ اُسی وقت سے تعمیل اُن احکام کی اس طرح سے شروع کر دیتے کہ بندگان خدا ہر وقت بلا تعین وقت اور تعداد رکعات کے برابر نماز پڑھتے جاتے۔ اور زکوۃ بلا قید سال اور بلا تعین نصاب کے دے جاتے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تعین وقت اور تعداد رکعات معینہ اور نصاب سے پیغمبر ؐ نے حکم صلوۃ اور زکوۃ کو ٹال دیا۔ کہ بجائے اس کے کہ رات دن نماز پڑھی جاوے پانچ وقت مقرر کر دیے کہ جس مین چند لحظہ صرف ہوتے ہین اور بجائے اس کے کہ بعد اخراجات معمولی روزانہ و شبانہ کے جو کچھ بچے وہ زکوۃ مین دیدیا جاوے ایک سال کے قوت اور نصاب زکوۃ مال پس انداز پر مقرر کیا۔ اس کی نسبت معترض کہہ سکتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل کو پیغمبر ؐ نے خوب ٹالا۔

اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین باب ما عند الائمہ مین سلاح رسول اللہ مین بے شک امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ جب نزدیک موئی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بلایا عباس ابن عبد المطلب اور امیر المومنین علیہ السلام کو اور کہا عباس

سے (آیا) لے گا تو میراث محمدؐ کی اور ادا کرے گا تو دین اُس کا اور پورا کرے گا تو وعدون کو اُس کے پس لوٹا دیا اُن عباس نے اُن پیغمبرؐ پر اور کہا یا رسول اللہ مین بوڑھا کثیر العیال قلیل المال تاب نہین ہو سکتا تیزی حالانکہ تو برابری کرتا ہے۔ ہوا کی (یہ ایک محاورہ عرب کا ہے کہ تیزی اور مستعدی اور سخاوت کے محل پر بولتے ہین) پس سر نہوڑا لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر پھر فرمایا اے عباس آیا لیوے گا تو میراث محمدؐ کی اور پورا کرے گا اُس کے وعدون کو اور ادا کرے گا دین اُس کا پھر کہا اُن عباس نے میرے مان باپ تم پر فدا ہون مین بوڑھا کثیر العیال اور قلیل المال ہون — اور حالانکہ تو برابری کرتا ہے ہوا کی۔ فرمایا پیغمبرؐ نے آگاہ ہو بے شک کہ مین قریب ہے کہ دون گا ایسے شخص کو کہ لے گا اُس کو کہ حقدار اُس کا ہے ۔ مضمون اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنظر اسکے کہ عباس چچا پیغمبرؐ کے تھے اور خاندان پیغمبرؐ مین مسن تھے۔ پیغمبرؐ نے بہ نظر مصلحت اور اتمام حجت کے اس اندیشہ سے کہ مبادا بعد وفات پیغمبرؐ کے حضرت عباس علی مرتضیٰؑ سے کسی قسم کا جھگڑا کرین عباس اور علی مرتضیٰؑ دونون کو طلب کیا اور عباس کی نیت اور ارادے کو بہ طریقہ اسلوب دریافت فرمایا اور حضرت عباس کے جواب سے انکار اُن کا ظاہر ہو گیا۔ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت عباس اقرار کرتے تو پیغمبرؐ اُن کو سمجھا دیتے کہ وہ مستحق اُس کے نہین ہین جس کا وہ ارادہ کرتے ہین اور اُس کا مستحق وہ شخص ہی جو حضرت عباس کے ساتھ بُلایا گیا ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی پیغمبرؐ نے فرمادیا کہ آگاہ ہو

ہو کہ مین وہ اُس شخص کو دون گا کہ جو اُس کے لینے کا حق رکھتا ہے"
اور کچھہ شبہ نہین کہ پیغمبرؐ نے جو کچھہ بہ اصرار حضرت عباس سے
دریافت فرمایا وہ بہ نظر اتمام حجت اور قطع نیت اور ارادہ حضرت
عباس کے تھا تاکہ ہر کوئی جان جاوے کہ بعد پیغمبرؐ حضرت عباس
کا کسی چیز مین کوئی حق نہین ہے اور جس اندیشہ سے کہ پیغمبرؐ نے یہ امر
کیا تھا وہ بعد پیغمبرؐ وقوع مین آیا۔ کہ با این ہمہ حضرت عباس علی مرتضیٰؑ
سے جھگڑتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے دونون
کے عہد خلافت مین گئے اور ناکام ہوئے۔ اور خلفاے بنی عباس
نے امر خلافت کو میراث پیغمبرؐ کا استحقاق اپنے دادا عم پیغمبرؐ مین قرار
دے کر ایک تدبیر سے اپنے اوپر قائم کر لیا اور اپنا مذہب اور مسلک
یہ قرار دے لیا کہ خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضیٰؑ سب کے سب ناحق
تھے۔ حالانکہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میراث پیغمبرؐ
لینے کی اور پیغمبرؐ کے دین ادا کرنے کی اور اُس کے وعدے کو پورا
کرنے کی لیاقت اور قابلیت اور اُس کا حق سواے علی مرتضیٰؑ کے
اور کوئی نہین رکھتا تھا۔ اور مقصود اس عمل پیغمبرؐ کا یہ ہی تھا کہ اس
امر کی لیاقت اور قابلیت اور حق علی مرتضیٰؑ رکھتے ہین نہ عباسؓ نہ کوئی
اور۔ مصنف مخاطب جو اس روایت کا نتیجہ یہ بتاتے ہین کہ پیغمبرؐ کی
مرض موت مین نیت بدل گئی تھی۔ اور عباس کو اپنا وصی اور وارث
بنانا چاہتے تھے۔ اگر عباس وصی ہونا قبول کر لیتے تو یہ ہتھیار وغیرہ
اُنھین کو ملتے جو نشان امامت اور خلافت تھے" ایسا نتیجہ طرز بیان
اور مضمون حدیث کے صریح خلاف ہے۔ اگر حضرت عباس کا انکار نا واجب

ہوتا تو پیغمبرؐ ضرور اُن کو سمجھا کر اپنا وصی اور ولی امت کا مقرر کر دیتے لیکن پیغمبرؐ اُن کو مستحق وصایت اور ولایت نہیں سمجھتے تھے اس لیے پیغمبرؐ نے اُن کے انکار کے اظہار کے بعد یہ فرما دیا کہ "وہ حقدار کو یہ امور عطا فرمائیں گے" یہ ظاہر ہے کہ حضانت حضرت فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کی بوجہ شوہر ہونے علیؑ کے۔ اور حفاظت حسنینؑ کی بوجہ والد ہونے علیؑ کے لامحالہ ذمہ علیؑ کے تھی اب طرف سے پیغمبرؐ کے حفاظت حقوق حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ کی بابت اور کوئی وصی مقرر کیسے ہو سکتا تھا؟ اور ایسے ہی کار امامت پیش پیغمبرؐ علیؑ کرتے تھے کسی اور کو حق ولایت پہونچ کیسے سکتا تھا؟ اور کچھ شبہ نہیں کہ یہ روایت مؤید روایت طلب قرطاس اور دوات کے ہے کہ جو خود اہل سُنت کے یہاں بھی صحیح طور پر منقول ہوئی ہے۔ پیغمبرؐ کو جو اندیشہ حیلہ اور حجت کا علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کے متعلق۔ لوگوں کی طرف سے تھا اور اُس کے رفع کرنے کو پیغمبرؐ یہ ارادہ کرتے تھے کہ علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کو ہر کوئی بلا حیلہ اور حجت کے قبول کر لے اور اُس کے سرانجام کے لیے جو تدبیر فرماتے تھے وہ بمقابلہ اہل خاندان پیغمبرؐ اور غیر اہل خاندان پیغمبرؐ دونوں کے لیے تھی اس لیے کہ وہ اندیشہ پیغمبرؐ کو خاندان اور غیر اہل خاندان دونوں کی طرف سے تھا۔ اور سخت اندیشہ اس بات کا تھا کہ اہل خاندان غیر اہل خاندان سے اتفاق کر کے امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کو درہم و برہم نہ کر دیں اسی لیے پیغمبرؐ نے اول حضرت عباس مسن اہل خاندان سے اپنے امر خلافت اپنے کا کہ جس کی حضرت عباس قابلیت اور لیاقت نہیں رکھتے تھے اُس روش سے جو روایت میں مذکور

ہے ترک ارادہ اور نیت کا اور انکار اُس کا ظاہر کرایا تاکہ بوجہ ترک ارادہ اور نیت اور انکار بڑے بوڑھے خاندان کے اہل خاندان مین سے بھی کسی اور کو جرأت اور موقع حیلہ اور حجت جانشینی پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ کی نسبت نہ ہوسکی اور جب اہل خاندان مین سے ایسی جرأت نہو سکیگی تو غیر اہل خاندان کو موقع حیلے اور حجت کا ہرگز نہ ہو سکے گا۔ جب پیغمبرؐ اہل خاندان کی طرف سے مطمئن ہوگئے۔ تب اُنھون نے غیر اہل خاندان کے سامنے صرف اسی قدر کافی سمجھا کہ کاغذ و دوات منگا کر آخری وصیت اپنی لکھا دین تاکہ پھر کسیکو موقع حیلے اور حجت کا اور مرضی پیغمبرؐ سے اختلاف کا باقی نہ رہے یقین کرنا چاہیے۔ کہ پیغمبرؐ جو تدبیر اور کوشش کر رہے تھے کہ علی مرتضیٰؑ کی جانشینی مین کوئی حیلہ اور حجت پیدا نہ ہو۔ اُسی ایک تدبیر اور کوشش کے متعلق یہ دو حصہ ہین۔ اول روایت متعلق حضرت عباس کے اور دوسری روایت متعلق طلب قرطاس و دوات کے۔ پس امامت علیؑ کا حکم ایسا تھا کہ۔ رسولؐ آخر وقت تک اُس کے قائم کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے۔ یہ کہنا مصنف مخاطب کا "کہ امامت علیؑ کا حکم ایسا تھا کہ رسولؐ آخر وقت تک اُس کی مخالفت کی کوشش کرتے رہے" صریح غلط قرار پاتا ہے۔ رسولؐ کو ہرگز خیال مخالفت حکم امامت علی مرتضیٰؑ کا نہین تھا۔ اور نہ اُس خیال رسولؐ نے صحابہ کے دلون مین اثر کیا تھا۔ بلکہ صحابہ کے دلون مین خود یہ خواہش تھی کہ خلاف مرضی پیغمبرؐ کے حیلہ اور حجت سے خلافت اپنی طرف منتقل کرلین اور خلاف اپنی خواہشون کے صحابہ کے دلون مین حکم امامت علیؑ کا اثر پیدا ہی نہین ہوا تھا۔ کبھی دل سے اُنھون نے

امر امامت علی مرتضیٰ ؑ کو قبول ہی نہین کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے مانع قرطاس و دوات کے ہوئے کہ بہ حالت آخری وصیت تحریری پیغمبرؐ کے امر امامت علی مرتضیٰ ؑ مین کسی کو پھر موقع حیلہ اور حجت کا باقی نہ رہے گا اور اُس آخری وصیت تحریری کو شور غل مچا کر اور نزاع کو طول دے کر ٹال دیا ؎ خیال مخالفت حکم امامت علی ؑ کا مستحکم کرنے کے لیے رسول ؐ نے یہ امر تقدیری نہین سنا دیا تھا۔ کہ میرے بعد ابوبکر ؓ اور عمر ؓ پھر خلیفہ ہونگے ؎ جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ بنظر موجودہ حالت زمانہ کے جانتے تھے کہ لوگ میری اور خدا کی مرضی کے موافق عمل نہ کرینگے اور جو کچھ کہ مین نے امر امامت اور خلافت علی مرتضیٰ ؑ کے لیے تبلیغ رسالت قولاً اور فعلاً کیا ہے اُس کو نہ مانین گے اور میرے آخر وقت تک کی کوشش رائگان جائے گی اور حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ خلیفہ بن بیٹھینگے۔ اسی وجہ سے پیغمبر ؐ نے وہ پیشین گوئی کی اور اُس پیشین گوئی مین مخالفت حضرات شیخین کی پیغمبر ؐ نے ظاہر کی ہے۔

لیکن حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کا مخالف مرضی اور کوشش کے خلیفہ بن بیٹھنا ایسا امر تقدیری نہین تھا کہ جسپر وہ مجبور ہون۔ بلکہ وہ امر اُن کا اختیاری تھا اور اُسی اُن کے اختیار نے سیاہ داغ مخالفت پیغمبر ؐ کا اُنکی پیشانی پر لگا دیا۔ کوئی مسلمان ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ؐ کی اختیار کرے تو وہ اُس امر کا ضرور مستوجب ہوگا جس کا کہ وہ بحالت ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ؐ کی مستوجب ہو سکتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ امر تقدیری وہی تھا بری نہین ہو سکتا

پس طعن قرطاس مین جو الزام حضرت عمرؓ پر عائد کیا جاتا ہی اُس سے بڑھکر امر ولایت کی تبلیغ مین رسولؐ پر کیونکر الزام عائد ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب خیال کرتے ہین پیغمبرؐ آخر وقت تک امر ولایت کی تبلیغ اور تعمیل اور تشریح مین اسی حیثیت سے کہ کسی کو موقع حیلہ وحجت کا نہ رہے۔ کوشش کرتے رہے۔ اور حضرت عمرؓ نے اسی آخری ہدایت پیغمبرؐ کی تشریح کو کہ موقع حیلہ وحجت کا باقی رہی حیلے سے اس کی تعمیل کو روک دیا۔ اس سے جو کچھ طعن قرطاس اور الزام ہی وہ حضرت عمرؓ پر عائد ہی آمر ولایت علی مرتضیٰؓ اور اُس کی تعمیل اور سعی اُس کے قائم کرنے مین پیغمبرؐ پر کچھ بھی الزام نہ عائد ہے نہ ہو سکتا ہے۔ واقعہ طلب قرطاس ودوات مین جو پیغمبرؐ کی نسبت لفظ "ہجر" کہا گیا ہے۔ اُسکی نسبت معترض مخاطب بحث کرتے ہین اور واقعہ کو یہان سے لیتے ہین کہ دو ایک فریق کہتا تھا کہ کاغذ ودوات لاؤ دوسرا کہتا تھا کہ اس شدت مرض کے وقت تکلیف مت دو اُسوقت بعض لوگون نے یہ کہا۔

مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْا۔ رسولؐ کا کیا حال ہے کیا جدا ہو گئے غور کرو" واقعہ طلب قرطاس کے متعلق اہل سنت کے یہان صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مشکوٰۃ مین متعدد روایات بفرق مختلفہ ابن عباس سے منقول ہوئی ہین[1] جن مین سے کسی مین قضیہ

[1] بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم کتاب الجہاد باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ۔ کتاب الخمس باب اخراج الیہود باب مرض نبی دو جگہ۔ کتاب المرضہ۔ مسلم کتاب الوصایا باب وصیت النبیؐ دو جگہ مشکوٰۃ۔

قرطاس کی تفصیل ہے اور کسی مین اجمال لیکن نتیجہ مضمون مین سب متحد ہین اور اُن سب روایات کو جب یکجا پڑھا جاوے تو حاصل مضمون اُن کا یہ ہوتا ہے کہ جس وقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا اُس حالت مین کہ گھر مین چند لوگ اور اُن مین حضرت عمر بھی تھے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے تم گمراہ نہ ہو پس کہا عمرؓ نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور دردمندی نے اور تمھارے پاس قرآن ہے - پس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا - پس اختلاف کیا اور جھگڑا کیا اُن لوگون نے اور نہین سزاوار تھا نبیؐ کے پاس جھگڑا بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ عمرؓ نے کہا تھا - اور کہا لوگون نے ہجر کیا ہجر کیا رسول اللہ نے اور ہجر کرتا ہے رسول اللہ اور کہتے تھے کہ کیا شان ہے نبیؐ کی آیا ہجر کیا اُس نے سمجھ لو پیغمبرؐ سے - جب جھگڑے کی باتین بڑھ گئین اور بیہودگی زیادہ ہوگئی - پیغمبرؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو - پس چلے گئے لوگ رد کرتے ہوئے پیغمبرؐ پر ابن عباس کہتے ہین - سخت مصیبت تھی ہر مصیبت سے جو کچھ کہ حائل ہوئی درمیان رسول اللہؐ اور اُن کی کتاب کے - ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ مصیبت کا دن تھا دن پنجشنبہ کا اور پھر روئے یہانتک کہ آنسو اُن کے سنگریزون پر جاری ہوگئے [۱۱]

ان روایتون مین یہ بھی منقول ہے کہ اُسی وقت پیغمبرؐ نے

تین وصیتین کین ایک اخراج مشرکین کے لیے جزیرہ عرب سے دوسرے جائزہ دینا سفیرون کو۔ تیسری وصیت سے راوی نے سکوت کیا ہے یا کہا ہے کہ مین بھول گیا"

ہجر کے معنی جدائی کرنے اور پریشان باتین کرنے بیمار کے ہین اور مہجور کے معنی سخن پریشان کرنے کے آتے ہین۔ خدا کا قول ہے

ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ قالوا فیہ غیر الحق"	یعنی تحقیق کہ میری قوم نے ٹھہرایا اس قرآن کو غیر حق"

خاص لفظ ہجر کے کہنے والون کا نام اگرچہ ان روایتون مین مذکور نہین ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کا نام بالتخصیص لیا گیا ہے کہ وہ اُن لوگون مین موجود تھے جو اُس گھر مین حاضر تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ غلبہ کیا ہے درد نے پیغمبرؐ پر اور تمھارے پاس قرآن ہے پس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا جس کا صاف مقصود یہ ہے کہ پیغمبرؐ شدت مرض مین ویسی ہی پریشان باتین کرتا ہے جیسے کہ معمولاً انسان شدت مرض مین باتین کیا کرتا ہے۔ اور ہمارے پاس کتاب خدا موجود ہے۔ پیغمبرؐ غیر حق کتاب لکھنا چاہتا ہے جن لوگون نے کہ صاف ھجر کا لفظ پیغمبرؐ کی نسبت کہا اُنھون نے وہ لفظ باتباع معنے مظہرہ حضرت عمرؓ کے کہا۔ اور روایتون مین صاف منقول ہے۔ کہ بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ کہ عمرؓ نے کہا تھا۔ پس مصنف مخاطب کے اس کہنے سے کہ لفظ ھجر کے کہنے والون کا نام معلوم نہین۔ کہ وہ کون کون تھے اور اگر اس عبارت

سے کوئی طعن پیدا ہو تو وہ کسی شخص خاص کی طرف منسوب نہین
ہو سکتا ۔ حضرت عمرؓ اُس طعن سے بری نہین ہو سکتے ۔ بلکہ جب
اُس حقیقت کو دیکھا جائے جو ہم نے ظاہر کی سراسر وہ طعن صرف
حضرت عمرؓ کے ذمہ عائد ہوتا ہے اور اُس مصیبت کے نازل کرانے
کے باعث حضرت عمرؓ ہی ہوئے ہین ۔ کہ جس مصیبت کو ابن عباس
یاد کرکے ایسا روتے تھے کہ اُن کے آنسوون سے سنگریزے
تر ہو جاتے تھے ۔ اگر ہجر کے معنی جدائی کے لیے جائین اور کہنے والون کا
یہ مطلب سمجھا جاوے کہ "رسول اللہؐ جو ایسا فرماتے ہین ۔ کیا آپ
کی وفات کا وقت قریب آگیا ۔ اور ہم سے جدا ہو گئے" جیسا کہ مصنف
مخاطب یہ ہی معنے لیا چاہتے ہین تو سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ کے
ارشاد کا اور یہ جواب اُس ارشاد کے لوگون کے اس جواب کا ربط
اور نتیجہ کیا ہوتا ہے ۔ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا تھا کہ لے آؤ میرے پاس
کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے
تم گمراہ نہ ہو ۔ اُس ارشاد کا اگر لوگون نے درحقیقت یہ جواب دیا
تھا کہ کیا اب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور ہم سے جدا
ہو گئے تو بجواب اسکے پیغمبرؐ فرما دیتے کہ ان میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور مین تم سے
جدا ہوتا ہون اور اسی واسطے مین تم کو ایسی کتاب لکھنا چاہتا ہون
کہ بعد میرے تم گمراہ نہ ہو ۔ اور اس کے بعد بالاتفاق کل مجمع پیغمبرؐ سے
وہ کتاب لکھوا لیتا جس کو کہ پیغمبرؐ لکھنا چاہتے تھے ۔ لیکن نہین ایسا
نہین ہوا ۔ بلکہ بعد ارشاد پیغمبرؐ کے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے
کہا کہ پیغمبرؐ پر غلبہ رنجوری اور دردمندی نے کیا ہے ۔ کافی ہے

ہمارے لیے کتاب خدا ہے یعنے اور کتاب لکھنے کو پیغمبر ناحق کہتے ہین۔
اور اسی پر لوگون مین اختلاف اور جھگڑا ہونے لگا کہ بعض کہتے تھے
کہ سامان کتابت کا لے آؤ اور بعض اُس کے خلاف تھے۔ بعضے جو
حضرت عمرؓ نے کہا تھا اُسی کی تائید کرتے تھے اور یہ کہتے تھے
کہ پیغمبرؐ نے ہجر کیا اور پیغمبرؐ کی شان کو سمجھہ لو کہ آیا اُس نے ہجر
کیا ہے یعنے یہ گروہ حاضر کرنے سامان کتابت کا مانع و مخالف تھا
ایسی حالت مین ہجر کے معنے بجز سخن پریشان اور قول ناحق کے
اور کچھہ لیے جا ہی نہین سکتے۔

ہجر کے اس معنے مین کہ شدت مرض مین بیمار کی زبان سے جو
باتین مشتبہ نہین جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین بلکہ پریشان اور
بیہودہ اور ناحق نکلین اُس کی ایک قسم مصنف مخاطب یہ قرار دینا
چاہتے ہین کہ مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان پر خشکی
غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلے جو سُننے والون کی سمجھہ مین
اچھی طرح نہ آوے یہ قسم ایجاد مصنف مخاطب نے کی ہے اہل
لغت نے یہ معنی نہ کہین لکھے اور نہ ایسی قسم معنی ہجر مین داخل ہوسکتی
ہے۔ اس لیے کہ ہجر کے معنے مین وہ قسم داخل ہوسکتی ہے۔ کہ جو
غلبۂ مرض کے سبب سے عقل اور فہم مریض مین فتور آگیا ہو۔ اور
اُس حالت مین وہ کچھہ کلام کرے۔ اور مصنف مخاطب جو قسم اُسمین
داخل کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ اُس مین مریض قصد صحیح سے کلام
کرنا چاہے مگر زبان سے بہ وجہ کسی اور تعذر کے ایسی آواز نکلے جو
سُننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح سے نہ آوے یہ صورت بوجہ

نقص اور تعذر عضو ادائے کلام کی ہوگی اور اسی واسطے مذہب شیعہ
مین یہ شرط کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ اور امام ایسا نہین ہو سکتا کہ جسکے
کسی عضو مین نقصان ہو۔ اور اگر یہ قسم بھی ہجر کے معنی مین لیجاوے
جس کا قصد مصنف مخاطب کرتے ہین تو یہ حالت پیغمبرؐ پر طاری
نہین تھی اس لیے کہ پیغمبرؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ لے آؤ تم
میرے پاس کاغذ و دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز
تم بعد اُس کے گمراہ نہ ہوؤ یہ کلام بلا اختلاف اور بلا تردد صاف
سمجھہ لیا گیا۔ کسی روایت مین یہ وارد نہین ہوا کہ یہ کلام پیغمبرؐ
کا زبان خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلی جو سننے
والون کی سمجھہ مین اچھی طرح نہ آئی۔ اور کسی ایک شخص نے بھی
اس نوعیت سے اس کلام پیغمبرؐ کو ظاہر کرکے اختلاف نہین کیا
اور بعد سننے اختلاف اور جھگڑے اور زیادتی بیہودگی کے پیغمبرؐ نے
جو یہ فرمایا کہ "چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون
کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو" اس کلام
کی نسبت بھی نہین کہا گیا ہے۔ کہ وہ حالت تعذر مین پیغمبرؐ نے
کہا تھا اور اچھی طرح سمجھہ مین نہین آتا تھا۔ بلکہ کسی نے اس کلام پیغمبرؐ
کو ہجر بھی نہین کہا اور جس کی مراد یہ تھی کہ وہ لوگ پیغمبرؐ کے پاس
سے دور ہو جاوین اور اُٹھہ جاوین۔ اور اس کلام کو پیغمبرؐ کے
پیغمبرؐ کا کلام سمجھکر بغیر کسی خیال ہجر کے سمجھہ کر اُس کی تعمیل
لوگون نے کی اور پیغمبرؐ کے پاس سے چلے گئے۔ اگر پیغمبرؐ کے
اس کلام کو بھی ہجر سمجھتے یا ہجر ہونے مین تردد کرتے تو پیغمبرؐ کے

پاس سے ہرگز نہ چلے جاتے اس حالت مین وہ قسم ہجر کی کسیطرح قرار نہین پاسکتی جو مصنف مخاطب قرار دینا چاہتے ہین۔

اسی وقت پیغمبرؐ نے وہ تین وصیتین بھی کی تہین جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ اور جن مین سے ایک وصیت کو راوی نے بیان نہین کیا۔ اور وہ وصیتین بھی اسی قصہ قرطاس مین منقول ہین کیا وجہ ہے کہ اُن وصیتون کو صحیح اور قابل عمل اسوقت تک سمجھا جاتا ہے۔ اور اُن کو ہجر نہین کہا جاتا۔ اور حسبنا کتاب اللہ پر عمل کرکے اُن وصیتون پیغمبرؐ کو کیون برحق قبول کیا جاتا ہے؟ مصنف مخاطب بیہوشی مین بلا قصد معنی فرض کرکے یہ کلام اُس فریق کا ٹھہراتے ہین کہ جو لکھنے کا اصرار کرتے تھے یہ قصد مصنف مخاطب کا ویسا ہی بے محل ہے جیسا کہ پیغمبرؐ کے ارشاد کو کچھ لوگون نے ہجر کہا۔ وہ فریق جو لکھنے کا اصرار کرتا تھا اگر یہ کہتا تھا (حالانکہ اُس نے ایسا نہین کہا) کہ کیون نہین لکھواتے کیا رسولؐ کی باتین بیہوشی کی کی ہین ایسا کہنا اُن کا اُسی وقت مین ہو سکتا ہے کہ پہلے جب کوئی فریق یہ کہ چکا ہو کہ وہ کلام پیغمبرؐ کا بوجہ غلبہ رنجوری اور دردمندی کے ہے اور ہم کو کتاب خدا کافی ہے یعنے اور کتاب کی حاجت نہین ہے اور پیغمبرؐ کا یہ کلام ناحق ہے۔

بالآخر مصنف مخاطب اپنی تاویلات کے خلاف فرض کرکے اُن لوگون کی نسبت کہ جنھون نے کلام پیغمبرؐ کو کلام بیہوشی کہا یہ کہتے ہین کہ "اُنھون نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ بیہوشی مین بلا قصد باتین کرنا عوارض مرض سے ہے۔ اور جس طرح مرض کے دوسرے عوارض

رسول ؐ پر طاری ہوتے ہین اسی طرح کلام بیہوشی کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے ۔ لیکن ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ؐ سے نہین نکلین گی ۔ پس اس کلام کی نسبت کلام بیہوشی کا لفظ اس وجہ سے اُن کی زبان سے نکل گیا کہ وہ اس کلام کو منافی شان نبوت نہین سمجھتے تھے یعنی رسول ؐ کا یہ فرمانا کہ کاغذ و دوات وغیرہ لاؤ مین ایسا مضمون لکھوا دون جو تم کو گمراہی سے بچاوے منافی شان نبوت نہ تھا ۔ اور اسی کلام کا بلا قصد رسول ؐ کی زبان سے نکل جانا وہ جائز سمجھتے تھے پس اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ حالت بیہوشی مرض مین اچھے کلام بھی بلا قصد رسول ؐ کی زبان پر نہین آتے تب اُن کی خطا ثابت ہوگی وہ معصوم نہ تھے اور رسول ؐ کی شدت مرض دیکھکر اس وقت بدحواس بھی تھے اللہ سے اُمید مغفرت ہے ؎ یہ بیان مصنف مخاطب کا جو اُن کی حالت صحت مین بالقصد ہے اور جس مین ایک عجیب تاویل قرار دی گئی ہے کم اُس سے نہین ہے کہ جو بلا قصد کسی مریض کی زبان سے کلمات نکلین ۔ یہ سچ ہے کہ بیہوشی مین مریض پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ بلا قصد یا بے سمجھے باتین اُسکی زبان سے نکلتی ہین ۔ لیکن اگر یہی کیفیت رسول ؐ پر بھی طاری ہوتی ہے ۔ جیساکہ مصنف قائل ہین تو پھر مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ ؎ ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ؐ سے نہین نکلین گی ؎ ہماری سمجھ مین تو آتا نہین کہ رسول ؐ بیہوش بھی ہو اور منافی شان نبوت کی کوئی بات زبان سے بھی نہ نکالے ۔ ہماری سمجھ مین تو یہ آتا ہے اور آسکتا ہے کہ نبی یا تو

ایسا بیہوش ہو جائے گا کہ اوس کی زبان سے کوئی بات نہ نکل سکے یعنی وہ قادر بات نکالنے پر نہ ہوگا۔ اور یا بیہوش ہی نہین ہوگا گو کتنی ہی شدت مرض کی ہو کہ بلا قصد اور منافی شان نبوت زبان سے نہ نکالے اس لئے کہ انبیاؑ اور ائمہؑ کے دل و دماغ قدرت خدا خاص وضع کے بناتی ہی۔ پس یہ مسئلہ مسلمانون مین مسلمہ ہونا چاہئے۔ اور مین جہان تک خیال کرتا ہون مسلمہ ہے۔ کہ پیغمبرؐ جو کوئی کلام کرے وہ اوسکا کلام یہ سمجھا ہی نہین جا سکتا کہ وہ کلام اوس نے بیہوشی مین کیا ہے۔ اور اسیوجہ سے یہ ماننا لازم ہی کہ جسوقت تک پیغمبرؐ کلام کرے وہ بیہوش نہین ہے جسوقت کہ اوس کی زبان بند ہو جائے اوسوقت سمجھا جائے کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ جن لوگون کی زبان سے ایسا لفظ کلام پیغمبرؐ کی نسبت نکل گیا۔ کہ وہ کلام پیغمبرؐ کی بیہوشی کا ہے۔ مگر وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت کے نہین سمجھتے ہین۔ اون کی نسبت درحقیقت مصنف مخاطب اس بات کے قائل ہوتے ہین کہ اون لوگون کے ذہن مین تناقص تھا کیونکہ اگر وہ کلام پیغمبرؐ کا بیہوشی اور بلا قصد تھا تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کلام منافی شان نبوت کے نہ تھا۔ کیا یہ امر قبول کیا جا سکتا ہے کہ بلا قصد پیغمبرؐ کا کچھ کہنا۔ منافی شان نبوت کے نہین ہے؟ بلا قصد اور بغیر سمجھے وہ ہی شخص باتین کر سکتا ہے جسمین شائبہ جنون اور خلل دماغی کا ہو۔ اور کم سے کم ایسا فعل اوسکا فعل عبث سمجھا جائیگا جو منافی فعل حکیم کے ہی۔ ایسا ماننا پیغمبرؐ کا کہ کسی حالت مین وہ بلا قصد کلام کرتا ہے۔ تو اوس کو مجنون ماننے کے برابر ہے۔ اور جیسے کہ یہ نہین مانا جا سکتا کہ اچھے کلام ہی حالت بیہوشی مین بلا قصد رسولؐ کی زبان پر آتے ہین ویسے یہ بھی نہین مانا جا سکتا کہ حالت بیہوشی مین بیہودہ کلام بھی بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہین۔ صرف یہ مانا جا سکتا ہے کہ جب نبی بیہوش ہو جاویگا تب وہ کوئی کلام نہین کریگا نہ اچھا نہ برا اور جب تک کہ وہ کلام کریگا بیہوش نہین سمجھا جاویگا۔ پس جن لوگون کی زبان سے کلام پیغمبرؐ کی نسبت کلام بیہوشی کا لفظ نکل گیا۔ اور وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت بھی نہین سمجھتے ہین

تو اون کی نسبت یہہ لازم آویگا کہ وہ شان نبوت کو سمجھتے تھے اور نہ یہہ جانتے تھے کہ نبی کو کس شان کا ماننا چاہئے اور کیا اوس کی شان سمجھکر ایمان لانا چاہئے۔ افسوس ہی کہ ایسے ایسے بزرگ صحابہ جنہون نے خود پیغمبرؐ سے تعلیم پائی تھی۔ انہون نے اسقدر بھی نہین سمجھا کہ شان نبوت کیا ہوتی ہے۔ اور نبی پر ایمان کس شان سے لانا چاہئے۔ یہ اعتقاد کرلینا کہ جو منافی شان نبوت نہ ہو۔ حالت بیہوشی مین بلا قصد رسولؐ کی زبان سے نکل جانا جائز ہے کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا اس لئے کہ اس امر کا فیصلہ کرنیوالا کون ہوسکتا ہے کہ وہ کلام بلا قصد رسولؐ کی زبان سے نکلا۔ کلام پیغمبر کو بلا قصد کلام بیہوشی سمجھنا اور اوسکو منافی شان نبوت نہ سمجھنا۔ اور ایسا اعتقاد رکھنا اوس قسم کی خطا نہین ہے۔ جو غیر معصوم سے افعال فسق و فجور صادر ہوتے ہین۔ بلکہ نقص ایمان نسبت رسولؐ کے ہی۔ اس نوعیت سے کہ درحقیقت رسولؐ کو رسولؐ نہین مانا۔ ایسے لوگون کی نسبت اللہ سے امید مغفرت رکھنا اونہین کے مثل ہے کہ جنہون نے رسولؐ کو رسولؐ نہین مانا۔ اور اونکی نسبت امید مغفرت رکھی جائے۔ ہم پہلے یہہ دیکھا چکے ہین۔ کہ کچھ لوگ بعد رسولؐ اپنے خلیفہ ہوجانے کی خواہش رکھتے تھے۔ اور علیؑ مرتضیٰ کی جانشینی کو بالقلب قبول نہین کرتے تھے۔ اور حیلون پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ اور رسولؐ خود ان امور کو جانتے اور پہچانتے تھے اون کے حیلون کو قطع کرنے کی فکر و تدبیر کرتے رہے۔ وقت طلب قرطاس رسولؐ کی شدت مرض دیکھ کر بدحواسی مین اون لوگون کی زبان سے یہہ کلمہ نکلنا کہ کلام پیغمبرؐ حالت بیہوشی کا ہے۔ کسیطرح سمجھا نہین جاسکتا بلکہ شدت مرض پیغمبرؐ کی دیکھکر اس تدبیر نے کہ مخالف مرضی پیغمبرؐ کے پوری ہونے آرزوئے خلافت کا وقت قریب آگیا ہی۔ اون کے حواس پختہ کو جمع کردیا تھا۔ اور اوسی جمعیت حواس نے کلام پیغمبرؐ کو حالت بیہوشی کا کہلوایا۔ تاکہ بوجہ تحریری نہونے اوس کتابت کے جو پیغمبرؐ لکھوانا چاہتے تھے اون کی خواہشات خلاف مرضی پیغمبرؐ کے پوری ہوجاوین۔ اور اون کے حیلے قائم رہین۔ انہون نے اپنے کامل حواس سے یہہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبرؐ کے کلام کو حالت بیہوشی کا ظاہر کرنا۔ اسی مرض موت پیغمبرؐ کو وقت نہایت

درست ہے۔ کہ جس کے بعد پیغمبرؐ کی جلد وفات ہو جائیگی اور پیغمبرؐ کو موقع تکذیب مخالفون کا نہ ملیگا۔ غور کرنا چاہئے کہ یہ امور جمعیت حواس کے ہین یا بدحواسی کے۔ اگر وہ لوگ بدحواس ہوتے تو ہرگز ایسا کوئی کلمہ اون کی زبان سے نہ نکلتا اسلئے کہ محبت رسولؐ کی مقتضی اس کے تھی کہ کوئی کلمہ اون لوگون کی زبان سے صادر نہ ہوتا۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس بدحواسی مین کہ جو مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ رسولؐ کے کلام کی اطاعت کا خیال بھی اون کے سینون سے محو ہو گیا تھا۔ مین مصنف مخاطب کو اس کہنے پر کہ وہ کلمہ لوگون کی حالت بدحواسی کا تھا جسکی رو سے انہون نے کلام پیغمبرؐ کو بیہوشی کا ظاہر کیا۔ آفرین کہتا ہون کہ جن لوگون نے پیغمبرؐ کے کلام کو حالت بیہوشی کا ظاہر کیا خود اون لوگون کے کلام کو مصنف مخاطب نے بیہوشی کا ظاہر کر کے خوب اون لوگون سے پیغمبرؐ کا بدلا لیا لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اون لوگون کا کلام بوجہ بدحواسی کے جب قابل لحاظ نہ ٹھیرے گا تو اوس کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ بلا اختلاف پیغمبرؐ جو کچھ چاہتے تھے وہ ہونا چاہئے تھا۔ اور پیغمبرؐ جو کچھ چاہتے تھے وہ یہی ہو سکتا ہے جس کو از روئے تحقیق ہم اوپر بیان کر چکے ہین۔ یعنے علیؑ مرتضیٰ کی جانشینی الٰہی حیثیت سے قائم کر دینا۔ کہ جس مین پھر کسی کو جائے دم زدن نہ ہو۔ بدحواسی اون لوگون کی جنہون نے پیغمبرؐ کے کلام کو بیہوشی پیغمبرؐ کا کلام کہا ایک ایسا تازہ مضمون ہے کہ روز قضیۂ قرطاس سے مصنف مخاطب کے زمانہ تک کسیکی زبان پر نہین آیا۔ اور نہ ابتک کسی نے اون لوگون کے لئے معافی خدا سے مانگی۔ مصنف مخاطب کی یہ ایجاد تازہ اگرچہ بہ تائید تدبیر منع قرطاس کے ہے۔ مگر اوسی حیثیت سے ہے کہ جیسی یزیدؔ کے لئے اوس کے طرفدار یزیدؔ کے اپنے افعال پر پشیمان ہونے سے امید مغفرت رکھتے ہین۔ اور جب یہ لوگ مادہ بدحواسی کا رکھتے تھے تو اونمین سے کوئی بھی قابلیت خلافت کی نہین رکھ سکتا تھا۔ مصنف مخاطب نے روایت جریر پر جو حاشیہ بڑھایا تھا اوسکی حقیقت مین دکھا چکنے کے بعد پھر اصل متن کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اون کے متن مین موقع وہی ہے کہ

جہان وہ انبیا اور معصومین کو غلط قیاس قرار دے رہے ہین تاکہ بی بی عائشہ کو غلطی قیاس مین
کہ خود مصنف مخاطب نے الزام غلطی قیاس کا بی بی عائشہ پر لگایا ہی جہان بحث غضبناکی
و ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا پر شروع کی ہے) ہم مرتبہ انبیا اور معصومین
کا بناوین اور انبیا اور معصومین کو درجہ عصمت سے کھینچ کر درجہ تنزل غیر عصمت مین لاوین
مصنف مخاطب روایت جرح کے بعد غیر صحیح قیاس کی مثال یون دیتے ہین مجھے کہ سیدہ
کو یہ یقین ہوگیا کہ علیؑ باوجود قوت کے میری مدد نہین کرتے اور غیض و غضب مین
وہ مضمون ارشاد فرمایا کہ جسکا ترجمہ حق الیقین مین یون منقول ہے۔

ہم چو جنین در رحم الخ۔ حالانکہ جناب سیدہؑ کا یہ خیال بہ گمان خصوصاً شیعہ صحیح نہ تھا
یہ روایت منقولہ حق الیقین وہ ہی روایت ہی جسپر مصنف مخاطب نے بہ نوع دگر استدلال کیا تھا
اور جس کی حقیقت ہمنے جلد ایک صفحہ بارہ ستمبر ۹۴ء نمبر ۲ حرف جیم کی شروع مین
دکھلا دی ہے۔ یہ روایت صاحب کتاب حق الیقین نے کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری
سے لی ہی جو علماء ثقہ اہلسنت سے ہین۔ تاہم اوسمین کوئی غلط قیاس جناب سیدہ کا
مرقوم نہین ہے جناب سیدہ کا یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ علیؑ مرتضیٰ نے شجاعان زمانہ کو خاک
ہلاکت مین ملا دیا اور یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ وقت ضبطی فدک کے علیؑ مرتضیٰ گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ اور
یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ پسر ابو قحافہ نے بخشش پدر سیدہؑ اور معنیت اون کے فرزندون کی
اوسے لے لی اور باواز بلند مخاصمہ کیا۔ اور یہ یقین بہی جناب سیدہؑ کا ٹہیک تھا کہ انصار جناب سیدہؑ
کی یاری نہین کرتے تھے اور مہاجرون نے اپنی آپ کو ایک طرف کر لیا تھا۔ اس سے زیادہ
مضمون اوس روایت کا اور کچھ مفہوم نہین ہے۔ ہان سیدہؑ علی مرتضیٰ کو جوش
دلاتی تھین کہ وہ تلوار کھینچین۔ تو یہ امر ایسا تھا کہ خود علیؑ مرتضیٰ نے اسپر غور اور فکر کر لی تھی
جیسا کہ انہون نے خطبۂ شقشقیہ مین فرمایا ہے۔ کہ مین سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کرون
یا اندھیرون کے اندھا دھند پر صبر کرون اور بالآخر اون کی رائے صبر کی قرار پائی

چنانچہ اس روایت مین بھی خطاب جناب سیدہ کا یہ جواب دیا کہ صبر کرو اور آتش حزن کو بجھا دو
دختر برگزیدۂ عالمیان نے سستی امر دین اپنے مین نہین کی اور جس چیز پر کہ خدا کیطرف سے
مین مامور تھا عمل مین لایا۔ اور جس قدر کہ میرا مقدور تھا طلب حق اپنے سے کوتاہی نہین کی" اس
مضمون روایت سے کوئی غلط قیاس کرنا جناب سیدہ کی نسبت ظاہر نہین ہو سکتا۔ اور نہ کہین
شیعون نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال صحیح نہین تھا۔ تعجب ہے کہ مصنف مخاطب نے
کہان سے یہ بیان کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال بہ گمان حضرات شیعہ کے صحیح نہین تھا" اور
اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ مصنف مخاطب انبیا اور معصومین کا غلط قیاس اپنے زعم مین دیکھا رہے
ہین اور اس مثال مین وہ خلاف واقع غلط گمان شیعون کا دیکھانے لگے۔ مصنف مخاطب ایک مثال
غلط فہمی اور غلط قیاس علی مرتضے کی جسکو پہلے نکتہ چینیون نے بھی علی مرتضے کی غلطی قرار دیا ہے
یون دیکھاتے ہین کہ "جب جناب امیرؑ خلیفہ ہوئے۔ تو جن بلوائیون نے عثمان کو قتل
کیا تھا وہ یکایک اون پر ایسے مسلط ہوئے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ مین بالکل مجبور
تھے اسی وجہ سے نہ قتل عثمان کا قصاص لے سکے نہ اوس مفسد گروہ کو کچھ سزا دے سکے
اس جماعت کی کثرت دیکھ کر جناب امیرؑ نے اون کی قوت بڑی سمجھ لی تھی اور اپنے آپ کو اون کے
مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے جو کچھ وہ چاہتے تھے جناب امیرؑ کو بجبوری وہی کرنا
پڑتا تھا حالانکہ یہ خیال جناب امیرؑ کا خلاف واقع تھا۔ اگر جناب امیرؑ حسن تدبیر سے اون کو
دفع کرنا چاہتے تو مفسد گروہ بہت جلد پریشان ہو جاتا"

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی تائید کلام علی مرتضی سے کرنا چاہتے ہین۔ جس کا شروع
یہ ہے۔ ومن کلام لہ علیہ السلام بعد ما بویع بالخلافۃ اور اوس کلام کے ایک حصہ
کا یون ترجمہ کرتے ہین "اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے اوسوقت کہ جبکہ اون سے خلافت
کی بیعت کی گئی اور اون سے صحابہ کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمان پر بلوہ کیا
تھا اگر اون مین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے

میرے بھائیو مین ناواقف نہین ہون اس سے جو تم جانتے ہو" یہان مصنف مخاطب یہہ فائدہ لکھتے ہین "یعنے جسطرح تم جانتے ہو کہ یہ لوگ سزا دینے کی لائق ہین۔ مین بھی یہی جانتا ہون اور اسی خیال مین ہون۔ شرح میثم مین لکھا ہے کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کے دل مین تھا کہ کسیطرح اون کو سزا دون" پھر ترجمہ کلام علی مرتضیٰ کا یہہ کیا ہے "اور لیکن مجھ مین قوت کہان ہے اور بلوہ کرنیوالی جماعت اپنی پوری قوت پر ہے کہ وہ ہمپر قابو رکھتے ہین اور ہم اون پر قابو نہین رکھتے بیشک جمع ہوگئے ہین اونمین غلام تمہارے اور مل گئے ہین اون کے ساتھ صحرائی لوگ اور وہ تمہارے درمیان مین ہین مجبور کرتے ہین۔ (بہ اعتبار لغت ترجمہ ہونا چاہئے "دھمکاتے ہین) تمکو جس امر پر چاہتے ہین کیا دیکھتے ہو تم کوئی موقع قدرت کا اس کام پر جس کا تم ارادہ کرتے ہو"

مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضیٰ کا آخری حصہ ترک کردیا ہے۔ جو اون کی استدلال کی نوعیت کو جڑ سے اوکھاڑتا ہے۔ اوس کا ترجمہ یہہ ہے۔

"اور بالتحقیق یہہ امر جاہلیت کا ہے اور بیشک واسطے اس قوم کے مادہ ہے۔ تحقیق کہ لوگ اس امر مین جسوقت کہ تحریک کی گئی اور پامور کے متفرق ہوگئے۔ فرقہ ہے کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے رکھتے ہو۔ اور فرقہ ہے کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے نہین رکھتے۔ اور فرقہ ہے کہ نہ رائے رکھتا ہے یہ نہ وہ۔ پس صبر کرو تم یہان تک کہ سکون پاجاوین لوگ (اسے فتنہ سکون پاجاوے) اور ٹھہر جاوین قلوب اپنے مواقعہ پر اور لیوین حقوق آسانی سے پس تسکین لو مجھ سے اور انتظار کرو کہ کیا حکم ہوتا ہے میرا تمکو۔ اور نہ کرو کوئی فعل کہ پست ہوجاوے قوت اور ساقط ہوجاوے توانائی اور پیدا ہوجاوے سستی اور ذلت۔ اور قریب زمانہ تک روکتا ہون مین امر کو جب تک کہ رک سکے۔ اور جسوقت کہ نہ پاؤنگا مین کوئی چارہ پس آخری دوا داغ ہے" مصنف مخاطب تشریح اپنے استدلال کی یون کرتے ہین کہ "

شرح میسم مین لکھا ہے۔ کہ قتل عثمان کے قصاص نہ لینے کا عذر جناب امیرؑ کیطرف سے یہی تھا۔ کہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ جناب امیرؑ کی اس غلط فہمی کی۔ کہ قاتلان عثمان کے مقابلہ مین عاجز اور مغلوب سمجھ لیا تھا۔ یہان تک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ انہین کے دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے۔ انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہوگئی تھی۔ مگر انہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیرؑ کے یکایک لڑائی چھیڑ دی۔ اور کشت و خون شروع کر دیا جسکی وجہ سے چار و ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا۔ امیر معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اونمین بھی بناء مخاصمت یہی تھی۔ کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا نہ ہوتے اور اون کو سزا دینے کا قصد مصمم کر لیتے تو یہ ناگوار حوادث جو واقع ہوئے کبھی پیش نہ آتے۔ اور مسلمانون مین باہم کشت و خون نہ ہوتا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ جیسے طبع مطیع خلفاء ثلثہ کے رہے۔ جناب امیرؑ کے بھی رہتے اور جناب امیرؑ کی خلافت کی وہ حالت نہ ہوتی جو ہوئی۔ افسوس کہ جناب امیرؑ اون مفسد بلوائیون کو ساتھ لیکر بصرہ مین طلحہؓ اور زبیرؓ اور صفین مین معاویہ سے لڑے اور یہ نہ کیا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو لیکر اون بلوائیون سے لڑتے۔ اس کیوجہ یہی غلط فہمی تھی کہ جناب امیرؑ نے اپنے آپ کو اونکے ہاتھون مین بالکل مجبور سمجھ لیا تھا"

مصنف مخاطب نے اس موقع پر جو مثال غلط قیاس علی مرتضیٰ کی دیکھائی ہے اوسمین کہین تاریخی واقعات غلط دیکھاتے ہین اور کہین غلط ترتیب واقعات اور اوس کی لوغیت سے نتیجہ نکالا ہے۔ اگرچہ وہ واقعات تاریخی ہمارے رسالہ جات روشنی مین جا بجا حسب موقع بقدر ضرورت مذکور ہو چکے ہین۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ بترتیب مختصر واقعات تاریخی متعلق خلافت کے اور شروع برہمی خلافت حضرت عثمانؓ اور انکے

قتل کی دیکھا کر اور نتائج صحیح نوعیت سے نکال کر بتاؤن کہ علیؑ مرتضیٰ نے جو کچھ اپنے کلام مین فرمایا ہے اوسکے موافق کوئی نکتہ چینی نہ علیؑ مرتضیٰ پر ہو سکتی ہے نہ انہون نے کوئی غلط قیاس کیا۔ جو کچھ انہون نے کیا اور کہا اوس سے بہتر نہ کوئی کچھ کہہ سکتا تھا اور نہ کوئی کچھ کر سکتا تھا اور اونکے قول و فعل پر جو کوئی نکتہ چینی کرے وہ درحقیقت قول و فعل پیغمبرؐ پر نکتہ چینی کرنیوالا ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جنازۂ پیغمبرؐ کو چھوڑ کر اور انصار نے شرکت جنازۂ پیغمبرؐ سے تعین خلیفہ مقدم جانکر سقیفہ بنی ساعدہ مین جھگڑا کیا جسمین حضرت ابوبکرؓ کا تعین خلافت پر ہو گیا اور جسکا اتباع آہستہ آہستہ ہوتا گیا وقت وفات ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے استخلاف کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اہل شوریٰ مقرر کئے کہ اوس مجلس مین حضرت عثمان خلیفہ قرار پا گئے۔ لیکن علیؑ مرتضیٰ شروع سے ان خلفا کے تعین و تقرر کے مخالف اور اون کے تقرر کو بے محل اور اپنا استحقاق برابر ظاہر کرتے رہے۔ مگر انہون نے اون خلافتون پر حملہ کرنے سے سکوت و صبر اختیار کیا۔ حضرت عثمانؓ سے اسپر بھی خلافت مین ایسے افعال اور اعمال ظہور مین آئے۔ کہ جن مسلمانون نے اون کی خلافت کو قبول اور اوسکا اتباع کیا تھا وہی مسلمان اونسے برگشتہ اور اون کے مخالف ہو گئے۔ یہان تک کہ بی بی عائشہ ترغیب قتل عثمانؓ کی دینے لگین۔ اور طلحہ اور زبیر کوشش قتل عثمانؓ مین کرنے لگے[1]۔ اور حضرت معاویہؓ کو جسوقت کہ حضرت عثمانؓ نے عاجز ہو کر بلایا تو وہ نہ آئے جسکا مطلب یہی ہے کہ اگر حضرت معاویہؓ مدد حضرت عثمانؓ کے لئے آتی تو حضرت عثمانؓ پر واقعۂ قتل نہ گذرتا[2]۔ اول اول جو مخالفت کا اجتماع ہوا اوس مین اکثر لوگ مدینہ اور کوفہ اور مصر کے تھے۔ اوسمین قصد اصلاح اور عزل خلیفہ وقت کا تھا جسمین علیؑ مرتضیٰ متوسط بنائے جاتے تھے اور وہ حضرت عثمانؓ کو نصیحتین کرتے تھے

[1] و [2] تاریخ اعظم کوفی جنگ جمل ۱۲

لیکن مروان بن حکم جو خلیفہ وقت پایہ اسکے جائے ہوئے تھے اثر نصیحتون علامہ مرتضی کا دل پر
حضرت عثمانؓ کے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ بالآخر ایسے واقعات پیش آئے اور خاص مسلمانون
کو ایسا جوش پیدا ہوا کہ نوبت قتل حضرت عثمانؓ کی پہونچی۔ اوس کے بعد علیؓ مرتضے پر جو
عزلت اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور قبول خلافت سے بدولی رکھتے تھے تمام اکابر اور غیر اکابر
صحابہ اور حاضرین مدینہ بلوائیون اور غیر بلوائیون کا اتفاق اور ہجوم علیؓ مرتضی پر ہوا۔ عام اس سے
کہ رضائے باطنی کسی کی ہو یا نہ ہو۔ یہ سب مسلمان جنمین اعیان و اشراف مہاجر و انصار
تھے بیعت کرنے پر تیار ہوئے۔ اور علیؓ مرتضی کیطرف دوڑ پڑے۔ اور عہد بیعت مین نصرت
اور مددگاری کا امر مضمر ہوتا ہے۔ ایسی حالت مین علیؓ مرتضی نے خلافت کو قبول کر لیا۔ جب علیؓ مرتضے
خلیفہ قبول کر لئے گئے اور اون کے خلیفہ مقرر ہو جانے کی شہرت ہو گئی تب اون لوگون نے
کہ جنہون نے علیؓ مرتضی سے بیعت نہین کی تھی جیسے عبداللہ بن عامر کہ حضرت عثمانؓ کیطرف
سے امیر بصرہ تھا۔ اور حضرت معاویہ جو امیر شام تھے۔ اور اون لوگون نے کہ جنہون
نے بیعت علیؓ مرتضی سے کر لی تھی جیسے طلحہ اور زبیر کہ ایسے لوگون نے کہ اونمین سے خواہش اپنی
خلیفہ ہو جانے کی رکھتے تھے۔ علیؓ مرتضی کی خلافت مین خلل ڈالنا چاہا چنانچہ طلحہ اور زبیر نے بی بی عائشہ
زوجہ رسولؐ کو بوسالی حضرت زبیر کی تھین اپنے ساتھ گروہی کا سرتاج بنا کر باتفاق عبداللہ
بن عامر اور عبداللہ خزرمی والئی مکہ معہ گروہ اپنے اپنے کے متوجہ بصرہ کے ہوئے اور طلب خون حضرت
عثمانؓ کا علیؓ مرتضے سے حیلہ اختیار کیا اور اصلی مقصد ان لوگون کا یہ تھا۔ کہ خلافت علیؓ مرتضی
کے ہاتھ مین نہ رہے۔ دوسری جگہ قائم ہو جاوے۔ جب بی بی عائشہ کی سرتاجی سے حضرت
طلحہ اور زبیر سے لشکر فراوان بصرہ کو تشریف لیگئے تاکہ بصرہ پر اپنی امارت قائم کر کے خلافت
علیؓ مرتضی مین فتور ڈال دین تب علیؓ مرتضی نے اونکا تعاقب کرنا چاہا تاکہ اون لوگون کی
اصلاح کر کے اون کو راہ راست پر لا دین وقت تعاقب کرنے کے علیؓ مرتضی نے اہل مدینہ
سے معاونت چاہی۔ کچھ نے آپ کی اطاعت کا اظہار کیا۔ اور کچھ نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ ہم نے

علی کو نصیحت کی تھی کہ قاتلان عثمانؓ پر سیاست کرے تاکہ کوئی دشمن نہ ہو سکے۔ لیکن علی مرتضیٰؓ نے قاتلان عثمانؓ کو سزا دینا چاہا تھا۔ مگر نہ کوئی مدعی حاضر ہوا نہ گواہ۔ علی مرتضیٰؓ نے قصد سیاہ مخالف کا کیا۔ ابو لیلے بن عمرو بن جراح اور عبد اللہ بن عباس اور عمر بن سلمہ سردار لشکر اور ابو قتادہ انصاری اور ابو الہیثم تیمان بدری اور خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین ساتھ تھے اور موضع ذی قار میں [illegible] اور عمار یاسر کو [illegible] روانہ کیا کہ لشکر کوفہ کو جمع کریں اور بصرہ میں [illegible] نے بصرہ میں شیعیان علی کو قتل کر ڈالا اور عثمان بن حنیف [illegible] اس کے کہ اوس کے عزیز اقربا خاموش نہیں رہتے۔ اور [illegible] تھیں۔ جب امام حسنؓ اور عمار یاسرؓ نے جامع مسجد کوفہ [illegible] اشعری نے کہ عامل کوفہ تھا لوگوں کو منع کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ [illegible] نے اوس کو چپ کیا اور شیعیان علیؓ مستعد جنگ ہو گئے۔ اوس وقت [illegible] اشعری نے کہا کہ عائشہ نے مجکو لکھا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنی طرف ملا لوں وہ اپنی گھروں میں بیٹھے رہیں۔ آخر کار کوفہ کے لوگوں نے حسنؓ اور عمارؓ کی بات قبول کی اور کئی ہزار ذبح ہو گئے اور علی مرتضیٰؓ کی خدمت میں آئے۔ علی مرتضیٰؓ اوس میدان سے کوچ کر کے لشکر عائشہ کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔ اور ایک خط بنام طلحہ و زبیر کے لکھا جسمیں اون کی عہد شکنی اور مکر سے آگاہ کیا اور یہ کہ وہ اپنی تدبیر اور اندیشہ سے باز آئیں اور یہ کہ قتل عثمانؓ کی تہمت سے بری ہوں۔ اہل مدینہ کو جو اسوقت میرے اور تمہارے موافق میں ہیں سچ کرو کہ وہ لوگ واقعی گواہی دیں کہ میری طرف سے کس کس نے قتل عثمانؓ میں سعی کی ہے جرم اوسکا معلوم ہو جاویگا۔ اور عثمان کے خون میں جسنے جسنی سعی کی ہوگی کھل جاویگی۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے فرزندان عثمانؓ میری خلافت پر اقرار کریں اور اون کو یہ فرمان بردار ہونا لازم ہے۔ اس کے بعد جن لوگوں پر اون کو اپنے باپ کے خون کا دعوے ہو میری حضور میں کرنا واجب

سے تاکہ مطابق عدالت اور علوم شریعت کے اس قصہ کا تصفیہ کیا جاوے خود تم کو طلب خون عثمانؓ سے کیا واسطہ ہے۔ اور ایک خط بنام بی بی عائشہ کے لکھا کہ تو خدا و رسول کی گنہگار رہو گئی کہ تو گھر سے باہر نکل آئی۔ تجھے اوس کام کے سرانجام دہی کی فکر ہے جس سے خدا نے عورتوں کو سبک دوش کیا ہے۔ عورتوں کو لشکر کشی کرنی اور مردوں میں اصلاح کرانے سے کیا واسطہ۔ تو نے جو مشہور کر رکھا ہے کہ خون عثمانؓ کا عوض چاہتی ہوں تجھ میں اور عثمان میں کیا عزیز داری اور قرابت داری ہے۔ لیکن عین شروع جنگ تک علیؓ مرتضیٰ کو کوشش اصلاح میں اس قدر کامیابی ہوئی کہ حضرت زبیر نے ہدایت علیؓ مرتضیٰ کے اثر سے ارادہ قتال علیؓ مرتضیٰ سے ترک کر کے اپنی لشکر کو چھوڑ دیا۔ اور لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے مقام پر پہونچے کہ جہاں دھوکہ میں وہ قتل ہو گئے۔ مگر بی بی عائشہ کے جوش جنگ نے اور عبداللہ بن زبیر نے اور اون کی لشکریوں نے اور حضرت طلحہ نے جنگ سے ہاتھ نہ اوٹھایا اور لڑائی شروع کر دی اور جسمیں آخر کار وہ مغلوب ہوئے یہ مغلوبی اوسی قتال میں ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے اور جسمیں حضرت طلحہ بھی حضرت مروان کے تیر سے جو شریک لشکر اون کے تھے قتل ہو گئے۔ علی مرتضیٰ نے بعد قبول خلافت اپنے عمال مخصوص واسطے ضبط ممالک خلافت کے معین کئے۔ اور اُسی عرصہ میں ادھر اودھر سے ایسے لوگ جو علیؓ مرتضیٰ سے عناد رکھتے تھے یا ناخوش تھے یا دل سے اون کی اطاعت پسند نہیں کرتے تھے حضرت معاویہؓ کے پاس پہونچ گئے اور حضرت معاویہ نے جذیرہ عرب سے بیعت لے کر اپنا خراج گذار بنایا۔ علیؓ مرتضیٰ نے مالک اشتر کو حاکم اون دیار کا مقرر کر کے بھیجا۔ کہ مالک اشتر نے بعد جنگ وجدال کے عاملان حضرت معاویہؓ کو ہزیمت دی۔ حضرت معاویہؓ نے تیاریاں شروع کیں کہ تو علیؓ مرتضیٰ سے جنگ وجدل کیا جاوے۔ اس درمیان میں باہم علیؓ مرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ کے نامہ و پیام ہوئے۔ علیؓ مرتضیٰ یہ چاہتے تھے کہ حضرت معاویہؓ علیؓ مرتضیٰ کی خلافت

کو قبول کرین اور سرکشی سے باز آوین۔ لیکن حضرت معاویہ باز نہ آئے اور مستعد جنگ کے ہوگئے اور بمقام صفین جنگ ہوکر وہ وقت قریب آگیا کہ حضرت معاویہ بھی مغلوب ہو جاوین یعنے بعد جنگ لیلۃ الہریر کے علی مرتضی نے اپنے لشکر کے سرداروں سے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو حالات تمہاری اور تمہارے دشمنوں کی کس مرتبہ کو پہونچ گئی ہے۔ اور اونسے سوائے دم آخر کے کچھ باقی نہین رہا کلیہ مشغول جنگ مین ہو تا کہ خدا حکم کردے درمیان ہمارے اور وہ خیر الحاکمین ہے۔ جب دوسرے روز جنگ شروع ہوئی۔ تو بموجب اوس شورہ کے جو شب مین باہم عمرو عاص اور حضرت معاویہ کے ہو چکا تھا ساتھ سو قرآن نیزون پر باندھ کر پیش کئے گئے اور یہ پکارا گیا کہ اے گروہ عرب بدائے خدا اپنی اولاد اور بچون پر رحم کرو۔ اگر جنگ کو نہ بند کروگے۔ روم و فارس کے عرب تمہارے بچے اور عورتین پکڑ کر لیجائینگے اشعث بن قیس کی شب کو یہ رائے قرار پا چکی تھی کہ اگر کل لڑائی ہوگی۔ عرب کی دماغون کی دھجیان اوڑ جاوینگے اور اہل و عیال اون کے جاتے رہینگے۔ ہم عراق مین سے کردوس بن ہانی بکری نے کہا۔ کہ قرآنون کا باندھنا مکر و نفاق ہے۔ سفیان بن نوفی بکری نے کہا کہ پہلے ہم نے کتاب خدا کیطرف کو اون کو بلایا تھا اور وہ نہین آئے تو اونکا خون ہمپر حلال ہو گیا تھا اب وہ ہم کو کتاب خدا کیطرف کو بلاتے ہین ہم اگر قبول نہ کرینگے تو ہمارا خون اونپر حلال ہو جاویگا۔ خالد بن معمر اور حسین بن منظر نے کہا کہ رائے علی کی صائب تر ہوگی۔ علی مرتضی نے فرمایا کہ مین سزاوار تر ہون کتاب خدا کے قبول کرنے پر تم سے اور یہ حیلہ اور مکر ہے۔ مقصود اون کا کتاب خدا پر عمل سے نہین ہے بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہین۔ اور مین اونسے لڑون گا جب تک کہ وہ حکم خدا پر راضی نہو جاوین۔ مگر اکثر امرا اور اعیان سپاہ علی مرتضی نے کہا کہ معاویہ سے رشوت لے چکے تھے۔ کہ دعوت معاویہ کو قبول کرنا چاہئے اوس پر علی مرتضی کے لشکر کے لوگ جنگ سے باز آنے لگے مگر مالک اشتر بعد اصرار کے علی مرتضی کی طلب کے بموجب

واپس آیا۔ اور اوس نے اہل عراق کو ملامت کی اور آخر کار عمرو عاص اہل شام کیطرف سے اور اشعث بن قیس اور لشکریان علیؑ مرتضیٰ کیطرف سے ابوموسیٰ اشعری خلاف رائے علی مرتضےٰ کے حکمین مقرر ہوئے جس کا نتیجہ مشہور ہے کہ جب دونون فرقہ دومۃ الجندل مین جمع ہوے۔ اور عمرو عاص کے مکر سے ابوموسےٰ اشعری کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اور کوئی بات طے نہین ہوئی۔ اور زیادہ تفرقہ ہوگیا جب ابوموسےٰ اشعری دومۃ الجندل کو جانے لگے تو ایک گروہ نے یہ چاہا کہ علیؑ مرتضیٰ اوس کو روکین اور علیؑ مرتضیٰ نے اس امر کو قبول نہ کیا تو اوس فرقہ نے یہ کہا کہ نہین ہے حکم مگر واسطے خدا کے۔ اور اس گروہ نے علیؑ مرتضیٰ سے سخت دشمنی اختیار کی اور اسی گروہ کو خوارج کہتے ہین اور یہ فرقہ اونہین لوگونمین سے ہی جو خلاف رائے علیؑ مرتضیٰ کے جنگ کا بند ہونا اور صلح باہم چاہتے تھے" جب ان واقعات پر بہ ترتیب غور کیا جاوے۔ اور ہر واقعہ کے ساتھ یہ فکر کی جاوے کہ علیؑ مرتضیٰ کو ہر موقع پر کیا کرنا چاہئے تھا اوس سے بہتر کوئی رائے قائم نہین ہوسکتی کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ صائب رائی شخص پر لشکل معاملات کا جان لینے والا اور راہ مستقیم پر بغیر کسی مکر و حیلہ کے سچائی سے چلنے اور چلانے والا کرسکی جو کچھ کہ علیؑ مرتضیٰ نے کیا اور فرمایا۔ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو جن بلوائیون نے عثمانؓ کو قتل کیا تھا وہ اوسوقت اونپر متسلط نہین ہوگئے تھے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ مین مجبور رہون اور قتل عثمان کا قصاص نہ لے سکین۔ اور نہ محض اوسوقت اون کی قوت کو جناب امیرؑ نے بڑا سمجھ لیا تھا اور نہ اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے اور نہ جو کچھ وہ چاہتے تھے۔ جناب امیرؑ کو مجبوری وہی کرنا پڑتا تھا جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو اون کو تمام مہاجر و انصار مدینہ اور تمام گروہ مسلمانون نے جو مدینہ مین اوسوقت موجود تھے خلیفہ قبول کیا تھا اور علیؑ مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ گو اونمین وہ لوگ بھی شامل تھے کہ جنہون نے بلوہ کرکے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا۔ مگر علیؑ مرتضیٰ کے سامنے نہ کوئی مدعی حاضر آیا اور نہ گواہ کہ قتل عثمانؓ کی تحقیق

بحیثیت عدالت قضا اور منصب خلافت کے کیجاتی جسکا مصمم ارادہ علی مرتضیٰ رکھتے تھے۔ علی مرتضیٰ کے صحابہ کی جماعت نے جو علی مرتضیٰ سے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ جن لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے اور اوس کا جواب جو کچھ علی مرتضیٰ نے دیا ہے وہ عین بعد تعین خلافت بمقابلہ مخفی لون بلوائیون کے نہین ہے کہ جنہون نے ابتداءً بلوہ کرکے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا بلکہ بمقابلہ اوس کل قوم کے ہے کہ جو بعد قتل عثمانؓ اور خلافت علی مرتضیٰ کے جنگ جمل اور صفین اور تعین حکمین تک مختلف فرقہ مخالف اور مقابل علی مرتضیٰ کے پیدا ہوگئے تھے۔ اور اون تمام فرقون مخالف اور مقابل کا سلسلہ اوسی بلوہ اور قتل عثمانؓ اور بیعت خلافت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھا۔ پیغمبر خدا نے دین اسلام کے قائم کرنے کے لئے جو عمل کیا تھا وہی علی مرتضیٰ نے اپنی خلافت کے قائم کرنے کے لئے عمل کیا۔ بعد ہجرت کے مدینہ مین جب پیغمبرؐ کو مہاجر و انصار بہم پہنچ گئے تھے جو اقرار رسالت پیغمبرؐ کا اور پیغمبرؐ کی اطاعت کا بیعت کرکے کرچکے تھے۔ اور پھر جب قوم عرب کی مختلف گروہ پیغمبرؐ پر حملہ آور ہوئی۔ یا پیغمبرؐ کے اجرا دین مین مزاحمت کرنے والے تھے اون پر متفرق طور سے جب جس گروہ سے مقابلہ ہوا جنگ کی اور اونکی مزاحمتون کو جداگانہ طور پر رفع کیا۔ ویسے ہی علی مرتضیٰؓ نے جبکہ اون کے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت ہوئی اور اوسکے بعد جو جو فرقہ مخالف اور مقابل ہوتا گیا اوس سے اوس اوس وقت پر جنگ کی اور مزاحمت کو دفع کیا لیکن ہنوز مخالفت بالکل طے نہین ہوئی تھے کہ علی مرتضیٰؓ شہید ہوگئے۔ اون کی شہادت کیوجہ سے جو مقابلہ اور جنگ اور دفع ہونا مزاحمت کا باقی رہگیا تھا اوس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ جو فکر اور کوشش علی مرتضیٰؓ نے گروہ گروہ مخالف کو زیر اور مزاحمت کو اون سے دور کرنے کی کی اوس مین کوئی سوء تدبیر ہی تھی۔ حسن تدبیر اسی مین تھا کہ جو مفسد گروہ پیدا ہوا

اوس کے پریشان اور دفع کرنے کے لئے فوراً تدبیر اور کوشش کی گئی۔ پیغمبرؐ جیسا کہ جب کوئی فساد کسی گروہ قوم مخالف سے پیدا ہوتا تھا اوسکا دفعیہ فوراً فرماتے تھے ویسا ہی علی مرتضیٰؓ نے جب گروہ مخالف قوم نے کوئی شکوفہ کہلایا فوراً اوسکی کلی کو کچل دیا۔ اور اوسکے کچل دینے کے لئے بلا توقف کوشش کی۔ لیکن جیسے کہ پیغمبرؐ اپنی وفات کی سبب سے ملک شام اور روم اور ایران کل روئے زمین پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے ویسی ہی علی مرتضیٰؓ اپنی شہادت کیوجہ سے کل قوم سے مخالفت اور بغاوت کو رفع نہ کرسکے۔ مگر جیسے کہ پیغمبرؐ پر یہ الزام نہین آسکتا کہ وہ کل قومون اور انسانون پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے ویسے ہی علی مرتضیٰؓ پر یہ الزام وارد نہین ہوسکتا ہے کہ وہ کل قوم مسلمانون سے مخالفت اور بغاوت کو رفع کرکے اپنی خلافت کو قائم نہ کرسکے۔ اور علی مرتضیٰؓ کی نسبت کسی واقعہ یا اون کی کسی تدبیر یا اون کی کسی سعی کی نسبت ہرگز یہ متصور نہین ہوسکتا کہ اون کا خیال کسی امر کی بابتہ خلاف واقع تہا جسکے ثابت کرنیکا مصنف مخاطب قصد کرتے ہین۔ جب علی مرتضیٰؓ سے بیعت کی گئی۔ اور جن لوگون نے حضرت عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا انہون نے بہی علی مرتضیٰؓ سے بیعت کی اوسوقت کوئی وجہ نہ تہی کہ اون لوگون کی بیعت قبول نہ کی جاتی اور اون کو متبع اور مطیع خلافت کا کہ جو مسلمان تھے نہ بنایا جاتا۔ بلکہ ضرور تھا۔ کہ اون کی بیعت قبول کرکے متبع اور مطیع خلافت اون کو کیا جاتا تاکہ حکم قصاص قتل حضرت عثمانؓ کا اون پر نافذ ہوسکتا۔ لیکن یہ قصاص نہین لیا جاسکتا تھا جب تک کہ کوئی مدعی اور گواہ نہ ہو اور ایسی حالت مین ضرور تھا کہ اون لوگون کو ساتھ لیکر بمقابلہ باغیان اور خلل اندازان خلافت کے جنگ کی جائے۔ پیغمبرؐ ہمیشہ ایسے لوگون کو ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے کہ جن سے کبائر صادر ہوتے تھے۔ اون ابتدائی بلوائیون کے ساتھ کہ جو مطیع خلافت ہوگئے تھے اور لوگ بہی شامل ہوگئے۔ اور وہ اور دوسری گروہ بہ اتباع علی مرتضیٰؓ مطیع خلافت

ہو چکے تھے اور وہ کل جماعت واسطے رفع بغاوت اور فرو فتنہ پردازی کے کام کر چکی تھی لیکن جب جماعتین کثیر مختلف طور پر علیؑ مرتضیٰ سے جدا ہو گئین اور جس کو علیؑ مرتضے نے قتل اور مغلوب کیا اور گروہ کثیر مسلمانون کا ایسا پیدا ہو گیا کہ جو علیؑ مرتضے کی طرف شرکت سے انکار اور اون کی حمایت مین سستی کرتا تھا۔ یعنی مختلف الرائے فرقہ پیدا ہو گئے تھے کہ کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور ایسا گروہ جو علیؑ مرتضیٰ سے موافق ہو۔ اور علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کا ماننے والا یا اون کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑنے والا تھا وہ اوس گروہ بلوائیون قتل حضرت عثمان سے کم زور تھا۔ اوسوقت ہرگز مصلحت یہ نہین ہو سکتی تھی کہ اون بلوائیون اپنے ہمراہیون مطیع خلافت کو قتل کر کے علیؑ مرتضیٰ سزا دیتے کہ گروہون باغی اور دشمن کا مقابلہ جنکے ساتھ جمع کثیر تھا کیون کر کیا جا سکتا تھا اوسوقت کی مصلحت یہی ہو سکتی تھی کہ یہ ہمراہی اون لوگون کے جو بہ اتباع علیؑ مرتضیٰ اور اون کی خلافت کے مطیع تھے اولا اصلی باغیون اور دشمن سے مقابلہ اور بغاوت کو رفع کیا جاتا اور بعد اوسکے جو قاتلان عثمان قرار پاتے اون کو سزا دیجاتی۔ اوسوقت جو عذر یا مصلحت بلوائیون عثمان کو سزا نہ دینے کے لئے علیؑ مرتضیٰ کو ہوا وہ بالکل صحیح تھا۔ اور شارح میثم کا مفہوم بھی اسکے خلاف نہین ہے وہ خود لکھتے ہین کہ حضرت عثمانؓ پر بلوہ کرنے والی اکثر اہل مدینہ اور اہل مصر اور کوفہ سے خلق عظیم اپنے شہرون سے قطع مسافت کر کے آگئی تھی۔ اور اجلاف اعراب بادیہ نشین اور بندگان مدینہ اون کے ساتھ ہو گئے تھے اور اسی حالت کے متعلق علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا ہے جسپر مصنف مخاطب بحث کرتے ہین "جبکہ ایک جماعت نے صحابہ مین سے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے" اوس کے جواب مین جو کچھ کہ علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا ہے وہ بہ نظر حالت اوس وقت کے ٹھیک ہے۔ اور ہر گروہ کی حالت پر نظر کر کے وہ ارشاد علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گروہ جو علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ

ساتھ مین تھا باہم کیا کرتا تھا۔ اور علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ جو گروہ در گروہ مختلف الرائے ہوگئے تھے علیؑ مرتضیٰ نے اوسوقت بلوائیون اور اون کے شرکا کی قوت کا اور اپنی قوت کا جو ذکر کیا ہے۔ اوسوقت جناب امیرؑ نے اوس کے اندازہ مین کچھ غلط فہمی نہین کی اور نہ اوسوقت قاتلان عثمان کو سزا دینے کے لئے خلاف مصلحت سمجھنے مین غلطی کی۔ مصنف مخاطب نے اوسوقت کے متعلق جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غلط فہمی جناب امیر کی اپنے آپ کو قاتلان عثمان کے مقابل مین عاجز اور مغلوب سمجھ لینے کی یہانتک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے طلحہ اور زبیر اونہین کی دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے اور انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہوگئی تھی مگر اونہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیر کے یکایک لڑائی چھیڑ دی اور کشت و خون شروع کردیا جسکی وجہ سے چار و ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ جب علیؑ مرتضیٰ ابتداءً خلافت کے لئے قبول کئی گئی ہین اوسی وقت اپنے آپ کو علیؑ مرتضیٰ قاتلان عثمان کی سزا دینے کے لئے عاجز اور مغلوب ہرگز نہین سمجھتے تھے۔ لیکن اوسوقت نہ کوئی مدعی کھڑا ہوا نہ گواہ باوصف اسکے کہ علیؑ مرتضیٰ قاتلان کی سزا دینے پر جس جس پر الزام ثابت ہوا آمادہ تھے۔ اور جیسے کہ اوسوقت علیؑ مرتضیٰ قاتلان عثمان کو سزا دینے سے عاجز نہین تھے ویسے ہی بلوائیون کے دھمکانے سے طلحہ اور زبیر مدینہ سے نہین نکلے۔ طلحہ اور زبیر نے علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ جو بیعت کی تھی اوس کو بہت جلد اس خیال نے کہ خود خلیفہ بجائے علیؑ مرتضیٰ کے بنجائین بہت جلد توڑوایا تھا۔ اور بی بی عائشہ جنہون نے علیؑ مرتضیٰ کے خلیفہ ہونیکو اول ہی پسند نہین کیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اور ایک لشکر جمع کرکے شروع خلافت علیؑ مرتضیٰ پر جنگ کے لئے بمقام بصرہ پہونچین تھین اور حملہ کیا تھا۔ اور جس وقت جنگ تک علیؑ مرتضیٰ نے کوشش کی کہ گروہ مخالف اونکا جنگ سے باز آکر علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کی اطاعت کرنے اور اوسکا اثر صرف ذات حضرت زبیرؓ

لیکن کل گروہ اپنے ارادہ جنگ سے باز نہین آیا کشت وخون شروع ہوجانا اس مجبوری سے ہوا کہ گروہ مخالف علیؑ مرتضیٰ کا راہ راست پر نہین آیا۔ اور اوس کے راہ راست آنے پر امید ہی نہین رہی تھی جو خلاف مرضی علیؑ مرتضیٰ کے تھا۔ اور اگرچہ حضرت طلحہ نے اپنے اخیر وقت پر جن پر حضرت مروان کا تیر کارگر ہوگیا تھا علیؑ مرتضیٰ کے ایک لشکری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن جس وجہ سے کہ مسلمانون کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا اوس کی بانی اور بانی یہی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ تھین۔ حضرت معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اون مین بناء مخاصمت جس حیثیت سے مصنف مخاطب لکھتے ہین ہرگز یہ نہین تھی کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ بلکہ شروع سے حضرت معاویہ نے علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کو قبول نہین کیا اور باوصف اسکے کہ علی مرتضیٰ خلافت کے لئے قبول کئے گئے۔ اور جو اصلی اور برحق خلیفہ تھے حضرت معاویہ نے اون کی بیعت سے سرکشی اور سرتابی کی اور طلب خون عثمان کی علیؑ مرتضیٰ کے مقابلہ مین ایک حجت ناحق پیدا کی۔ حضرت معاویہ کو چاہئے تھا کہ اول علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کو قبول اور اون کی اطاعت واجب سمجھ کر اون کی فرمانبرداری کرتے اور پھر قاتلان عثمان پر جرم ثابت کرا کے علیؑ مرتضیٰ سے سزا دلواتے۔ حضرت معاویہ کو بمقابلہ خلیفہ وقت اور برحق کے ہرگز یہ حق حاصل نہین تھا کہ بہ اشتباہ بلوہ اور قتل عثمان کے جن جن لوگون کو چاہتے اپنے ہاتھ مین لیکر قصاص لین۔ یہ کام خلیفہ عہد کا تھا نہ اونکے غیر کا۔ یہ کام حضرت معاویہ کے ہاتھ مین دینا ایسا ہی تھا۔ کہ منصب خلافت علیؑ مرتضیٰ اونکے ہاتھ مین دیدینے۔ مصنف مخاطب غلط کہتے ہین کہ اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا ہوتے تو یہ ناگوار حوادث پیش نہ آتے۔ علیؑ مرتضیٰ ابتدا مین ہی بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا دینے پر آمادہ تھے مگر نہ کوئی مدعی حاضر آیا نہ گواہ نہ کسی پر جرم قتل حضرت عثمان کا یا بہ نسبت قتل حضرت عثمان کے کسی کا بلوہ کرنا ثابت ہوا۔ بلوائیون کی نسبت اون کی نیت کی تحقیق ضرور تھی کہ اون کا بلوہ محض بغرض اصلاح

حالت حضرت عثمان کی اور درستی انتظام خلافت کے تھا یا محض بغرض قتل حضرت عثمان کے۔ جب تک کہ اون کی نیت بغرض قتل حضرت عثمان کے تحقیق نہ ہو جاتی کسی بلوائی کو سزا نہین دیجا سکتی تھی طلحہ اور زبیر اور معاویہ جسطرح خلفاء ثلثہ کی مطیع رہے علی مرتضیٰ کے مطیع نہین رہے۔ طلحہ اور زبیر باوصف بیعت کرنے کے بیعت کو توڑ کر اطاعت علی مرتضیٰ سے باہر ہو گئے اور معاویہ نے علی مرتضیٰ کی نہ خلافت کو قبول کیا نہ اون کی اطاعت کی۔ جسکی سبب سے مسلمانون مین کشت و خون ہوا اگر طلحہ اور زبیر اور معاویہ علی مرتضیٰ کی اطاعت کرتے (جیسا کہ انہون نے تین خلافتون سابقہ کو قبول کیا اور اون کی اطاعت کی تھی) اور بلوائیون کی نسبت اون کی نیت قتل عثمان کی اور قاتلان عثمان پر جرم قتل کہ کسنے قتل کیا ثابت کراتے اور علی مرتضیٰ سے انحراف کرکے اون کی خلافت پر حملہ اور جنگ کے لئے آمادہ اور خلافت علی مرتضیٰ مین خلل ڈالنے کے لئے تیار نہو جاتے تو یہہ ناگوار حوادث کبھی پیش نہ آتے۔ اور جناب امیر کی خلافت کی وہ حالت ہرگز نہوتی جو ہوئی۔ جب طلحہ و زبیر نے علی مرتضیٰ سے انحراف کرکے اور خلافت علی مرتضیٰ مین خلل ڈالنے کے لئے فتنہ برپا کرکے معہ بی بی عائشہ کے بصرہ مین علی مرتضیٰ کی خلافت پر حملہ کیا اور حضرت معاویہ نے اطاعت خلافت علی مرتضیٰ کی نہ قبول کرکے اور لشکر گران لیکر علی مرتضیٰ پر حملہ کرنے کو بمقام صفین پہونچے۔ تو یہہ کیسے ہو سکتا تھا کہ علی مرتضیٰ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ سے بمقام بصرہ اور معاویہ سے بمقام صفین نہ لڑتے اور اپنی خلافت مین خلل ڈالنے والون اور فتنہ پردازون سے جنگ کرکے فتنہ کو فرو اور رفع بغاوت کی کوشش نہ کرتے۔ بمقابلہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور بمقابلہ معاویہ کے بمقام صفین علی مرتضیٰ صرف بلوائیون کو ساتھ لیکر مقابل نہین ہوئے تھے بلکہ بلوائی اور غیر بلوائیون کو جنمین مہاجر و انصار بھی شامل تھے ساتھ لیکر طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور حضرت معاویہ کے بمقام صفین مقابل ہوئے تھے

اور بلوائی جو علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ تھے اون کی نسبت اوسوقت تک یہہ تحقیق نہین ہوا تھا
کہ انہون نے بلوہ کس نیت سے کیا تھا اور حضرت عثمان کو کس کس نے قتل کیا تھا اور وہ
سب اوسوقت تابع علیؑ مرتضیٰ اور اون کی خلافت کے تھے کوئی وجہ نہین تھی کہ علیؑ مرتضیٰ
اون کو اپنے ساتھ نہ لیتے اور رفع بغاوت اور فساد اور فتنہ کے لئے جو علیؑ مرتضیٰ کی خلافت
لعین برپا کیا گیا تھا اعانت کا فائدہ حاصل نہ کرتے۔ کیا پیغمبرؐ ایسے لوگون کو جنسے گناہ کبیرہ
صادر ہوجاتا تھا یا جو میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ جاتے تھے اور پیغمبرؐ کے ساتھ سخت بدسلوکی
کرتے تھے یا جو لوگ کہ پہلے پیغمبرؐ سے جنگ اور پیغمبرؐ پر حملہ اور پیغمبرؐ کے قتل پر آمادہ ہوچکے تھے
اور پھر اطاعت پیغمبرؐ کی قبول کرتے تھے تو اون کو پیغمبرؐ اپنے ساتھ لیکر دوسرے موقعون پر
اپنے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے نہین لیجاتے تھے یا اون کو اپنے لشکر کے ساتھ نہین رکھتے تھے
ایسے ہی جن لوگون نے عہد خلافت حضرت عثمان مین بلوہ کیا تھا یا حضرت عثمانؓ کے قتل
مین شریک ہوئے اور پھر انہون نے خلافت علیؑ مرتضیٰ کا اتباع کیا اور اون کو علیؑ مرتضیٰ
نے ہمراہ لیکر باغیون اور مخالفون سے جنگ کی تو کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا اس لئے کہ
بلوائی اور باغی اوسی وقت تک قابل سزا نہین جبتک کہ وہ اطاعت قبول نہ کرلین اور
امر اللہ کیطرف نہ آجاوین۔ یہی حکم خدا کے باغی رسول کے باغی امام اور خلیفہ کے باغی کے لئے
ہے اوس حالت مین جبکہ یہہ امر ملکی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جبکہ یہہ امر کسی ذات واحد
سے تعلق رکھیگا یعنی کوئی کسی امام یا خلیفہ کو قتل کرڈالے تو قاتل ضرور قابل قتل ہوگا۔
افسوس ہے کہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ اور حضرت معاویہ نے علیؑ مرتضیٰ کی اور اون کی خلافت کی
اطاعت کرکے بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا نہ دلوائی اور خود علیؑ مرتضیٰ خلیفہ
مسلم اور برحق سے انحراف اور مخالفت کرکے جنگ کی۔ اور اون بلوائیون کی ایسی قوت
بڑھادی کہ جنکی نسبت بالآخر علیؑ مرتضیٰ کو دکھنا پڑا کہ جو انہون نے اپنے کلام زیر بحث مین فرمایا
ہے۔ مصنف مخاطب اسی کے ساتھ علیؑ مرتضیٰ کی غلطی قیاس کی یہہ بھی مثال لاتے ہین

کہ جناب امیرؑ نے اون لوگون کو جنہون نے بہت سا ہجوم کرکے اون سے بیعت کی اپنا ناصر اور مددگار سمجھ لیا۔ چنانچہ خطبہ شقشقیہ مین فرماتے ہین۔

"اگر اتنے آدمی بیعت کے لئے حاضر نہوتے۔ اور مددگارون کے موجود ہوجانے کیوجہ سے حجت پوری نہوجاتی تو مین خلافت کو کبھی نہ قبول کرتا" یہہ وہ ہوکہ جناب امیرؑ کو اسوجہ سے ہوا کہ لوگ بڑی بدحواسی کے ساتھ بیعت کے لئے آئے حالانکہ یہہ خیال جناب امیرؑ کا بالکل غلط تھا اور بعد کو ظاہر ہوگیا کہ وہ ہرگز مددگار نہ تھے۔ چنانچہ امتحان کیوقت اون کی حالت ظاہر ہوگئی۔ انہین کیوجہہ سے جناب امیرؑ اوس ظلم وجور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا اوپر ذکر ہوچکا"

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیواسطے متن نہج البلاغہ شرح میم سے جناب امیرؑ کے دو کلامون کی سند لاتے ہین۔ ایک کا یہہ ترجمہ کیا ہے "غارت کرے تمکو اللہ بیشک۔ بھر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے" دوسرے کلام امیر المومنین کا یون ترجمہ کیا ہے "اے اللہ مین نے اون کو ملول کردیا اور انہون نے مجھ کو ملول کردیا اور مین نے اون کو عاجز کردیا اور انہون نے مجھ کو عاجز کردیا۔ پس بدل دے تو میرے لیے اونکے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے انکے لیے میری عیوض مین زیادہ شر والا مجھسے"

مصنف مخاطب نے اخیر مضمون اپنے ترجمہ کا جو یہہ لکھا ہے "اور بدل دے تو میرے لیے اُن کے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اون کیلئے میری عیوض مین زیادہ شر والا مجھسے" اس مضمون کا اصل فقرہ عربی یہہ ہے "فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی" مصنف مخاطب نے جو اول فقرہ مین لفظ بہتر ترجمہ کیا ہے وہ صحیح نہین ہے۔ وہان پر لفظ نیک ترجمہ کرنا چاہیے تھا۔ اور فقرہ دوم مین جہان "زیادہ شر والا مجھسے" ترجمہ کیا ہے وہان "کا برے" ترجمہ کرنا چاہیے تھا

اصل عبارت عربی مین کوئی لفظ ایسا نہین جس کے ترجمہ مین لفظ زیادہ کا آسکے۔ مصنف مخاطب نے لفظ "زیادہ" ترجمہ مین اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے نیکیون سے اور بدل دے اُنکے لیئے بجائے میرے بد" یعنے۔ بجائے اونکے میرے لیئے نیک بدل دے اور بجائے میرے بد اُنکے لیئے بدل دے۔

مصنف مخاطب اپنی ترجمہ کیئے ہوئے اخیر فقرہ سے یہ نکتہ چینی کرتے ہین کہ اس قول مین جناب امیرؑ نے کسی قدر شر کی اپنی طرف بھی نسبت کی یہ کمال فصاحت کا مقتضا تھا کہ کوئی ایسا لفظ اُن کو میسر نہ آیا جسمین یہ وہم پیدا نہ ہوتا لیکن یہ نکتہ چینی مصنف مخاطب کی صریح غلط ہے کیونکہ مصنف مخاطب جو معنے مضمون اپنے ترجمہ کے لیتے ہین اُس ترجمہ مین انہون نے خود لفظ "زیادہ" زیادہ کیا ہے صحیح ترجمہ کے مضمون سے جو مراد اوسکی لی جاوے کوئی اعتراض اُسپر وارد نہین ہوتا ہے۔ مضمون دونون فقرون کا صرف یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے بجائے اُنکے نیکیون جیسون سے اور بدل دے اُنکے لیئے بجائے میرے بدمجھ جیسے سے" اس مضمون مین کمال فصاحت اور بلاغت یہ ہے کہ صنعت تضاد کا پہلو ہی اور کوئی لفظ ایسا نہین کہ جس سے اپنی مدح اور اونکی مذمت ہو اور پھر اپنی مدح اور اونکی مذمت صریح موجود ہے۔ اور ایسا کلام خاص فصیح اور بلیغ اور مہذب سے ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خیر اور شر یعنی نیک اور بد کی خبر سے مفہوم ہو جاتا ہے کہ خیر کس مین ہے اور شر کس مین ہے۔ یعنے وہ مضمون یہی ہے کہ اونکی جگہ نیک بدل دیئے جائین اور میری جگہ بد بدل دیا جائے۔ جسکا مفہوم بہ شان ضد یہ ہوگا کہ وہ لوگ بد ہین اور مین نیک ہون حالانکہ اُنکے نسبت لفظ بد اور اپنی نسبت لفظ نیک کا استعمال نہین کیا بلکہ اُنکے مقابل کو یہ لفظ نیک اور اپنے مقابل کو یہ لفظ بد استعمال کیا کہ جس سے خاتمہ بلاغت اور فصاحت اور صنعت تضاد اور تہذیب و اخلاق کا ہو گیا۔

مصنف مطلب نے جن دو کلامون علی مرتضےٰ کا جزو لے کر ترجمہ کیا ہے۔ مین اُن پورے کلامون کا ترجمہ کرتا ہون۔ تاکہ اوس جزو کلام مین جس طرف خطاب ہے۔ اوس کا منشا اور یہ کہ کن لوگون کی طرف وہ خطاب ہے بآسانی سمجھ مین آجائے۔

ترجمہ کلام علی مرتضےٰ

اوّل

"پس از حمد و نعت تمھین معلوم ہو کہ جہاد ایک دروازہ دروازہ ہائے جنت سے ہے خداوند عالم نے اسے اپنے خصوص دوستون کے واسطے کشادہ فرمایا ہے۔ اور جہاد پرہیزگاری کی کوشش ہے اور خداوند عالم کی مضبوط اور مستحکم زرہ ہے (یعنے دین خدا کی) اور اسکی سپر محکم اور استوار ہے۔ پس جو شخص اسے نفرت کی نگاہ سے چھوڑ دیگا خداوند عالم اوسے پوشاک ذلت پہنائیگا۔ اور بلا و مصیبت اوسکو گھیر لیگی اور ذلت و خواری کے ساتھ وہ شخص بے غیرت ہو جاویگا۔ اور اوسکے دل پر بے عقلی اور جہالت کی مار پڑیگی۔ اور حق و راستی اوس سے پھیر لی جاویگی بسبب ضائع کرنے اس جہاد کے۔ اور ملیگی اوسے ذلت اور باز رکھا جائیگا وہ شخص انصاف سے۔ آگاہ ہو کہ مین نے تمکو ان لوگون سے لڑنے کے واسطے شبانہ روز اور برملا اور پوشیدہ طور پر دعوت کی اور تم سے کہتا رہا کہ تم ان لوگون سے لڑو قبل اسکے کہ یہ تم سے لڑین۔ کیونکہ قسم بخدا انہین لڑی کوئی قوم کبھی اپنے گھر کے اندر مگر یہ کہ ذلیل ہوئے۔ پس تم لوگون نے ایک دوسرے پر ٹالا اور ایک نے دوسرے کو چھوڑ دیا۔ یہان تک کہ تمھارے یہان لوٹ پڑ گئی۔ اور تمھارے وطن چھین لیئے گئے۔ اب دیکھو کہ یہ برادر غامد (معاویہ) کا لشکر انبار مین اُترا ہے اور اسنے حسان بن حسان بکری کو قتل کر ڈالا اور تمھارے لشکرون کو میگر نیون کے مقام سے ہٹا دیا اور مجھے خبر ہے کہ اونمین کا ایک ایک شخص زن مسلمان اور ذمیہ کے پاس جاتا ہے اور اسکے کنگن اور چھاگل اوتار لیتا ہے

لہ اس تلوار کو کہتے ہین جو میان مین رکھی ہو اور گویا یہ محاورہ برہنہ شمشیر کی ضد مین ہے ۱۲

اور وہ اپنے آپ کو اوس سے ہرگز بچا نہین سکتی مگر گڑگڑا کے پھر مانگ لینے سے اور بخشش چاہنے سے۔ اس کے بعد وہ لوگ مع مال بسیار لوٹ گئے۔ اُن مین سے ایک شخص کو بھی زخم نہ لگا۔ اور نہ کسی کا اُن مین سے خون بہایا گیا۔ بس اگر کوئی مرد مسلمان اس ظلم عظیم کے بعد اس رنج واندوہ مین مرجاے تو وہ شخص لائق ملامت نہین ہے۔ بلکہ وہ سزاوار مرگ ہے۔ کتنا بڑا مقام تعجب کا ہے وہ تعجب جو قسم بخدا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج وملال کو کھینچ لاتا ہے اس امر کو دیکھکر کہ یہ لوگ کسقدر اپنے باطل پر مجتمع ہو گئے ہین۔ اور تم لوگ اپنے حق پر متفرق و پراگندہ ہو۔ پس بدحال ہو تمھارا۔ اور تمکو صدمہ وملال نصیب ہوے کہ تم لوگ ہدف بن گئے ہو تیرون کا۔ تمھارا مال لوٹا جاتا ہے اور تم نہین لوٹتے۔ اور تم سے لوگ جنگ کرتے ہین اور تم نہین جنگ کرتے۔ اور خدا کی نافرمانی کیجاتی ہے اور تم راضی ہو۔ جب مین تم سے موسم گرما مین اُن کی طرف چلنے کو کہتا ہون تو تم کہتے ہو کہ سرخی گرمی کی جوش مین ہے۔ آپ اسقدر ہمکو مہلت دین کہ گرمی تیر جائے۔ اور جب جاڑے مین اُنکی طرف چلنے کو کہتا ہون تو کہتے ہو تم کہ اب سخت ٹھنڈ ہو گئی ہے۔ آپ مہلت دین کہ ہمپر سے سردی گذر جاوے۔ یہ سب عذر جاڑہ اور گرمی سے بھاگنے کے لیے ہین پھر جب تم اگر جاڑہ اور گرمی سے بھاگتے ہو تو تم بخدا تلوار سے زیادہ بھاگو گے۔ تم لوگون کی شکل مردون کی ہے مگر مرد نہین ہو تمھارے فکرین لڑکون کی سی فکرین ہین اور پردہ نشینون کی سی عقلین ہین۔ اے کاش مین نے تمھین دیکھا نہوتا۔ اور تمھین پہچانا نہ ہوتا۔ اس پہچاننے سے۔ قسم بخدا۔ مجھے سخت شرمندگی پہونچی۔ اور رنج وغم حاصل ہوا۔ خدا تمھین ہلاک کرے تم لوگون نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو غیظ وغصہ سے پر کر دیا۔ اور پے در پے سانس مین تم مجھے رنج وملال کے گھونٹ پینے کو دیتے ہو۔ اور اپنی نافرمانی اور رُک رہنے سے تمنے میری رائے کو بالکل بگاڑ دیا۔ یہانتک کہ قریش کہنے لگے کہ پسر ابو طالب مرد شجاع ہے۔ مگر لڑنا نہین جانتا۔ خدا کرے کہانکے باپ اچھے ہون۔ آیا اُن مین سے کوئی ایسا ہے جو مجھ سے بڑھکر جنگ کا علاج و تدبیر جانتا ہو۔ اور

* ۱۲ مادہ مرکب ہے ۱۲

مجھسے زیادہ معرکۂ جنگ مین ثابت قدم ہو۔ مین اُس زمانے مین جنگ کے واسطے کھڑا ہوا تھا کہ جب بیس سال کا بھی نہ تھا۔ اور اب ساٹھ برس سے زیادہ میری عمر آچکی۔ لیکن اصل یہ ہی کہ جسکی بات نہ مانی جائے اُسکی راے کیا؟"

ترجمۂ کلام دوم

یہ اور یہ خطبہ اُن علیہ السّلام کے خطبون مین سے ہی جبکہ آپکو متواتر خبرین پہونچی تھین کہ اصحاب معاویہ شہرون پر غلبہ حاصل کر رہے ہین۔ اور دو عامل جو حضرت کے یمن مین تھے ایک عبید اللہ بن العباس اور دوسرے سعید بن نمران۔ حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے جبکہ بُسر بن ارطاہ اِن دونون شخصون پر غلبہ پاچکا تھا اُسوقت حضرت نہایت بیچینی کی حالت مین بوجہ اِسکے کہ حضرت کے اصحاب جہاد مین سُستی کرتے تھے اور حضرت کی راے سے مخالفت کرتے تھے۔ ممبر پر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ کیا چیز رہگئی ہے میرے پاس سواے کوفے کے۔ اُسیکو سمیٹتا ہون اور اُسیکو پھیلاتا ہون۔ اگر تو (کوفہ) نہوتا میرے لیے۔ مگر تو ہے۔ کہ تجھ مین آندھیان چلا کرتی ہین۔ پس خدا سے تعالے بد حال کرے تجھے۔ پھر حضرت نے بطور مثال فرمایا (مضمون شعر) قسم ہی نیک زندگی تیرے باپ کی اے عمرو۔ تحقیق کہ میرے پاس قلیل چکنائی لگا ہوا برتن رہ گیا ہی۔ مجھے خبر ملی ہی کہ بُسر یمن مین آگیا ہی۔ اور قسم بذاتِ خدا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ دولت تم لوگون سے نکلکر اُن لوگون کو جائے گی۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع ہوگئے ہین اور تم اپنے حق سے متفرق ہو اور تم لوگ اپنے امام کی نافرمانی حق بات مین کرتے ہو۔ اور وہ لوگ اپنے امام کے ہر باطل مین فرمانبردار ہین۔ اور وہ ادائے امانت کرتے ہین اپنے صاحب کی اور تم خیانت کرتے ہو۔ اور وہ اپنے شہرون مین اصلاح کرتے ہین اور تم فساد کرتے ہو

پس اگر مین تم مین سے ایک شخص کو ایک چوبی پیالے کے واسطے بھی امین قرار دون تو مجھ خوف ہی کہ اوسکا بندھن تک نہ لے اوڑے۔

پروردگارا۔ مجھے اِن لوگون نے تنگ کردیا ہی اور یہ مجھسے تنگ ہوگئے ہین۔ اور مین انکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین۔ پس مجھے انکے عوض مین اِنسے نیک لوگ عنایت فرما۔ اور انکے لیے میرے عوض مین شخص قرار دے۔ خداوندا۔ انکے دلون کو مردہ کردے جیسے نمک پانی سے گھل جاتا ہی۔ قسم بخدا مجھے تمنا ہی کہ میرے پاس تمہارے عوض مین ہزار سوار قبیلہ بنی فرس کے ہوتے (یہ خاندان شجاعت کے واسطے مشہور ہی۔ اور یہ شعر پڑھا) اسوقت اگر تم بلالیتے تو اُن (بنی فرس) لوگون مین سے اتنے سوار تمہاری پاس دوڑتے آتے جیسے گرمی کے بادل نہایت تیزی کے ساتھ دَل کے دَل دَوڑتے چلے جاتے ہین"

جو واقعات تاریخی ہمنے ابھی اوپر لکھے ہین اور جن پورے دو خطبون کا بھی ترجمہ ہمنے تحریر کیا ہی کہ جن مین سے ایک ایک فقرہ مصنف مخاطب نے لیا ہی۔ اُن واقعات اور علی مرتضیٰؓ کے خطبات کی دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ وقت ہجوم بیعت کا علی مرتضیٰؓ پر اوّل تھا۔ اور جسوقت قوم کی حالت علی مرتضیٰؓ نے اپنی اُن دونون خطبون مین فرمائی ہی اور اُنکو جنگ کی لیے تہدید اور اپنی نصرت کے لیے ترغیب دی ہی وہ وقت اخیر ہی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہی کہ جس قوم کو کہ تہدید اور ترغیب فرمائی ہی وہ قوم اُسوقت اُسیقدر نہین تھی کہ جسقدر نے مدینے مین علی مرتضیٰؓ سے بیعت کی تھی بلکہ علی مرتضیٰؓ کے قبول خلافت اور اطاعت مین بعد کو اور بھی ایک جماعت کثیر داخل ہوگئی تھی اور اُن دونون خطبون مین اگلے اور پچھلے کل قوم سے خطاب ہی۔ یہ سچ ہی کہ علی مرتضیٰؓ پر مدینے مین بیعت کرنے والون نے ہجوم کیا تھا اور

ضمن بیعت مین اقرار نصرت کا داخل ہوتا ہو اور اسمین بھی کچھ شک نہین کہ اسوقت علیؑ مرتضیٰ کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اسقدر اور ایسے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ علیؑ مرتضیٰ پر قبول خلافت کے لیے حجت پوری ہو گئی تھی اور اُس حجت پوری ہو جانے نے علی مرتضیٰؑ کو قبول خلافت پر مجبور کر دیا تھا اور اُس حجت کے پورا ہو جانے پر نہ علی مرتضےٰ کو شبہہ ہو سکتا تھا اور نہ دھوکہ سمجھا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ کسی ایسی بدحواسی کے ساتھ بیعت کے لیے نہین آئے تھے کہ جسمین یہ گمان ہو سکے کہ اُنھون نے علیؑ مرتضیٰ کی قابلیت خلافت کو نہین سمجھا تھا۔ اُنمین ایسے لوگ بالخصوص بھی شامل تھے کہ جو ہر زمانے مین علیؑ مرتضےٰ کو مستحق خلافت سمجھتے تھے اور بالعموم اُسوقت علی مرتضےٰ سے بہتر کسی دوسرے مین قابلیت خلافت کی نہین جانتے تھے اور اسی وجہ سے بنظر حالت اُسوقت کے اُن لوگون کے دلون کے شوق اور جوشِ اصرار نے قبول خلافت کے لیے علیؑ مرتضےٰ پر ہجوم کرایا۔

ایسے شخص کیطرف جو پہلے سے بیدل ہو کر گوشہ نشین ہو چکا تھا ایسے جوشِ بیعت کو مصنف مخاطب ایسی بدحواسی اُن لوگون کی قرار دیکر علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگانا چاہتے ہین کہ اُنکو دھوکا ہو گیا۔ لیکن جو کوئی کہ حقیقت حالت اور واقعہ پر نظر کرے گا وہ کبھی مصنف مخاطب کا ہم داستان نہین ہو سکتا۔

اُسوقت کی حالت قطعی ایسی تھی کہ علی مرتضےٰؑ کے خلیفہ قبول کرنے کا لوگون کے دلون مین ایسا ہی جوش تھا کہ جس سے بیعت کے لیے وہ ہجوم ہوا۔ اور اسوقت باعتبار اُس حالت ظاہری کے گو کسی کے باطن مین کوئی دوسری بات ہو لیکن امر شریعت پیغمبرؐ کے حجت کے پورا ہو جانے کی وجہ سے علیؑ مرتضیٰ ایسے مجبور تھے کہ سوائے قبول خلافت کے اور کچھ نہین کر سکتے تھے۔ بعد اُسکے اگر قوم کی حالت متغیر ہو گئی اور خود قوم نے اپنی حالت کو متغیر کیا اور خلیفہ برحق اور باضابطہ کے خلاف

امر شریعت پیغمبر کی نافرمانی کی یا اوسکے حکم کی تعمیل مین سستی اور کاہلی کرنی لگے جیساکہ واقعات تاریخی سے اور اُن دونون خطبون علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہی تو اِس سے وقت ہجوم بیعت کے علیؑ مرتضےٰ کے فہم اور فعل پر کوئی غلطی وارد نہین ہوسکتی۔

پیغمبرؐ نے بھی یہ ہی کیا تھا۔ کہ اول جو کوئی پیغمبرؐ کی رسالت کو قبول یا اونکی رسالت کا اقرار کرکے بیعت کرتا تھا وہ اُسکو اپنے زیر اطاعت سمجھکے اور اپنے ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے گو کسی کے دل مین کوئی دوسرا امر بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ نفاق اور منافقون کی علانیہ خبر قرآن مین دیگئی ہی لیکن پیغمبرؐ موافقون اور منافقون کو ساتھ لیکر برابر دشمنون سے لڑتے رہتے تھے اور تنہا نوبت پہونچتی تھی کہ معرکے کے وقت وہی لوگ جنھون نے پیغمبرؐ کی رسالت کا اقرار یا پیغمبرؐ کی رسالت اور اطاعت کو بیعت کرکے قبول کیا تھا میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ دیتے تھے یا پیغمبرؐ سے جدا ہو جاتے تھے جیسے کہ عبد اللہ بن ابی سلول مع جماعت سوارون کے پیغمبرؐ سے علٰحدہ ہوگیا تھا۔ بااینہمہ جو لوگ کہ میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ جاتے تھے اور وہ پھر زیر اطاعت پیغمبرؐ آتے تھے اور کبھی پیغمبرؐ دربارۂ بیعت کے تجدید کرتے تھے یا جو لوگ ہمراہیان پیغمبرؐ سے وقت جنگ کے دشمن سے مقابلے کے لیے نہین نکلتے تھے یا جنگ کے جانے سے انکار کردیتے تھے ایسے سب لوگون کو دوسرے موقعہ پر پیغمبرؐ دشمن سے مقابلے کیلئے پھر ساتھ لیجاتے تھے۔ اور آخر زمانے مین بعد فتح حنین اور طائف کے جب پیغمبرؐ نے قصد جہاد روم کا کیا تو پیغمبرؐ کے اطاعت والونکی یہی حالت ہوگئی تھی کہ وہ جنگ کیلیے آمادہ نہین ہوتے تھے اور دل چُراتے تھے۔ چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہی۔

یا ایہا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض اَرَضِیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل ۝ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شیء قدیر

ترجمہ اے جو لوگ کہ ایمان لائے ہین تمہین کیا ہو گیا ہو کہ جب تمسے کہا جائے کہ دوڑو راہ خدا مین (جہاد) بھاری کر لیا ہی تمنے آپ کو طرف زمین کے (تم اپنے گھرونسے نکلنا نہین چاہتے) کیا تم راضی ہو گئے ہو زندگی دنیا کو بمقابلہ آخرت کے۔ پس نہین ہی فائدہ زندگی دنیا کا مگر تھوڑا۔ اگر نہ چلوگے تم (جہاد کو) عذاب دیگا تمکو عذاب دردناک اور بدل دے گا قوم غیر تمہاری۔ (اگر تم ایسا نہ کروگے) کچھ مضرت خدا اور اوسکے رسول کو نہین ہوگی خدا ہر چیز پر قادر ہی" (سورۂ توبہ) اور اسی حالت کے متعلق سورۂ انفال مین یہ آیت موجود ہی۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المومنین لکارہون ۝ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون ۝

ترجمہ جیسے کہ نکالا تجکو رب نے تیرے تیرے گھر سے سچائی کے ساتھ درحالیکہ بیشک ایک فریق مومنین سے ہر آئینہ کراہت کرنے والا ہی۔ جھگڑا کرتے ہین وہ تجسے حق بات مین بعد اسکے کہ ظاہر کیگئی گویا کہ وہ لوگ گھسیٹے جاتے ہین طرف موت کے درحالیکہ وہ دیکھتے ہین"

یہی حالت قوم کی عہد خلافت علی مرتضیٰؓ مین بعد جنگ صفین و نہروان ہو گئی تھی جسکا ذکر اُنھون نے ان دونون خطبون مین فرمایا ہی۔ اور یہ وہی حالت ہی جو حالت پیغمبرؐ کی صحابہ اور مسلمانون کی آخر عہد پیغمبرؐ مین ہو گئی تھی اور علی مرتضیٰؓ کے یہ دونون خطبے آیات قرآنی سورۂ انفال اور سورۂ توبہ

بمقابلہ آخرت

سے مقتبس ہین۔ علی مرتضیٰ نے ان خطبات مین قوم کو ترغیب جہاد کی دی ہی اور بوجہ غصہ اور افسردگی کے جو قوم کیطرف سے علیؑ مرتضیٰ کو پہونچی تھی علیؑ مرتضیٰ نے یہ فرمایا ہی کہ "مجکو عوض مین انکے نیک لوگ دے اور انکے لیے میرے عوض مین بد شخص قرار دے" یہ وہی حالت اور وہی مضمون ہی جسکا ذکر خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین سورۂ برات مین فرمایا ہی جسکو ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہین۔ قوم کی وہی حالت آخر عہد علیؑ مرتضیٰ مین ہوئی اور وہی قوم کے لیے بدل جانا علے مرتضیٰؑ نے خدا سے چاہا کہ جو خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین قوم کو آگاہ کیا تھا۔ کہ مین تمکو بدل دونگا۔ پیغمبرؐ نے سچ فرمایا ہی کہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علی کے ساتھ"

اب مین یہ سوال کرتا ہون کہ پیغمبرؐ کے وقت مین وہ قوم جو سلوک پیغمبرؐ سے کرتی تھی اُس سے کیا یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبرؐ نے وقت بیعت کے اُن لوگونکی نسبت غلط قیاس یا غلط فہمی کی تھی یا پیغمبرؐ کو دھوکا ہو گیا تھا؟۔ اگر یہی امر نسبت پیغمبرؐ کے لازم آتا ہی تو اُسی امر کے لزوم سے علی مرتضیٰؑ کی نسبت جیسا مصنف مخاطب عائد کرنا چاہتے ہین ہمکو کچھ عذر نہین ہی کہ ہمکو علی مرتضیٰؑ کی اسوۂ پیغمبرؐ کے ساتھ مقصود ہی۔ لیکن ہمکو یقین ہی کہ پیغمبر پر کوئی مسلمان ایسا الزام نہین لگا سکے گا۔ اُس ہر عمل پیغمبرؐ سے کہ جو سلوک قوم کے مقابلے مین پیغمبرؐ وقوع مین لائے تھے۔ بلکہ ہر عمل پیغمبرؐ کو ہر مسلمان امر شرعی اور کم سے کم مسنون سمجھے گا۔ ویسے ہی علیؑ مرتضےٰ کے ہر عمل کو جو کچھ اُنھون نے اپنے ہر ایک زمانے مین کیا اُسی کو واسطے قیام امر شرعی واجبی یا سُنّتی سمجھے گا۔ یقین کرنا چاہیے کہ کسی قوم کی حالت سوائے معصوم کے ہر وقت یکسان نہین رہتی ہی اُسکے خیالات ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہین اور واقعات و اتفاقات زمانہ قوم کی حالت اور

خیالات کو متغیر کر دیتے ہین۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ وا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا بِاَنْفُسِہِم۔ کہ خدا کسی قوم کی حالت کو متغیر نہین کرتا جب تک وہ قوم اپنی حالت کو آپ متغیر نہ کرے پس ایک وقت کی حالت سے دوسرے وقت کی حالت پر یا امام معصوم پر یہ الزام نہین ہو سکتا کہ اُسنے کسی وقت غلط قیاس یا غلط فہمی قوم کی حالت دریافت کرنے مین کی۔ کسی قوم کی حالت جب متغیر ہو جائے گی تو نبی اور امام اوس کی ہر حالت کو سمجھ لیگا یعنی جسوقت جو حالت ہوگی اُسوقت وہی حالت اوسکی سمجھکر ہر حالت کے لحاظ سے حکم دے گا۔

اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کی یہ مثال کہ "بیعت خلافت کے وقت علی مرتضیٰ کا خیال غلط تھا یا اُنکو دھوکا ہو گیا" ہرگز صحیح نہین سمجھی جا سکتی۔

مصنف مخاطب اِسی مثال مین علی مرتضیٰؑ کے ساتھ بیعت کرنے والون اور اونکی اطاعت کرنے والونکی نسبت جو یہ فقرہ لکھتے ہین کہ "اُنھین کیوجہ سے جناب امیرؑ اوس ظلم و جور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا ذکر اوپر ہو چکا" مصنف مخاطب نے اعتراض جور و ظلم کے باقی رکھنے کا ایک خطبۂ علی مرتضیٰؑ سے اپنے رسالہ جلد اول مین کیا تھا جسپر پوری بحث ہمارے رسالہ روشنی ضمیمۂ اوّل جلد صفحہ ۱۷۰ پر موجود ہی۔ اور اسمین شک نہین کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے خطبے مین بہت کچھ اُن اُمور کا ذکر فرمایا ہو کہ جو عہد خلفائے ثلاثہ مین خلاف شرع پیغمبر کے ظہور مین آئے تھے لیکن علی مرتضیٰؑ اصلاح اِن اُمور کی نہین کر سکے کہ اُنکے خلیفہ قبول ہونے کے بعد فوراً مخالفتون اور دشمنیون اور بغاوت نے علی مرتضیٰؑ سے لڑائیان شروع کرا دین اور علی مرتضیٰ کو وہ وقت نہین ملسکا کہ اُن مخالفتون اور بغاوت کو پورا فرو کر سکین کہ خود قتل ہو گئے۔ اِسلیے صرف

اُنھین لوگون نے نہین کہ جنھون نے حضرت عثمان پر بلوہ کیا تھا اور پھر علی مرتضےٰ کو خلیفہ قبول کیا۔ علی مرتضےٰ کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا ہی کہ علی مرتضیٰ کو اُسی جور و ستم کے باقی رکھنے پر مجبور کیا بلکہ اُن کل لوگون پر الزام ہی کہ جنھون نے علی مرتضیٰ کی خلافت کو قبول نہین کیا یا قبول کرکے انحراف کیا اور علی مرتضیٰ کو جنگ کرنے اور بغاوت کے فرو کرنے پر مجبور کیا وہ سب لوگ مانعین اصلاح اُن اُمور کے ہین کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف شرع ظہور مین آئے تھے اگر وہ سب لوگ خلافت علیؑ مرتضیٰ کو قبول کر لیتے اور بعد قبول خلافت علیؑ مرتضیٰ کے انحراف نہ کرکے کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ کرتے تو علی مرتضےٰ اصلاح اُن اُمور کی فرما سکتے جب ملک اونکی خلافت کا فتنہ و فساد سے پاک ہو جاتا اور بعد رفع بغاوت کے ملک مین امن ہو جاتا تب اصلاح اُن اُمور کی ہو سکتی تھی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلطی اور دھوکہ کھانے علیؑ مرتضےٰ کی اُسوقت کی پیش کرتے ہین جب جنگ صفین مین لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے۔ مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ "اُسمین یہ اشارہ تھا کہ اے مسلمانو آپسمین مت لڑو اور کسی کو ثالث مقرر کر دو جو قرآن کے بموجب فیصلہ کر دے۔ اُسوقت ابتدا مین جناب امیر کی راے یہ تھی کہ ہرگز ثالثی نہ کیجاوے اور غضب مین آکر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اُس سے باطل مراد لیتے ہین۔ اور تمام لشکر سے آپ نے فرمادیا کہ ہرگز ثالثی پر راضی نہونا چاہیے اِس راے کے ظاہر کرنے کے بعد جناب امیر کی (جو باعتقاد شیعہ خطای اجتہادی سے بھی معصوم تھے) راے بدلی۔ اور ثالث مقرر کرنے پر راضی ہو گئے بعض بعض خیالات سے دھوکا کھا کر جو

جناب امیرؑ نے اپنی رائے بدل دی اور ثالثی مقرر کر دی۔ یہ جناب امیرؑ کی بڑی بھاری غلطی تھی جسکے نتیجے مین جناب امیرؑ کے لشکر مین سے ایک گروہ خارجی ہو گیا اور یون کہنے لگا کہ پہلے تمنے ہمکو ثالثی مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب ثالثی پر راضی ہونے کا حکم کرتے ہو۔ اب ہم نہین جانتے کہ تمہاری پہلی رائے صحیح تھی یا دوسری رائے بہتر ہی۔ مگر اس رائے بدلنے اور ثالثی مقرر کرنے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تمکو خود اپنی امامت مین شک ہی" اور نہج البلاغہ سے مصنف فی طب ایک فقرہ سند مین لاتے ہین کہ" اُسوقت جناب امیرؑ نے کفِ افسوس ملکر یہ فرمایا۔ یہ ہی سزا اوسکی جسنے چھوڑی رائے مستحکم"

مصنف مخاطب شارح میسم کا یہ قول بھی لکھتے ہین کہ" جناب امیرؑ کی رای بدلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اصحاب جناب امیرؑ سے ایک گروہ ثالثی مقرر کرنے پر ایسا اصرار کرتا تھا کہ اُسنے جناب امیرؑ سے یہ کہا کہ اگر تم ثالثی مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کر دین گے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ پس جناب امیر نے اپنی رائے چھوڑ کر اُنھین کی رائے اختیار کی"

اسکے بعد مصنف مخاطب یون اعتراض وارد کرتے ہین کہ" جب خلیفہ مفسدون کی دھمکیون سے ایسا ڈر جائے تو اوس سے خلافت کا انتظام کیا ہو سکے۔ کثرتِ فضائل و مناقب دوسری چیز ہے اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ دوسری چیز ہی۔ اسمین کچھ شک نہین کہ جناب امیرؑ کے قلب منوّر پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اونھین مشاہدات مین محو تھے اور اونکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی۔ خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے اسیوجہ سے اُنکے احباب نے جو اونکے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے ابتدا

مین خلافت کی مصیبت سے اُن کو بچایا تھا وہ جانتے تھے کہ جناب امیرؑ کی حالت کے مناسب یہی ہو کہ کیفیات باطنی اور مشاہدۂ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دیجائے اور انتظامی معاملات مین نہ پھنسا جاوے۔ چنانچہ یہ راے صحابہ کی ایسی صائب تھی جسکا نتیجہ اوس شخص پر بہت اچھی طرح ظاہر ہوگا جسنے خلفاے ثلاثہ کے عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کیا ہوگا جناب امیرؑ نے جو اپنی راے بدلی اور مفسدون کے دھمکانے سے ڈر گئے اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کیسے مجبور تھے

مصنف مخاطب نے جس خطبۂ علیؑ مرتضے سے ایک فقرہ لیکر اپنے اعتراض کو رونق دینا چاہا ہی اوس پورے خطبے کا مین ترجمہ لکھتا ہون تاکہ یہ امر آسانی سے معلوم ہو جاوے کہ اوس فقرے کے جسکو مصنف مخاطب سند لائے ہین کیا معنی ہین اور کس سے مراد ہے کہ "یہی جزا ہی اوسکی جسنے چھوڑی راے مستحکم" اور اس پورے خطبے کے مضمون سے حقیقت غلطی اعتراض مصنف مخاطب کی معلوم ہو جاوے گی اور یہ بھی ظاہر ہو جاوے گا کہ علیؑ مرتضی نے جسوقت جو کچھ فرمایا اور کیا وہ بحالت تغیر قوم کے تھا اور اس سے بہتر اور کچھ نہین ہو سکتا تھا۔

ترجمہ خطبۂ علی مرتضیٰؑ

حضرت علیہ السلام کا ایک سخن ہی جبکہ ایک شخص حضرت کے اصحاب سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے حکم مقرر کرنے سے ہمکو منع فرمایا اور پھر اوس کا ہمکو امر کیا اب ہم نہین جانتے کہ دونون امرون مین سے کونسا زیادہ رُو براہ

لانے والا ہے۔ پس حضرت علیہ السلام نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا کہ آواز آئی (اظہار افسوس کے لیے) پھر فرمایا کہ یہ سزا ہی اُس شخص کی جو رے مستحکم کو چھوڑ دے۔ آگاہ ہو قسم بخدا اگر مین تمکو اُس کام کرنے کو کہتا جسکا مین نے تمکو حکم دیا تھا۔ تو مین تمکو ایسے امر ناپسندیدہ کے بوجھ کو تمہاری پشت سر پر رکھتا جسمین خدا نے نیکی قرار دی ہی۔ پس اگر تم استقامت ظاہر کرتے تو مین تمکو راہِ راست دکھا دیتا اور اگر تم کجی کرتے تو تمکو مین سیدھا کر دیتا۔ اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا ایسی حالت مین یہ کام استوار ہو جاتا۔ لیکن یہ کام کسکی مدد سے کرون اور کس سے مدد چاہون۔ مین چاہتا ہون کہ تمسے اسکا علاج کرون حالانکہ تم خود میرے لیے درد ہو۔ جیسے کہ کوئی کانٹے سے کانٹے کو نکالنے والا ہو در حالیکہ وہ جانتا ہی کہ وہ کانٹا اوس کانٹے کیطرف ہم پہلو جور کا ہی (یعنی کانٹے کو کانٹے سے نکالنے مین جور ہوگا۔ ایک کانٹے نے بدن مین چبھ کر جور کیا ہی دوسرا کانٹا اُس کانٹے کے نکالنے کے وقت چبھے گا اور جور کرے گا) بار خدا۔ اس درد جانکاہ کے علاج سے اطبا تنگ آگئے اور پانی کھینچنے والا اس گہرے کنوئین کی لمبی رسیون سے عاجز آگیا۔ کہان ہین وہ لوگ جنکو اسلام کی دعوت کیگئی اور اُنھون نے اوسکو قبول اور قرآن کی تلاوت کی تو اوسکے عمل کو استوار کیا اور جہاد کیطرف رغبت دلائی گئی تو اونکو اُس سے ایسی محبت ہو گئی جیسے کہ حاملہ عورتون کو بچون کے پیدا ہونے کی ہوتی ہی۔ اُنھون نے اپنی تلوارین نیامون سے نکال لین اور گروہ در گروہ وصف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا۔ بعض ان مین سے مارے گئے اور بعض ان مین سے ہلاک ہوئے اور بعضون نے نجات پائی۔ زندون کو تہنیت نہ دیگئی

اور مردوں کی تعزیت نہ کیگئی کہ آنکھین روتے روتے بے آب ہو جائین۔ روزہ رکھتے رکھتے پیٹ اونکے لگ گئے اور دعائین مانگتے مانگتے لب اونکے پژمردہ ہوگئے اور بیداری سے رنگ اُنکے زرد پڑگئے اُنکے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گذر گئے اور ہمکو سزاوار ہے کہ ہم اونکے لیے پیاسے ہون اور اونکی جدائی پر اپنا پشت دست دانتون سے کاٹین۔ بیشک شیطان تمہارے لیے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمہارے دین کی گرہین کھول رہا ہے اور تمہاری جماعت مین تفرقے کے پھندے دے رہا ہے پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسون اور منترون سے روگردانی کرو اور قبول کرو نصیحت اپنی خیر خواہی کی بات اُس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے۔ اور اپنی گانٹھ مین اوسکی بات باندھ لو۔"

اِس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جسوقت تک کہ جب بمشورہ اور حیلہ حضرت معاویہ اور عمرو عاص کے لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے اُسوقت تک قوم اور جماعت علیؑ مرتضے کے ساتھ تھی وہ ایسی زیر اطاعت علیؑ مرتضے کے تھی کہ باغیون سے اور دشمنون سے یہان تک جنگ کر رہی تھی کہ باغیون اور دشمنون کو اپنے مغلوب ہو جانے کا سخت اندیشہ ہوگیا تھا اور اُس وقت تک حالت قوم کی جو علیؑ مرتضے کے ساتھ تھی اُسکی نسبت یہ بھی یقین ہو سکتا تھا کہ وہ برابر زیر اطاعت اور فرمان اپنے امام اور خلیفہ کے رہے گی اسلیے کہ وہ قوم ایسا سخت کام کر رہی تھی کہ جس سے زیادہ کوئی دوسرا کام دشوار نہین ہے یعنی قتل کرنا اور قتل ہونا۔ کسی کی جان کو ختم کرنا

اور اپنی جان کا صرف کرنا نہایت امر اہم ہے لیکن جسوقت کہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے نیزون پر قرآن باندھ کر دکھائے گئے اُسوقت ایک جماعت کثیر اُس قوم نے جو علیؑ مرتضےٰ کے ساتھ تھی خلاف یقین اور غیر متوقع اپنی حالت کو متغیر کر لیا اور اطاعت و فرمان علیؑ مرتضےٰ سے باہر ہو گئی جیسے کہ کسی مسلمان یا گروہ مسلمان کی نسبت عموماً یقین کامل ہو کہ وہ برابر مسلمان اور اپنے مذہب پر رہے گا اور کسی وقت رسول یا امام اور خلیفہ برحق کسی بادشاہ کی اطاعت سے کوئی گروہ فوجی باہر نہو گا اور وہ دفعتاً اپنی حالت کو متغیر کر کے اپنے طریقے سے مُرتد یا اپنی مطاع سے منحرف ہو جائے جسکی مثالین خود عہد پیغمبرؐ اور خلفا اور شاہان سلف مین پائی جاتی ہین۔

اوس حصۂ جماعت قوم نے جو علی مرتضےٰ کے ساتھ تھی۔ دفعتاً جبکہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن نیزون مین باندھ کر دکھائے گئے۔ تو اپنی حالت کو یون متغیر کیا کہ باہم مسلمانون کے جنگ بند کیجائے اور حَکَم دونون طرف سے مقرر ہو کر فیصلہ کر دے۔ اور علی مُرتضےٰ نے بہت سختی سے، اونکو ہدایت اور اپنی رائے مستحکم ظاہر فرمائی کہ "باغی اور مخالف لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اوس سے باطل مراد لیتے ہین مقصود اونکا کتاب خدا پر عمل سے نہین ہی بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہین اور مین اونسے لڑونگا جب تک کہ وہ حکم خدا پر راضی نہو جائین" لیکن اس جماعت نے علیؑ مرتضےٰ کی نافرمانی کی اور اطاعت علیؑ مرتضےٰ سے باہر ہو کر یہ اصرار کیا کہ اگر تم حکم مقرر نکروگے تو ہم تمکو اسی طرح قتل کر دینگے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ اس جماعت مین صرف وہی لوگ نہین تھے جنھون نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا یا اُنپر بلوہ کیا تھا۔ بلکہ وہ لوگ بھی تھے جو بلوہ اور قتل حضرت عثمانؓ مین شریک

تھین تھے مگر تحت حکومت خلافت حضرت عثمانؓ کے رہ چکے تھے اور جب خلافت علیؓ مرتضے پر منعقد ہوئی تو زیر اطاعت علیؓ مرتضے کے آگئے تھے۔ مگر عموماً مسلمانون کے اُسوقت یہ خیالات راسخ ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کے ہاتھ مین خلیفہ کا نصب وعزل اور اوسکا قتل کر ڈالنا ہے۔ اور ایسا رسوخ اعتقاد اُن لوگون کا اُسی عمل سے ہو گیا تھا کہ جو وفات رسول صلعم کے بعد نصب خلیفہ کے بابت قرار دیا گیا۔ اگر بموجب ہدایت اور مرضی خدا ورسولؐ کے جو اُصولی قواعد حق بادشاہت سے مطابق تھے اور ملک عرب مین اوسکا رواج تھا ابتدا مین بعد وفات رسول امام اور خلیفہ برقرار رکھا جاتا اور قبول کیا جاتا تو جماعت برگشتہ کو علیؓ مرتضے سے اس سخن کی جرأت نہوتی کہ "اگر تم حکم مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اُسی طرح قتل کر دینگے جیسے کہ ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا" اور نہ وہ خلاف حکم امام اور خلیفۂ وقت کے ایسا اصرار کر سکتے تھے کہ حکم مقرر کیا جائے اور نہ وہ علی مرتضےؓ کے قتل پر مثل قتل عثمانؓ کے آمادہ اور مستعد ہو کر اپنی حالت کو متغیر کر سکتے تھے۔ اور جبکہ اُس جماعت نے اپنی حالت کو ایسا متغیر کر لیا تھا تو مین پوچھتا ہون کہ اوسوقت اُس حالت کے اعتبار سے علیؓ مرتضے بجز اسکے کیا کر سکتے تھے کہ اوس جماعت کو اوسکی حالت پر چھوڑین اور وہ حکم مقرر کرلے۔ اُسوقت علیؓ مرتضے یہ نہین کر سکتے تھے کہ اُس جماعت کے قتل پر اُسیوقت آمادہ ہون یا اوسکے ساتھ جنگ پر مستعد ہو جائین۔ اسلیے کہ جسقدر قوم علیؓ مرتضے کے ساتھ تھی وہ قبل اسکے کہ لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھلائے گیے اِس امر پر متفق تھی کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے مقاتلہ کیا جائے لیکن اس

قوم کی جماعت کثیر نے جب اوس امر سے انحراف کیا اور یہ چاہا کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے جنگ بند ہو اور حکم مقرر کیا جائے تو پھر علی مرتضےٰ اُس موقع پر جبکہ لشکر علی مرتضےٰ مین اختلاف واقع ہو گیا اور جماعت کثیر خلاف راے علی مرتضےٰ کے اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ بجاے حضرت معاویہ اور باغیون کے خود علی مرتضےٰ کو قتل یا اونسے جنگ کرین اُن لوگون کو سزا نہین دے سکتے تھے۔ اسوجہ سے نہین کہ علی مرتضیٰ اُن مفسدون کی دھمکیون سے ڈر گئے تھے بلکہ حالت قوم کی وہ ہو گئی تھی جیسا کہ علی مرتضےٰ کا اونکے خطبے مین ارشاد ہی کہ "قسم خدا کی مین یہی کر سکتا تھا کہ تمکو حکم دون باغیون سے جنگ کے لیے جو مکروہ تھی مگر خدا نے بہتری اُسی مین گردانی تھی۔ اگر تم اوس حکم کی تعمیل پر قائم ہوتے تو ہدایت پا جاتے اور اگر تم اپنی گردنین کج کرتے تو مین تمہاری گردنین سیدھی کرتا اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا اوسوقت وہ امر مضبوط ہو جاتا۔ لیکن مین ایسا کرنے مین کس سے مدد لیتا اور استعانت مین کسکی طرف رجوع کرتا اور مین دوا کس سے چاہتا تمہارے بعض کی ساتھ بعض کے درحالیکہ تم سب میرے لیے درد تھے اور اگر مین ایسا کرتا تو اس ضرب المثل کا مصداق ہو جاتا کہ کانٹے کو کانٹے سے نہ نکالنا چاہیے کہ وہ ہم پہلو جور کا ہی" یہ مثل اُسوقت بولی جاتی ہی جبکہ استعانت چاہی جائے اور یہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ بعض سے اعانت بعض کے لیے غیر ممکن ہی جبکہ وہ مشابہ ہون اور اونکی خواہشونکا اتحاد ہو اور میل بعض کا طرف بعض کے ہو جیسے ہمارے یہان بھی فارسی کی یہ مثل مشہور ہی۔ سگ زرد برادر شغال یعنی دونون ہمرنگ اور مشابہ ہین۔ درحقیقت علی مرتضےٰ نے اپنی اُس راے مستحکم کو

لڑائی بند نہ کی جائے اور حکم مقرر نہ کیا جائے خود نہین چھوڑا بلکہ قوم نے اپنی حالت سابقہ کو متغیر کرکے علی مرتضے کی اس راے کو چھوڑا اور جو حالت کہ قوم نے اپنی متغیر کی تھی اوس حالت تغیر پر علی مرتضے نے قوم کو چھوڑا اور وہ حالت متغیرہ قوم کی یہی تھی کہ وہ جنگ کو بند کر دے اور حکم مقرر کرلے۔ اور اس حالت سے حالت اول پر قوم کو لانے کے لیے علی مرتضے کو موقع ہی نہین تھا اور اُسوقت یہی مصلحت تھی کہ قوم کو اُسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا جائے تاکہ اوس فتنے سے محفوظ رہا جائے جو علی مرتضے کے قتل کے لیے یا لشکر علی مرتضے مین باہم جنگ ہونے کے لیے (گو علی مرتضے کے ساتھ اُسوقت اُنکے قرابت دار اور چند اصحاب ہون) برپا ہو۔

اِس تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ علی مرتضے نے اپنی اول راے کو تبدیل نہین کیا۔ بلکہ قوم نے اُس راے پر عمل نہ کرکے دوسرا فتنہ برپا کرنا چاہا اور اوس فتنے کے برپا نہونے کے لیے قوم کی خواہش کے موجب حکمین مقرر ہوئے۔

حکمین مقرر ہونے کے بعد اُس جدید فتنے سے امن ہوگئی اور اُسوقت علی مرتضے نے جو قوم کو اوسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا اوسکا صواب بھی ظاہر ہوگیا۔ لیکن ایک دوسرا فتنہ تازہ یہ پیدا ہوگیا کہ بعد تقرر حکمین کے بعض ہمراہیون نے اِس خدشے کو دلی یقین کرکے اپنی حالت کو متغیر کیا کہ مدفع کیا آپ نے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم کیا آپ نے اوسکا داعی جب قوم نے علی مرتضے کی راے مستحکم کو نہین مانا اور علی مرتضے قوم نافرمان کو سزا نہین دے سکتے تھے اور دوسرا فتنہ برپا ہوتا تھا اوسوقت قوم سے یہ فرمایا کہ تم اپنی خواہش کے موافق حکم مقرر کرلو) پس ہم نہین جانتے کہ دونون

امرون مین سے کس مین رشد زیادہ ہو" اسپر علی مرتضےٰ نے جو ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر یہ فرمایا ہے کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی کہ جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰ نے جو فعلاً افسوس ظاہر کیا ہے وہ قوم کی حالت پر ہے کہ قوم اپنی حالت کو لحظہ بلحظہ اور لحظہ بلحظہ متغیر کرتی تھی۔ قوم کو اپنی حالت دم بدم تغیر پر اور اپنے امام اور خلیفہ برحق کے حکم کو نہ ماننے پر خود نادم اور شرمندہ ہونا چاہیے تھا لیکن حالت قوم کے تغیر سے جو الزام کہ قوم پر عائد ہونے کے لائق تھا وہ اپنے امام اور خلیفہ برحق پر لگاتی تھی۔ ضرور تھا کہ علی مرتضےٰ کو قوم پر افسوس ہو ایسی قوم جو اپنی حالت کو یون تغیر کرے اور نافرمانی اپنے امیر سے نادم نہو ایسی بیغیرت اور نافرمان قوم بے شک اپنے امیر کے لیئے قابل افسوس کے تھی۔ اور جیسے کہ علی مرتضےٰ نے قوم پر افسوس کیا ہو ویسے ہی بمقابلہ اُس پوچھنے والے کے "کہ منع کیا تمنے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم دیا تمنے اُسکا پس نہین جانتے ہم کون سی بات دونون مین سے کس مین زیادہ رشد ہے"

یہ ارشاد علی مرتضےٰ کا کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اوسی قوم قابل افسوس کے لیئے ہے۔ علی مرتضےٰ نے فعلاً اور قولاً اوس قوم کو جو لحظہ بلحظہ اپنی حالت متغیر کرتی تھی۔ اور فرمان اپنے امیر کا نہین مانتی تھی جواب دیا ہے۔ اس ارشاد علی کا انطباق علی مرتضےٰ پر نہین ہو سکتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب عمداً یا غلط فہمی سے علی مرتضےٰ پر عائد کرنا چاہتے ہین بلکہ یہ مضمون پوچھنے والے اور ہر شخص اُس جماعت پر منطبق ہوتا ہے کہ جسنے علی مرتضےٰ کی اُس رائے مستحکم کو چھوڑا۔ آپ کے اِس فرمانے کی تشریح یہ ہے کہ۔

کہ اون لوگون نے علی مرتضےٰ کی رائے مستحکم کو نہ مان کر چھوڑ دیا اور
اطاعت اور فرمان برداری سے باہر ہو گئے اور علی مرتضےٰ
اس درد کی دوا کچھ نہین کر سکتے تھے۔ اور بغرض اسکے کہ وہ لوگ ایک
اور فتنہ مین مبتلا نہون علی مرتضےٰ نے اُنکو اُنکی حالت متغیرہ پر چھوڑا کہ وہ
حکم مقرر کر لین اب جو اونکو یہ خدشہ ہوا کہ علی مرتضےٰ نے پہلے حکم مقرر کرنے
سے منع کیا تھا اور پھر حکم دیا اور نہین معلوم ان دونون امرون مین سے
کس مین زیادہ رشد ہے اُن لوگون کا کلام دلالت کرتا ہے اس بات
پر کہ بے شک علی مرتضےٰ کے نفس امامت مین اُن لوگون کو شک ہوا
یہ خدشہ اُس رائے مستحکم کے نہ ماننے سے زیادہ خراب ہے کہ جس سے بجائے
نافرمانی کے انکار مطلق امامت اور خلافت سے پیدا ہوتا ہے اور قطعی
امامت اور خلافت سے منکر ہو کر اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے پس
یہ فرمانا علی مرتضےٰ کا اون لوگون کے حق مین ٹھیک ہوتا ہے کہ "یہ سزا
ہے اُس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اور وہ رائے مستحکم یہی تھی کہ جنگ
قائم رکھو اور جنگ کرنے پر علی مرتضےٰ کو اصرار تھا اور وہ جنگ اگرچہ مکروہ
تھی مگر اللہ نے اُسی مین بہتری فتحمندی کی اور سلامتی عاقبت کی گردانی
تھی۔ اگر وہ لوگ اُس رائے مستحکم یعنی قائم رکھنے حرب کو مانتے جسکے
نہ ماننے پر علی مرتضےٰ کچھ علاج اُن کا نہین کر سکتے تھے اور علی مرتضےٰ اونکو
حالت متغیرہ پر نہ چھوڑتے اور حکم مقرر کر لینے نہ دیتے تو یہ خراب
خدشہ اونکو ہرگز پیدا نہ ہو سکتا کیونکہ اوس خراب خدشہ کے درجہ پر
پہونچنا اون کا اسی سبب سے ہوا کہ رائے مستحکم قائم رکھنے حرب کو نہ مانا۔ اور
یہ خدشہ خراب تر اسلیے ہے کہ جن لوگون کے دلون مین یہ خدشہ

پیدا ہوا اونکی دنیا اور آخرت دونون خراب ہوگئین کہ یہ بھی فرقہ علی مرتضےؑ کا امامت اور خلافت کا منکر ہوکر علی مرتضیٰؑ کی اطاعت سے باہر ہوگیا اور جسنے لقب خوارج کا پایا سوائے چند آدمیون کے وہ فرقہ دنیا مین قتل ہوگیا۔ اور آخرت مین اگر رسولؐ اور امام اور خلیفہ برحق اور سلطان عادل وقت سے جو کوئی انحراف کرے اور انکی اطاعت سے اپنے آپ کو خارج کرے اگر اُسکے لیئے کوئی سزا ہے آخرت مین تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اُس سزا کو بھگتے گا۔

علی مرتضےٰ کے تمام خطبہ پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے قوم کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے اور مصداق اس فقرہ کا (یہ سزا ہے اُسکی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو) اُسی قوم کو قرار دیا ہے۔ یہ امر کہ وہ قوم قابل افسوس کے اور مصداق اوس فقرہ کی تھی اور خود علی مرتضےٰ مصداق اُس افسوس اور اس فقرہ کے نہین ہوسکتے خود اوس ارشاد علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے اُس فقرہ کے بعد صاف فرمایا ہے دیکھا شبہ ہے یہ بات قسم خدا کی بیشک جسوقت کہ حکم کیا مین نے تمکو جس امر کا کہ حکم کیا مین نے تمکو (قیام جنگ) اور بوجہ رکھدیا مین نے تمھارے سرون پر ایسے مکروہ کا کہ جس مین اللہ نے بھلائی قرار دی تھی۔ پس اگر قائم ہو جاتے تم ہدایت کرنے والا ہوتا مین تمھارا اور اگر تم اپنی گردنین ٹیڑھی کرتے سیدھا کر دینے والا ہوتا مین تمھارا۔ اور اگر انکار کرتے تم تمھارک کرتا مین تمھارا ہر آئینہ ہوتا یہ امر مضبوط لیکن کس سے مین اعانت لیتا اور کس کے طرف جمع کرتا یہ کہ دوا کرے اور تم خود میرے لیئے درد تھے پس ہوتا مین مثل نکالنے والے کانٹے کے ساتھ کانٹے کے چاہیے کہ علی مرتضےٰ کیونکر مدد چاہتے

ساتھ بعض اُن کے کی بعض ان کے کے لیئے۔ جب کہ وہ سب اپنی خواہش
مین متحد تھے اور میل اور پہلو جو بعض اُنکے کا طرف بعض اُنکے کے تھا طبیعتین
بعض اُن کے کی مشابہ بعض کے تھین اور خواہش بعض کی طرف بعض کی تو اس
ارشاد سے لازم آتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے قوم کو قابل افسوس کے جانا ہے نہ اپنے
آپ کو اور مصداق اُس فقرہ کا "کہ یہ سزا ہے اُس کی جس نے چھوڑا
راستہ مستقیم کو" قوم کو قرار دیا ہے نہ اپنے آپ کو۔ جس سے ظاہر ہے
کہ علی مرتضےٰ کی کوئی غلطی نہین تھی نہ انہون نے دہوکھا کھایا۔ جس ارشاد
سے کہ ایسا لازم آتا ہے اوسکے بعد آپ خدا سے شکایت کرتے ہین کہ "
بار خدایا عاجز آگئے اطباء اس درد لا علاج سے اور گران ہو گیا ہے کھینچنا
ساتھ رسیون دراز کے پانی گہرے کنون کا"

اس ارشاد مین بھی قوم کے قصور کی خدا سے شکایت ہے۔ اور اس
شکایت نے بھی ظاہر کر دیا کہ قوم کی حالت پر علی مرتضےٰ نے افسوس کیا ہے
نہ اپنی حالت پر۔ اور فقرہ زیر بحث بھی قوم کی نسبت فرمایا ہے نہ اپنی نسبت
یہ شکایت اُسی قسم کی ہے کہ حضرت یعقوب نے شکایت کی تھی جسکا ذکر خدا نے فرمایا ہے
آیۃ "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ (سورۂ یوسف)
ترجمہ "سوائے اسکے نہین ہے کہ شکایت کرتا ہون مین اپنے حال پراگندہ
اور حزن کی طرف اللہ کے" اس شکایت کے بعد علی مرتضےٰ نے اُس قوم
مسلمانون کو یاد کیا ہے۔ جسکی حالت مخالف حالت اس قوم مسلمانون
کے تھی "یعنے اون لوگون کو اسلام کی دعوت کی گئی انہون نے اُسکو
قبول کیا اور یہ لوگ دعوت امامت اور خلافت کو قبول نہین کرتے
اور جنھون نے قبول کیا اُس سے انحراف کرتے ہین۔ اُن لوگون نے

قرآن کی تلاوت کی تو اُسکے عمل کو نہایت استوار کیا یہ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین تو اُسکے عمل کو استوار نہین کرتے - اُن لوگون کو جہاد کی طرف رغبت دلائی گئی تو اُونکو ایسی محبت ہو گئی جیسے حاملہ ماؤن کو اپنے بچون کی پیدائش سے ہوتی ہے -

اِن لوگون کو جہاد کی رغبت دلاجاتی ہے تو اسمین حیلہ کرتے ہین اور جہاد کا بند کرنا چاہتے ہین اُن لوگون نے اپنی تلوارین میانون سے نکالین یہ لوگ اپنی تلوارین میانون کے اندر ڈالتے ہین اُن لوگون نے جماعت در جماعت اور صف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا یہ لوگ متفرق اور پراگندہ ہو کر اپنے مقبوضہ اطراف زمین کو چھوڑنا چاہتے ہین - اُن لوگون مین سے جو مارے گئے - اونکو تعزیت کی پرواہ ہوئی - یہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ مرنیسے تباہ ہو جائین گے اون لوگون مین سے جو زندہ رہے اُنکو کچھ تہنیت نہین دی گئی - یہ لوگ جو زندہ ہین وہ مشتاق بشارت کے ہین اُن لوگون کے شکم روزہ رکھتے رکھتے پیٹھ سے لگ گئے تھے یہ لوگ شکم سیری اور شکم پروری چاہتے ہین اون لوگون کے لب دعائین مانگتے مانگتے پژمردہ ہو گئے تھے - یہ لوگ خدا سے دعا مانگنے کی پروا نہین کرتے اُن لوگون کی کثرت بیداری سے رنگ زرد پڑ گئے تھے یہ لوگ خواب آسائش مین ایسے سو گئے ہین کہ چونکتے ہی نہین اون لوگون کے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی - یہ لوگ اپنے چہرون پر غازہ غرور اور نخوت کا ملے ہوئے ہین " یہ یا دعلی مرتضےٰ کی واسطے ترغیب سامعین کی ہے - تاکہ یہ لوگ اپنی حالت مثل حالت اون لوگون کی بنا دین کہ جنکے اوصاف حمیدہ علی مرتضےٰ نے بیان فرمائے - اور اس یا دعلی مرتضےٰ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حالت ان مسلمانونکی

خلاف اُن مسلمانون سے تھی۔ کہ جنکو علی مرتضےٰ نے یاد فرمایا۔

چنانچہ اُن لوگون کو یاد کرنے کے بعد علی مرتضےٰ نے فرمایا ہے "تم کو دریغ ہے کہ ہم اُنکے لیے پیاسے ہون اور اُنکی جدائی پر پشت دست اپنی کو دانت سے کاٹین" اور پھر اُن لوگون کو نصیحت فرمائی ہے کہ "شیطان تمھارے لیے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمھارے دین کی گرہین کھول رہا ہے اور تمھاری جماعت مین تفرقہ کے پھندے دے رہا ہے۔ پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسون اور منتروں سے روگردانی کرو اور قبول کرو اپنی خیر خواہی کی بات اس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے اور اپنی گانٹھ مین اُس کی بات باندھ لو" اس تمام ارشاد سے علانیہ واضح ہو گیا۔ کہ علی مرتضےٰ نے اپنے ہمراہیون کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے۔ اور فقرہ زیر بحث کا مصداق انھین کو قرار دیا ہے۔ نہ اپنے آپ کو۔

اور کچھ اسی خطبہ پر موقوف نہین ہے۔ کہ علی مرتضےٰ نے اُن کو قابل افسوس اور لائق شکایت سمجھا اس سے پہلے بھی دو خطبون مین اُنکی نسبت ایسے ہی قابل افسوس اور لائق شکایت فقرہ فرمائے ہین۔ جنکو خود مصنف مخاطب نے اوپر نقل کیا ہے۔ اور جسپر بحث ہو چکی ہے۔ ایک کلام مین علی مرتضےٰ اون سے مخاطب ہو کر یون فرماتے ہین۔

"غارت کرے تمکو اللہ بیشک بھر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے" دوسرے کلام مین فرماتے ہین "اے پروردگار مجھے اُن لوگون نے تنگ کر دیا ہے اور یہ مجھسے تنگ ہو گئے ہین اور مین اونکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین پس مجھے اُنکی عیوض مین نیک لوگ عنایت فرما اور اُنکے لیے میری عیوض مین بد شخص

قرار دے" ان تمام ارشادات علی مرتضےٰ سے ظاہر ہے کہ قوم بوجہ اسکے کہ بار بار اپنی حالت کو متغیر کرتی تھی اور پے در پے خطائین وقوع مین لاتی تھی اور کسی طرح اصلاح پذیر نہین ہوتی تھی اور اپنے آپکو قابل افسوس اور لائق شکایت کے بناتی تھی۔ قوم کی رنگ برنگ حالت مین ہو جاتے اور ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہنے سے کوئی اعتراض غلط فہمی یا دہوکا کھانے کا علی مرتضےٰ پر وارد نہین ہو سکتا۔ علی مرتضےٰ قوم کی ہر حالت کو عین اُسوقت پر جو اوسکی حالت ہو جاتی تھی ٹھیک سمجھ لیتے تھے۔

مصنف مخاطب جو کثرت فضائل اور مناقب کو دوسری چیز اور انتظام ملک و تدبیر جنگ کو دوسری چیز قرار دیکر بغیر کسی شک کے قبول کرتے ہین کہ "جناب امیرؑ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اُس مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُسی مین مصروف تھی"

اس تقریر مصنف مخاطب مین صریح اشعار ان امور کا موجود ہے کہ علی مرتضےٰ کے کثرت فضائل و مناقب اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلی ایسی تھی کہ جو دوسرے خلفاء کے لیئے نہین تھی بحث باقی یہ رہتی ہے کہ انتظام ملک اور تدبیر جنگ علی مرتضےٰ کے فضائل و مناقب کو شامل ہے یا نہین اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات جن کے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ اسمین داخل ہو یا نہین مصنف مخاطب کو اپنی تقریر مین بتانا چاہیئے تھا کہ علی مرتضےٰ کے قلب منور پر جو کیفیات باطنی کی تجلیات

غالب تھا اور وہ اُنکے مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی قوت اُس مین مصروف تھی۔ تو انتظام ملک اور تدبیر جنگ جو امامت اور خلافت سے متعلق ہے علی مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات کے غلبہ اور محویت اون کے مشاہدات اور اُنکی مصروفیت قوت رائے سے کیسے جدا رہ جاتی تھی اور اُن کا جدا رہنا کیون اور کس طرح سمجھا جا سکے۔ مذہب اسلام مین دین و دنیا جدا جدا چیزین نہین ہین۔

دین اسلام اور شریعت محمدی کی وضع پر جب ادنے غور کیا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اصول تمدن اور انتظام تمدن اور سیاست تمدن سب دین ہے جسمین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین سب کچھ داخل ہین۔ کون وجہ ہے کہ علی مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیت باطنی کی تجلیات جو غالب تھین اور جنکے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اپنی رائے کی قوت اسی مین صرف کرتے تھے اُس مین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین شامل نہ ہو سکین۔ پیغمبر خدا جب کہ اُنکو وہ وقت آیا ہے کہ دشمنون سے محفوظ ہین اور دشمنون کے حملون کو دفع کرین اور دشمنون پر حملہ کرین۔ کہ جسمین تدبیر جنگ اور ملک عرب پر قبضہ حکومت اور انتظام ملک سب کچھ داخل ہے۔ یعنے زمانہ ہجرت سے تجہیز جیش اُسامہ اور قریب اوس زمانہ تک کہ جب روح مقدس پیغمبر کے جسم مقدس سے پرواز کر گئی) علی مرتضےٰ سے تخلیہ مین مشورہ کرتے رہتے تھے اور دن مین ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ تنہائی مین علی مرتضےٰ سے رازداری کے امور طے پاتے تھے اور علم و اسرار پیغمبر سے علی مرتضےٰ کو آگاہی ہوتی تھی۔ بعض دفعہ تخلیہ کو ایسا طول ہوا ہے کہ دوسرون نے اُسپر شک کیا ہے۔ (یہ امور ہمارے رسالہ حیات

روشنی مین کتب اہل سنت سے مذکور ہوئے ہین تو کیا کسی کی سمجھ مین آسکتا ہے کہ اُن روزانہ مشورون اور تخلیون اور رازداریون مین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل نہین تھین جبکہ انھین امور کے لیئے وقت تھا۔

نہین۔ بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا نے ان تمام امور کے لیئے بھی علی مرتضےٰ کو منتخب کر لیا تھا اور یہ انتخاب درحقیقت اُسی وقت منجانب اللہ عمل مین آیا تھا جبکہ پیغمبر خدا نے۔ اپنے کنبہ کو تعمیل حکم (وانذر عشیرتک الاقربین) کے دعوت اسلام کیلیئے بلا کر ضیافت کی تھی اور اسی مجلس مین علی مرتضےٰ نے کھڑے ہو کر پیغمبر سے کہا کہ مین تمھارا ناصر اور مددگار رہون گا اور پیغمبر نے فرمایا تھا کہ تو میرا وزیر اور خلیفہ ہے۔ کیا کسیکی سمجھ مین آسکتا ہے کہ پیغمبر خدا اپنے وزیر اور خلیفہ سے امور وزارت اور خلافت کے متعلق تخلیہ اور مشورہ اور رازداریان نہین کرتے تھے۔ ایسے شخص سے کہ جسکو اپنا وزیر اور خلیفہ قرار دیا تھا۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ انتخاب تخلیون اور مشورون اور رازداریون کے لیے پیغمبر کی طرف سے غلط ہوا تھا۔ لیکن ایسا کہنا بھی خود غلط ہوگا کیونکہ عہد پیغمبر مین علی مرتضےٰ نے جو تدابیر جنگ اور اوسکے ذریعہ سے فتحمندیان اور انتظام ملک کے باتباع پیغمبر عملاً دکھائی ہین (جسکی مفصل کیفیت سوانح عمری پیغمبر خدا اور علی مرتضےٰ سے ظاہر ہو جاتی ہے اور اُسکے نشانات جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین بھی موجود ہین۔) اُنسے خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ علی مرتضےٰ قدرتاً ایسے قابل اور لائق تھے کہ پیغمبر خدا تخلیہ مین مشورہ ہر امر کا سوائے علی مرتضےٰ کے کسی دوسرے سے نہین لے سکتے تھے اور علی مرتضےٰ ہی ایسے شخص تھے کہ تمام امور رسالت کو جسمین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل تھا ٹھیک طور پر اپنی کارگذاری سے

قائم کرتے تھے اور اسی کا بدگذاری کی بدولت سندین فضائل اور مناقب کی پیغمبرؐ سے حاصل کرتے تھے اون اسناد فضائل اور مناقب کو جب واقعات تاریخی کی حیثیت سے دیکھا جائے جو خود کتب اہل سنت مین منقول ہین اور ہمنے بھی اپنی رسالہ جات روشنی مین کسیقدر اُن کا ذکر کیا ہے) تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک کی حیثیت سے بھی علی مرتضےٰ کے فضائل اور مناقب مین بہت کچھ سندین پیغمبرؐ کی عطا کی ہوئی موجود ہین سب سے اعلی درجہ کی فضیلت انسان کے لیے علم ہے۔ اور پیغمبرؐ نے خود فرما دیا ہے کہ "پیغمبرؐ مدینہ علم ہین اور علیؑ اوسکا دروازہ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ تم مین اقضا ہے" اور اسی اعتبار سے علیؑ مرتضےٰ نے جنگ صفین مین جبکہ لشکر معاویہؓ کی طرف سے نیزون پر قرآن دکھائے گئے فرمایا کہ "یہ قرآن صامت ہے اور مین قرآن ناطق ہون" پیغمبرؐ نے اپنے اسناد سے جو تصدیق علم علی مرتضےٰ کی کی ہے۔ علم تدابیر جنگ اور انتظام ملک علم علی مرتضےٰ سے اوسی وقت خارج سمجھا جا سکتا ہے کہ جب علم پیغمبرؐ سے بھی خارج سمجھا جاوے۔

علی مرتضےٰ کا تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور دیگر امور مین اعلی درجہ کا عالم اور اہل الرائے ہونا اُن واقعات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو بعد پیغمبرؐ عہد خلفاء ثلاثہ مین پیش آئے ہین اور علیؑ مرتضےٰ کی رائے ہمیشہ امور اہم مین لی گئی ہے یا خود انھون نے نصیحت کی ہے۔ حضرت عمرؓ جو بڑی فاتح ملک شام اور ایران کے سبب سے سمجھے جاتے ہین خود انھون نے حملہ شام اور ایران کے وقت علیؑ مرتضےٰ سے تدابیر جنگ اور انتظام ملک کیلیے مشورہ کیا ہے اور علی مرتضےٰ کی رائے لی ہے۔

عہد خلفاء ثلاثہ مین جو ایسے واقعات پیش آئے ہین۔ کہ جن مین

علی مرتضےٰؓ سے پوچھا گیا ہے یا خود علی مرتضےٰؓ نے نصیحت کی ہے اُن سے یہ امر مسلم ہوتا ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ علی مرتضےٰ کو اعلیٰ درجہ کا عالم اور اہل الرائے تسلیم کرتے تھے۔

علی مرتضےٰؓ کے خطبات اور اُن کے مکتوبون اور کلامون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور تمام امور دین مین اعلیٰ درجہ کا علم اور قابلیت رکھتے تھے خلفاء ثلاثہ کو اُس وقت خلافت ملی تھی کہ جسوقت پیغمبرؐ اور علی مرتضےٰ کا کیا ہوا انتظام موجود تھا علی مرتضےٰؓ کو خلیفہ اُسوقت قبول کیا گیا ہے کہ بوجہ بلوہ کے خلافت پر اور قتل حضرت عثمان کے انتظام خلافت درہم برہم ہوگیا تھا اندرون ملک کیلئے تدبیر جنگ اور انتظام ملک کا خلفاء ثلاثہ کے لئے وقت ہی نہین ہوا تھا اگر اُنکے عہد مین ایسا برہمی خلافت کا معاملہ پیش آتا اور وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اپنی رائے سے کرتے تو اُنکی ستائش موازنہ کی حیثیت سے قابل نظر کے ہوتی۔ قوت مجتمعہ متفقہ سے جسمین علی مرتضےٰؓ نے خلل نہین ڈالا تھا شام اور حصہ ایران کے فتح کرنیکا معاملہ جو بیرون سلطنت تھا اور جسکے متعلق علی مرتضےٰؓ کی رائے لیگئی تھی معاملہ فتنہ و فساد اور بغاوت اندرون سلطنت کی تدابیر جنگ اور انتظام ملک سے موازنہ نہین ہوسکتا۔

اندرون سلطنت جو فتنہ و فساد اور بغاوت پھیلی اُنکے فرو کرنے مین علی مرتضےٰؓ نے جو تدابیر جنگ کین اور راہ نکو فتحمند یان حاصل ہوئین کہ جنمین انتظام ملک خلافت شامل تھا اُس مین علی مرتضےٰؓ کو کامیابی حاصل ہوئی اور جسقدر کہ فتنہ و فساد اور بغاوت باقی رہگئی تھی اگر علی مرتضےٰؓ کو قتل نہ کیا جاتے تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ بھی فرو ہوجاتی۔ علی مرتضےٰؓ نے اندرون خلافت کے جو فتنہ و فساد اور بغاوت کے رفع کرنے کے لیئے تدابیر جنگ

اور انتظام ملک کے لیے کیونکہ جس مین کامیابی ہوئی علی مرتضےٰ کی غلطی یا غلط فہمی کہنا یا یہ کہنا کہ انہین تدابیر جنگ یا انتظام ملک کی قابلیت نہین تھی۔ کسی طرح روا اور صحیح نہین ہو سکتا۔ (دیکھو اسی بحث کے متعلق رسالہ روشنی جلد ۵ صفحہ ۵۹)

اور نہ اُس حیثیت سے جس حیثیت سے کہا گیا ہے یہ کہنا مصنف مخاطب کا صحیح ہو سکتا ہے کہ جناب امیر کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن انھین مشاہدات مین محو تھے اور انکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُسی مین مصروف تھی خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی" علی مرتضےٰ خلافت اوّل سے لے کر خلافت سوم تک برابر خواہش خلافت کی اور اپنے حق کا اظہار اور دعوی اور خلفاء ثلاثہ کے نصب پر اعتراض کرتے رہے اور ان تینون عہد خلافت مین جب اُن سے رائے لی گئی۔ یا جب اونکو موقع ملا اسلوبی خلافت کو لیے اور اوسکی بہبودی اور ترقی کے لیے رائے برابر دیتے رہے اگر اُن مین اعلی درجہ کی قابلیت انتظام ملک اور تدبیر جنگ کی نہین تھی تو اُن کی رائین کیون لے جاتی تھین اور اُونکی راوین کو کیون پسند کیا جاتا تھا۔

البتہ مرتبہ چہارم مین کچھ اُس زمانہ مین علی مرتضےٰ تبدیل ہو گئے تھے اور حالت خلافت کی برہم درہم ہو گئی تھی اور یہ بہمی درہمی صرف اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ خلاف اصول سلطنت اور مخالف ایمار خدا اور رسول کے علی مرتضےٰ اعلی اور افضل قابلیت رکھنے والے خلافت کو سلطان اور خلیفہ قبول نہ کر سکے اُنکے غیرون کو خلیفہ اور بادشاہ بنایا تھا۔ اگر علی مرتضےٰ کو بعد وفات رسول خلیفہ قبول کیا جاتا تو نوبت بیدلی علی مرتضےٰ اور بہمی درہمی خلافت کی نہ پہونچتی۔

بیشک وقت قتل حضرت عثمانؓ کے جب حالت خلافت کی نہایت خراب ہو گئی اور مدینہ کے تمام موجودہ اہل الرائے نے یہ دیکھا کہ سوائے علی مرتضےٰؓ کی کوئی حالت خلافت کو درست نہ کرسکے گا کہ اُسوقت "خلافت زبردستی اُنکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے" لیکن بیعت کرنے والونکی حضوری ہی نے اون پر حجت تمام کردی اور اونکو قبول خلافت پر مجبور کیا۔

مگر پھر جیسے کہ ابتدا مین خلافت کے لیئے اونکو قبول نہین کیا گیا باوصف اسکے کہ اونکے استحقاق خلافت اور قابلیت کار خلافت سے کوئی انکار نہین کرتا تھا اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا مین اونکی رائے وہدایت اور اُنسے مدد لی جاتی تھی۔

(جس سے ظاہر ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ اونکو علی اور افضل کار خلافت کیلیئے جانتے تھے) ویسے ہی پھر بعض لوگون نے مثل حضرت طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے اون کی خلافت سے انحراف کیا اور بعض لوگون نے مثل حضرت معاویہ کے اونکو خلافت کے لیئے قبول نہ کیا جس سے ظاہر ہے کہ کسی وقت مین خواہ وقت تقرر خلفاء ثلاثہ کے خواہ بعد قبول کیے جانے کے خلافت کے لیئے درجہ چہارم مین علی مرتضےٰؓ کو اس خیال سے کہ "کیفیات باطنی اور مشاہدہ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دی جاوے اور انتظامی معاملاتمین نہ پھنسایا جاوے" کار خلافت سے علحدہ نہین رکھا اور علحدہ کرنا نہین چاہتے تھے۔ اگر یہی وجہ تھی تو عہد خلفاء ثلاثہ مین کیون اونکو انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا کے لیئے رائے اور ہدایت اور مدد حاصل کرنے کے واسطے تکلیف دی جاتی تھی۔ اور کیون مرتبہ چہارم مین اونکو خلیفہ قبول کیا گیا اور اون کی پوری فرصت اور آزادی کیفیات باطنی اور

مشاہدہ انوار قدس کو کیون روکا گیا اور انکی فرصت مین تعلل کیون کیا گیا اور کیون انتظامی معاملات مین پھنسایا گیا؟ اس سے ظاہر ہے۔ اور شان تمام واقعات تاریخی دیکھا رہی ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے جو اپنی لیے خلافت کو حاصل کیا اور بعد قبول خلافت کے مرتبہ چہارم مین علی مرتضےٰ سے انحراف کیا گیا۔ اوسکی وجہ خواہشات نفسانی تھین نہ کچھ اور غیر صائب ہونا اس رائے کا کہ بعد وفات رسول علی مرتضےٰ کو خلیفہ قبول نہ رکھا گیا اور مرتبہ چہارم مین اونکی خلافت سے انحراف کیا گیا ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ ایسی رائے نے اشاعت مذہب اسلام کو تمام روئے زمین پر مسلمانون کی قوم کو ضرر اور نقصان پہونچایا اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ خلافت ثلاثہ کی عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیر کے عہد خلافت کے واقعات سے کرنا سخت غلطی ہے اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ علی مرتضےٰ نے کبھی اپنی رائے نہین بدلی نہ مفسدون کے دھمکانے سے ڈر گئے۔ اور نہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کبھی مجبور ہوئے بلکہ تغیر جیسا حالت قوم کا ظہور مین آتا گیا اوسی کے موافق وہ اپنی رائے صحیح قائم کرتے گئے۔ اگر وہ مفسدون کے دھمکانے سے ڈر جاتے اور قاتلان عثمان کے ہاتھ مین مجبور ہوتے تو انھین مفسدون اور انھین قاتلون کے موافق پر مجمع عام مین اون کی بار بار تغیر حالت پر اور اپنی نافرمانی کرنے پر اور اپنی اطاعت سے باہر ہو جانے پر ہرگز نہایت سختی اور شدت سے اونکی مذمت اور ملامت اور افسوس ظاہر نہ فرماتے۔ ہر حالت موجودہ پر اور ہر وقت کی ضرورت کے لحاظ سے علی مرتضےٰ صحیح رائے قائم کرتے تھے اور حکم دیتے تھے۔ حالت ما بعد پر رائے اور حکم دینے سے یہ اعتراض کرنا۔ یا نتیجہ نکالنا کہ حالت اوّل کی وقت غلط فہمی ہوئی تھی مصنف مخاطب کی غلط فہمی ہے۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین وہ اصول کافی کی باب کراہتہ التوقیت مین مذکور ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدی کے لیے سنہ ۱۴۰ھ مقرر کیے تھے تو امام باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسکی خبر کردی اور تمنے اس راز کو مشہور کردیا۔ اس لیے اللہ نے اُس وقت کو ٹال دیا اور آئندہ اوس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا۔

اس روایت سے یون استدلال کرتے ہین کہ امام باقر وغیرہ ائمہ نے نااہلون سے اس راز کو ظاہر کیا تھا پس اگر اونکو پہلے سے نااہل جانتے تھے تو اونسے راز رکھنا گناہ کبیرہ تھا اور اگر دھوکا کھایا اور اہل و نااہل کا تمیز نہ ہوا تو یہ غلطفہمی تھی۔

یہ روایت وہی ہے جسکو مصنف مخاطب نے اپنے رسالہ جلد اوّل کے نمبر ۷ پر نقل کرکے دوسری نوعیت سے اعتراض کیا تھا۔ اور جسکی حقیقت ہمنے اپنے رسالہ حصہ اوّل اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۴۶ پر دکھائی ہے اور پھر اسی روایت اور اسی کی ہم قسم دوسری روایتون پر ہمارے رسالہ جلد ۳ نمبر ۴ مین صفحہ ۴۷ سے بحث ہوئی ہے۔

مصنف مخاطب نے جو اس روایت مین یہ ظاہر کیا ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدی کے لیے سنہ ۱۴۰ھ مقرر کیے تھے یہ بیان اون کا غلط ہے۔ روایت مین مطلق ذکر خروج مہدیؑ کا نہین ہے۔ بلکہ روایت مین یہ ہے کہ بیشک اللہ تبارک وتعالےٰ کے (نزدیک) تھا وقت اس امر کا سنہ ۱۴۰ھ مین پس جبکہ قتل کیے گئے حسینؑ علیہ السلام سخت غضب اللہ کا ہوا اہل زمین پر پس تاخیر ہوئی سنہ ۱۴۰ھ تک پس بیان کیا ہمنے تم سے اور ضائع کیا تمنے بات کو اور کھول دیا تم نے پردہ بھید کا اور نہ گردانا اللہ نے اُسکے لیے بعد اُسکے کوئی وقت ہمارے پاس یمحو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے

سنہ یہ ترجمہ اوس آیت کا جو کلام امام مین ہے، وَيَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۱۲

اور اُسکے پاس اُم الکتاب ہے" کہا ابو حمزہ نے کہا کہ مین نے اس حدیث کا ذکر کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُنھون نے فرمایا تحقیق ایسا ہی تھا"

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ خروج مہدی علیہ السلام کا اُسمین کچھ ذکر نہین ہے۔ بلکہ یہ حدیث اس امر سے متعلق ہے کہ خلافت خاندان رسالت مین کسی کسی وقت آنے کو تھی اور نہ آئی۔ امام علیہ السلام نے جو جو وقت بیان فرمائے ہین اُس اُس زمانے مین ایسے ایسے سامان اور اسباب مہیا ہو گئے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی اسی اعتبار سے امام علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ وہ اوقات خدا کے نزدیک ایسے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی۔ مگر دوسرے وجوہ اور اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ آئی خلافت کا خاندان رسالت مین آنا نہ آنا تقدیر الٰہی ہے اور اسی نظر سے امام علیہ السلام نے آیت الٰہی کا ذکر کیا کہ "محو کرتا ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور نزدیک اوسکے اُم الکتاب ہی" مگر باعتبار فطرت انسانی کے کہ جو خدا کی قدرت سے وضع ہوئی ہے انسان اپنے اعمال اور افعال کا مختار رکھا گیا ہے اور قوم اپنی حالت کو متغیر کرتی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ "خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا بلکہ قوم اپنے آپ کو اپنے نفسون سے متغیر کرتی ہے" اور یہ ہی مراد ہے کہ "محو کرتا ہی اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہی اور پاس اُسکے اُم الکتاب ہی" یعنے جب قوم اپنے آپ کو خود متغیر کرتی ہی تو اُس کا علم خدا کے عندیہ مین ہوتا ہی۔

جسوقت کہ حضرت امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے اوس زمانے

مین بیشک ایسی حالت تھی کہ خاندان رسالت مین خلافت آجائے اوس وقت سے اِسوقت تک کسی مسلمان کے ذہن مین یہ آسکتا ہے کہ قوم مسلمانونکی بمقابلہ یزید کے حضرت امام حسینؑ کو خلیفہ قبول نکرے۔ یا قبول کرکے منحرف ہوجائے اور یزید کی طرف سے حسینؑ علیہ السلام کو قتل کرڈالے اسی تغیر حالت قوم نے خلافت خاندان رسالت مین نہ آنے دی اور جسوقت کہ قوم مسلمانون نے کوفہ مین حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر نیابتاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی اوسوقت کسی کے ذہن مین یہ آسکتا تھا کہ وہی قوم منحرف ہوکر حضرت مسلمؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرڈالیگی۔ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے جو مکہ سے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ باعتبار حالت قوم کے تھا جو اُسوقت حالت قوم کی تھی اگر قوم اپنی حالت کو متغیر نہ کرتی تو کچھ شبہہ نہین ہے کہ سنہ ۷۰ تک خلافت خاندان رسالت مین آکر محکم ہوجاتی جسکا اشارہ اس حدیث امام علیہ السلام مین ہے۔ لیکن قتل حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا سنہ ۶۱ ہجری مین واقع ہوگیا۔ سنہ ۱۴۰ مین زمانہ منصور دوانیقی کا تھا اور محمد اور ابراہیم اولاد حسن علیہ السلام کا خروج مشہور ہے اوسکے عہد مین امام اہلبیتؑ اور شیعون کو امید اس بات کی تھی کہ خلافت خاندان رسالت مین آجائے جسکے سامان اور اسباب مہیا ہوچکے تھے۔ مگر راز کے فاش ہوجانیسے خلیفہ عہد نے اُسکے خلاف انتظام کرلیا اور خلافت خاندان رسالت بنی فاطمہؑ مین نہ آسکی اور امام زمانہ خلافت پر مسلط نہ ہوسکے جس وقت امام زمانہ نے شیعون پر اپنا راز ظاہر کیا تھا اُسوقت اُنکی حالت بیشک ایسی ہی تھی کہ امام اہلبیت راز کو اون سے مخفی نہ رکھتے اور اُسوقت ضرورت اس بات کی تھی کہ اون لوگون سے راز ظاہر کیا جائے اور اُس وقت

وہ لوگ قطعی رازدار ہی کے قابل سمجھے جاتے تھے اسوقت امام اہلبیت سے کوئی غلط فہمی نہین ہوئی البتہ اون شیعون رازدارون سے غلطی ہوئی کہ انھون نے اوس راز کا افشا ناوقت کردیا۔ حالت مابعد سے حالت ما قبل کی نسبت یہ کہنا کہ حالت اوّل پر غلط فہمی ہوئی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اسبات کو سوائے خدا کے کوئی نہین جان سکتا۔ کہ کل کیا واقعہ پیش آویگا اور کل کسکی حالت متغیر ہو جائیگی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین کہ امام باقر علیہ السلام کو اتفاقات زمانہ سے ایک ایسا طعام طیب نعمت غیر مترقبہ مل گیا تھا جسکے کھانے والے کے لیئے خواہ وہ عمل کرے یا نکرے جنّت واجب ہو جاتی تھی اسکو جناب امام نے ایک اپنے غلام کے پاس امانت رکھا اور حکم کیا کہ اس امانت کو رکھ مین تناول کرون گا مگر وہ غلام نافرمان اور خائن اُس مال طیب کو بلا اجازت امام خود کھا گیا پس امام نے جو اسکو امین سمجھا تھا یہ اُنکی غلط فہمی تھی۔

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیلیئے کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب المکان للحدث سے ایک روایت نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہین "

" داخل ہوئے امام باقر علیہ السلام پاخانے مین تو پایا روٹی کا ایک ٹکڑا جو گوہ مین پڑا تھا تو اُٹھا لیا اوسکو اور دھویا اور ایک غلام کے حوالہ کر دیا جو اونکے ساتھ تھا اور فرمایا کہ یہ ٹکڑا تیرے پاس رہے جب مین نکلونگا تو اسکو کھاؤنگا پھر جب امام پاخانے سے باہر تشریف لائے تو غلام سے پوچھا کہ لقمہ کہان ہے غلام نے کہا کہ ابن رسول اللہ مین اُسکو کھا گیا امام نے فرمایا کہ وہ نہ پہونچے گا کسی کے معدہ مین مگر واجب ہو جائیگی

اُسکے لیئے جنت پس چلا جا تو آزاد ہے مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسی شخص کی خدمت لون جو جنت والا ہو"

مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ "اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہین لیتے تھے اور چونکہ سب آئمہ کی حالت ایک سی ہوتی تھی تو اب فرمایئے کہ رسول نے اور آئمہ نے جن لوگون سے خدمت لی ہے جیسے بلال اور قنبر وغیرہ اُنکی کیا حالت ہوگی"

مصنف مخاطب یہ حجت بھی کرتے ہین کہ "جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے تو قصہ قرطاس مین عمرؓ پر کیا الزام ہے"

پھر شیعون پر یہ تعجب کرتے ہین "کہ شیعانِ امام سُنتِ امام کو چھوڑ کر تلاش معاش مین سرگردان ہین ایسی غذائے لطیف اور لقمہ طیب کی تلاش کیون نہین کرتے کہ ہم خرما و ہم ثواب ہو لذت زبان اور سیری شکم کے علاوہ جنت مُفت ملتی ہے"

یہ روایت متعلق مسئلہ طہارت کے ہے کہ جو ایک جز شریعت محمدی کا ہے اور جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ماکولات مین سے قاذورات لگجائین تو وہ چیز پانی سے طاہر ہو سکتی ہے اور اُنکے کھانے سے نفرت کرنا نہین چاہیے یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسے ماکولات کے کھانے سے کہ جو طاہر کرلی گئی ہو منکر یا متنفر ہوگا حقیقت مین وہ ایک مسئلہ طہارت شریعہ کا منکر اور اُس سے نفرت رکھنے والا ہوگا۔

جو کوئی کہ کسی مسئلہ طہارت شریعہ سے منکر یا متنفر ہوگا اوس کے جہنمی ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہو سکتا۔ اور جو کوئی کہ مسئلہ طہارت تر

رغبت اور عمل کرنے والا ہوگا لازم ہے کہ وہ جنتی ہو۔

امامؑ کا دراصل کام یہ ہے کہ وہ ہر ایک مسئلہ شریعت کو اپنے عمل سے دکھائے تاکہ لوگون کو اُس مسئلہ کی صحت پر شبہہ نرہے اسی نظر سے امام علیہ السلام نے اُس روٹی کے ٹکڑے کو قاذورات سے نکال کر اور طاہر کرکے حوالہ غلام کے کیا اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ خود امام علیہ السلام اوسکا استعمال کرین گے تاکہ عمل امامؑ سے اس مسئلہ شریعت پر کسیکو شبہہ نرہے اور کسی کو اس مسئلہ طہارت سے انکار یا اوس سے نفرت پیدا نہ ہو غلام کو امام علیہ السلام کے اس ارشاد سے یقین ہوگیا کہ امام علیہ السلام اپنے عمل سے اس مسئلہ طہارت کو دکھائینگے اور اُس ٹکڑہ طاہر شدہ کے استعمال سے نفرت کرنی نہین چاہیئے جس سے انکار ایک مسئلہ طہارت شریعت کا لازم آتا ہے اور ایسی حالت مین اس مسئلہ طہارت پر عمل کرنیسے جنتی ہونا لازمی ہے اور اُسکے انکار یا نفرت پیدا ہونیسے جہنمی ہونا لازم آتا ہے اس سے غلام نے اُس ٹکڑیکو کھالیا تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ جس مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سے دکھانا چاہتے تھے اوسپر اوسنے عمل کر لیا اور اُس مسئلہ کے انکار یا اوس سے نفرت پیدا نہونیکے باعث وہ جنتی ہوگیا اور امام علیہ السلام نے اسی بناء پر اوس غلام کا جنتی ہونا ظاہر فرمایا۔ اور خود یہی عمل غلام کا جس سے صحت مسئلہ طہارت شرعی کا ثابت ہونا لازم آتا ہے۔ ایک عمل عظیم تھا اور وہ اوس غلام کے جنتی ہونے کی لیئے بس ہے۔

امام علیہ السلام مسئلہ غلامی اور آزادی کے متعلق منشاء پیغمبرؐ کو بخوبی سمجھتے تھے کہ جہان تک ہوسکے انسان قید غلامی سے آزاد کیا جائے اور غلاموں

ساتھ وہ ہی برتاؤ کیا جائے جو آزادوں کے ساتھ کیا جاتا ہی اسی - جہ سی امام علیہ السلام آزادیکو نہایت پسند فرماتے تھے اور اپنے عمل سی اپنی پسندیدگی دکھاتے تھے جیساکہ امام علیہ السلام نے اوس غلام کو جسنے ہدایت امام کی بموجب ایک مسئلہ طہارت شریعت کو اپنے عمل سے ثابت کر دیا فوراً اور بلا توقف آزاد فرمایا -

پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیت نی بلال اور قنبر اور مثل اونکے دوسرن سی غلامی اور آزادی دونون حالتون مین خدمت لی ہے - فرق یہ تھا کہ خدمت حالت غلامی کی معاوضہ مین ہوتی تھی اور آزادی کیحالت مین وہ خدمت اُن آزادون کی اپنے اختیار اور خوشی سے ہوتی تھی صرف بہ لحاظ اعتقاد کی جو مذہب اسلام قبول کرنیکے سبب سی وہ نسبت پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کے رکھتی تھی - اور جسکے سبب سی اونکو عزت اور فخر اور اجر عظیم حاصل ہوتا تھا اون آزادشدون کی وہ خدمت اُسی حیثیت سی ہوتی تھی کہ جو ایسے لوگ بلا معاوضہ کرتے تھے جو کبھی غلام نہ ہوئے ہون اور حُر ہون - اور غلامون کو بعد مسلمان ہو جانیکے پیغمبرؐ اور آئمہ خاص خاص موقعون پر آزاد کر دیتے تھے - جب اونکی حالت قابل آزادی کے پاتے تھے جس سی اخلاق پیغمبرؐ و آئمہ کا قابل تسلیم ہو جاتا تھا -

امام علیہ السلام نے اوس غلام کو آزاد کرکے جو فرمایا ہی کہ مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سی خدمت لون جو اہل جنت سی ہو اوس سے صرف مقصود یہ ہی کہ اہل جنت کو حالت غلامی مین رکھنا اور حالت غلامی مین اوس سی خدمت لینا ناپسندیدہ ہی اور یہ ایک خاص موقع غلام آزاد کر دینیکا اور امامؑ کی حُسن اخلاق کی ثابت ہونیکا تھا -

اس حقیقت کے ظاہر ہو جانے کے بعد وہ خدشہ مصنف مخاطب کا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہیں لیتے تھے اور رسول اور ائمہ نے خدمت لی ہو کسی طرح باقی نہیں رہ سکتا۔

مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کہ غلام نے امانت میں خیانت اور نافرمانی امام علیہ السلام کی کی بالکل غلط ہے وہ ٹکڑا روٹی کا افتادہ اور مال لقطہ سے تھا ملکیت امام علیہ السلام کا نہیں تھا اور غلام اس امر کو جانتا تھا کہ وہ مال لقطہ ہے اور ملکیت امام نہیں ہے اور امام علیہ السلام نے اوس ٹکڑے روٹی کو امانتاً اوسکے سپرد نہیں کیا تھا اور نہ روایت میں کوئی لفظ ایسا ہے جس سے امانتاً اوسکے سپرد کرنا ظاہر ہو بلکہ روایت سے صاف ظاہر ہے کہ مال لقطہ امام علیہ السلام نے حوالہ غلام کے کیا تھا اور یہ ظاہر فرمایا تھا کہ امام مسئلہ طہارت خود اپنے عمل سے دکھا دیں گے اور غلام کو منع نہیں کیا تھا کہ تو اسکو نہ کھانا۔ غلام نے امام کی اس بات پر یقین کرکے کہ امام علیہ السلام ایک مسئلہ طہارت کی صحت کو ہم لوگوں کی ہدایت کیلئے اپنے عمل سے دکھانا چاہتے ہیں خود اسی نے جو اس ٹکڑے روٹی کو کھا لیا اور مسئلہ طہارت پر موافق منشاء امام علیہ السلام کے عمل کیا تو ایسی حالت میں نہ اس مال پر کہ لقطہ تھا اطلاق امانت کا ہو سکتا ہے اور نہ غلام خائن اور نافرمان قرار پا سکتا ہے۔ بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا مطیع اور فرمان بردار قرار پاتا ہے۔ کہ جسنے امام علیہ السلام کو واجب الاطاعت مان کر مسئلہ طہارت پر اسی طرح سے عمل کیا کہ جسطرح مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سے دکھانا چاہتے تھے۔

یہ صورت اس روایت سے ہرگز نہیں پیدا ہوتی ہے کہ شارع مصنف

کی نافرمانی سے بھی جنت ملتی ہے بلکہ اس روایت سے صریح ظاہر ہے کہ شارع معصوم کی فرمانبرداری اور اطاعت سے جنت ملتی ہے۔ اور قصۂ قرطاس کا الزام حضرت عمرؓ پر سے رفع نہیں ہو سکتا جسکے رفع کرنیکا مصنف مخاطب اس موقع پر قصد کرتے ہیں۔ پیغمبرؐ نے جسوقت یہ فرمایا تھا کہ "لے آؤ میرے پاس کاغذ و دوات تاکہ میں لکھ دوں تمکو ایسی کتاب کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو" اُسوقت اگر حضرت عمر دوات قلم لاکر خود وہ کتاب لکھدیتے کہ جو پیغمبرؐ کا منشا تھا تو یہ الزام حضرت عمرؓ پر عائد نہیں ہو سکتا تھا کہ پیغمبرؐ نے تو فرمایا تھا کہ میں وہ کتاب لکھ دوں اور حضرت عمرؓ موافق منشا پیغمبرؐ کے وہ کتاب لکھ دی۔ بلکہ یہ فعل اونکا ایک اعلیٰ درجہ کا فعل اطاعت اور فرمانبرداری کا سمجھا جاتا اور اسوقت حضرت عمر مثل اُس غلام امام محمد باقر علیہ السلام کے سمجھے جاتے کہ جیسے مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام نے اپنے عمل سے قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اُس مسئلہ کی صحت کو اُس غلام نے اپنے عمل سے موافق منشاء امام کے ثابت کر دیا۔ ویسی ہی حضرت عمرؓ اوس امر ہدایت کو جسکے لکھنے کے لیئے پیغمبرؐ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا خود لکھدیتے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بجائے اسکے کہ جو عمل پیغمبرؐ کرنا چاہتے تھے وہ ہی عمل خود کرتے یہ کیا کہ حجت کرکے پیغمبرؐ کو اوس عمل سے باز رکھا۔ ایسی حالت میں وہ الزام نافرمانی کے عاید ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ غلام کی حالت جسکا ذکر اس روایت میں ہے مثل حالت حضرت عمرؓ کے اُسوقت ہوتی کہ جب امام علیہ السلام نے پانخانہ سے باہر تشریف لاکر غلام سے پوچھا کہ وہ لقمہ کہاں ہے اور غلام اُسکے جواب میں کہتا کہ وہ لقمہ موجود ہے مگر میں یہ لقمہ

آپ کو ہرگز کھانے نہین دون گا۔ اِس صورت مین اِس روایت سے نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے نہ قصہ قرطاس مین جو الزام حضرت عمرؓ پر ہے وہ ٹل سکتا ہے شیعان امام نے سنت امام کو کبھی نہین چھوڑا وہ تلاش معاش جائز اور غذا کی لطیف اور لقمہ طیب مین ہمیشہ رہے اور رہتے ہین۔ اُنھون نے کبھی حرام کو حلال اور حلال کو حرام اور نجس کو طاہر اور طاہر کو نجس خلاف شریعت نہ سمجھا نہ قرار دیا جن لوگون نے کہ خلافت خاندان رسول پر ناحق قبضہ کیا اور خلاف حق متصرف ہوئے اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق قرار دیا اور اُس دولت سے کہ جو اونکے لیے غیر طیب اور غیر طاہر بلکہ نجس اور متنجس تھی ظاہرہ غذائے لطیفہ مثل شراب وکباب کی تناول فرماتے رہے وہ غذا بموجب مسئلہ شریعت کے درحقیقت باطن مین قاذورات کے برابر ہے۔ ایسے لوگ جنکو ایسی غذائے لطیف اور لقمہ طیب بہم پہونچتے رہے ہین اور جس کے کھانے کے وہ عادی ہوگئے ہین اونکو کچھ ضرورت ایسی غذا کی تلاش کی بلاشک نہین رہی ہے کہ جس کی ہدایت مصنف مخاطب شیعونکو کرتی ہین۔

اہل سنت کو اپنے یہان کے مسائل طہارت اور نجاست پر نظر کرنی چاہیے (دیکھو دُرمختار اور ردمحتار) نجس چیز خواہ بر تن ہو خواہ کھانے کی شے مستعمل پانی سے اور سرکہ اور گلاب اور دودھ سے اور جس حیوان کا گوشت کھاتے ہون اوسکی پیشاب سے۔ (جو اونکے نزدیک خود نجس ہے پاک ہو جاتی ہے یہانتک کہ لعاب دہن سے۔ جس چیز مین مسام نہ ہون جیسے ناخن اور آئینہ اور ہڈی اور چکنا برتن اور غیر منقوش چاندی کی ملکر سے پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہے اُس نجاست کا جرم ہو یا نہ ہو وہ نجاست تر ہو یا خشک ہو اِس مسئلہ کے

قائلین کو چاہیئے - کہ چینی کی رکابی یا پیالہ جو بول و براز سے نجس ہو جائے - اسکو پونچھ کر بے تکلف اوس مین کھانا کھالین یہ نجس گھی زیادہ جوش اور نجس گوشت جوش سے پاک ہو جاتا ہے ایسے گھی اور گوشت سے اغذیہ لطیف طیار کرکے تناول فرمانا چاہیئے اور کھانیکی دیگ مین شراب ڈال دی جائے - پھر سرکہ ڈال دیا جائے - اور وہ ترش ہو جائے اوسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہین ہے ایسے مزیدار کھانے کو ہرگز ترک کرنا نہین چاہیئے خشک منی بھی جہان کھین لگی ہو اوسکا میل رگڑنے اور چھیلنے سے پاک ہو جاتا ہے - اونا پاک روئی دُھنے سے پاک ہو جاتی ہے ایسے لباس جنسے منی رگڑ ڈالی ہو - اور ناپاک روئی دُھنی ہوئی سے لباس تیار کراکے زیب تن فرمانا چاہیئے - تاکہ جیسی غذائی لذیذ ہو ویسا ہی نفیس لباس ہو -

بدن کے صاف کرنے کے لیئے بھی عمدہ صابون تجویز کیا گیا ہے کہ یہ نجس روغن اوسکا صابون بنانے سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ مقتضے یہ ہے حقیقت مین جو لوگ ایسے صابون سے بدن کو صاف کرین اور ایسے لباس پہنین اور ویسی غذائین کھائین اون کو اور کسی مطہرات کے تلاش کی ضرورت نہین ہو سکتی -

جس روایت پر امام اہلبیت کی اعتراض کیا جاتا ہے اُس مین یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ وہ تکرار روئی کا جو قاذورات مین پڑا ہوا تھا دہونے سے پاک نہین ہو سکتا تھا - جس پر یہ الزام لگ سکتا کہ امام علیہ السلام نے نجس کو طاہر اور حرام کو حلال قرار دیدیا جیسا کہ ہم نے مختصر حالت آئمہ اہل سنت کے دکھائی -

مصنف مخاطب نے ابتک جو مثالین غلط فہمی انبیاء اور آئمہ کی

دکھائی تھین اور عائشہ صدیقہ کو جھٹلایا تھا انسے منقول روایت غضبناکی اور ناخوشی جناب سیدہ کی بابت اسکی حقیقت ہم دکھا چکے اور اس جلد ششم کو ختم کرتے ہین۔ آئندہ جو مثالین مصنف مخاطب نی غلط فہمی ملائکہ کی دکھائی ہین اونکی حقیقت انشاء اللہ جلد ہفتم ۱۹۰۰ء مین دکھائی جائے گی۔

راقم مین ہون وہی خاص شیعہ

(مختصر فہرس مضامین جلد ہذا)

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۱	مصنف کے ایک خطبہ جناب امیر کے چند فقرات سے جداگانہ ان استدلالون کی مفصل حقیقت کہ جناب امیر خلافت ابوبکر سے مزاحمت نہ سمجھتے تھے۔		پر بندرون کا کودنا اور اسکی تصدیق ارشاد جناب امیر سے۔
۱۴	روایت تفسیر صافی و مجمع البیان سے اس استدلال مصنف کی مفصل حقیقت کہ جناب امیر کو اپنی خلافت کا وقت معلوم تھا اور روایت حفصہ۔	۴۹	علی مرتضےٰ کے ایک کلام کے بعض فقرات سے اس غلط استدلال کی مفصل حقیقت کہ جناب امیر ابوبکر کی اطاعت واجب سمجھتے تھے اور پوری خطبہ کا ترجمہ۔
۲۲	لیلۃ القدر اور شجر ملعونہ کی تفسیر مین روایات متعلق مذمت بنی امیہ اور منبر رسول	۶۸	واقعات سقیفہ کے سلسلہ مین آیۂ وما محمد الا رسول الخ کے معنے کی تحقیق اور تطبیق
		۷۰	اس استدلال کی حقیقت کہ تا خیر بیعت

صفحہ	خلاصہ مضمون
	جناب امیر بطور دوستانہ شکایت کی تھی
۷۳	جناب امیرؑ کے ایک نامہ نامی مکتوب کے بعض فقرات سے اس استدلال کی مفصل حقیقت کہ وہ خلافت ابوبکر کو خلافت حقہ سمجھتے تھے اون سے کیون لڑتے اور پورے خطبہ کا ترجمہ اور سیدہ رضیؓ کی نسبت قابل افسوس کلمہ کا جواب۔
۹۵	آیتہ۔ ومن یشاق الرسول الخ سے استدلال پر جو شرف استدلال امام شافعی کو دیا گیا ہے اسکی حقیقت۔
۱۰۵	علی مرتضےٰ کے انکار قبول خلافت اور اس ارشاد پر کہ کسی اور کو خلیفہ بنالو مکرر استدلال کی بحوالہ بحث سابقہ حقیقت۔
۱۰۵	ایک کلام جناب امیر کے چند فقرات سے استدلالون اور انکی ان نتائج کی مفصل حقیقت کہ جناب امیر حقدار خلافت نہ تھے وہ دست بردار تھے اونکا علم عثمانؓ سے زیادہ نہ تھا شیخین

صفحہ	خلاصہ مضمون
	اونسے اقوال اور اعلم تھے اور نص امامت باطل ہوگئی وغیرہ اور تقیہ پر ترجمہ خطبہ کا۔
۱۲۸	آخری استدلال مصنف جناب امیر کو ابوبکرؓ سے نہ لڑنے کے خیال کی بابت روایت کتاب خصال اور الفاظ۔ الجماعۃ سے استدلال اور اوسکی پوری حقیقت۔
۱۲۶	خطبہ شقشقیہ پر جس سلسلہ سے مصنف نے استدلال کیے تھے انکا بنا بر ارشاد ناظرین رسالہ روشنی اعادہ۔
۱۲۷	جناب امیر کے ایک کلام سے ان استدلالون کی مفصل حقیقت کہ ابوبکرؓ حتے الامکان باوجود ضعیفی اچھا کام کرنیکی کوشش کرتے تھے اونکے عہد میں ظلم نہ تھا ورنہ جناب امیرؑ منع نکرتے۔
۱۴۰	ایک ارشاد جناب امیرؑ اور اوس پر قول شارح میثم سے ان نتائج کی حقیقت کہ جناب امیرؑ نے اپنے اوپر ظلم ہونا گوارا کیا بمقابلہ اسکے کہ مسلمانون پر

صفحہ	خلاصہ مضمون
	ظلم ہو۔ اور خلافت شیخین مین ظلم نتھا ورنہ جناب امیرؑ ہرگز صلح قائم نرکھتے معہ پورے ترجمہ کلام و قول شارح میثم اور فرق درمیان عہد خلفائے ثلاثہ و معاویہ۔
۱۵۳	مولوی امیر علی خان صاحب بہادر جسٹس کلکتہ ہائیکورٹ۔ سی۔ آئی ای۔ کی تحقیق متعلق عہد حضرت عثمان و عہد شیخین۔
۱۵۸	اس بیان اور اسکی مثال کی مفصل حقیقت کہ ظلم و جور اور امور منہیہ کا وقوع جناب امیرؑ کو ناگوار نہ تھا یہ سب کچھ خاص انکی مجلس مین واقع ہوتا تھا اور وہ ان امور کو خلافت ملنے کی خوشی مین فخریہ بیان کیا کرتے تھے۔
۱۶۵	آیت متعلق بیعت نسوان و طریقہ بیعت معہ اسناد۔
۱۶۸	نصیبہ ایک زن موسنہ کا جنگ احد مین شریک جہاد ہونا۔
۱۷۹	خطبہ شقشقیہ کا اس فقرہ سے کہ "دیکھتا ہون مین اپنی میراث کی لوٹ"
	اس استدلال کی حقیقت کہ جو جائداد مکہ مین ابوطالب نی چھوڑی تھی اسکو طالب اور عقیل نی فروخت کرلیا تھا جناب امیرؑ کو اوسمین سے کچھ نملا اسکی طرف اشارہ ہو۔
۱۹۰	مصنف کے اس بیان کی مفصل حقیقت کہ خلافت پر میراث کا لفظ صادق نہین آتا۔ خلافت کوئی مال نہین جسمین میراث جاری ہو۔ نہ جناب امیرؑ شرغا وارث رسول تھے۔
۱۹۷	آنحضرت پہلے ابوبکر پھر عمر کیلیے خلافت کی بشارت نہین دیگئے تھے۔
۱۹۹	اس بیان کی حقیقت کہ فدک بھی جناب امیرؑ کی میراث نہ تھا۔ انہون نے خود وہی عمل کیا جو خلفاء نے کیا تھا۔ اگر خلفاء کا فیصلہ غلط تھا تو جناب امیرؑ اپنے وقت مین میراث جاری کرتے حالانکہ جب وہ خطبہ شقشقیہ پڑھ رہے تھے اوسوقت بھی

صفحہ	خلاصہ مضمون
	فدک لٹ رہا تھا۔
۲۰۹	فدک کے علاوہ دیگر سات قطعات کے متعلق استدلال کے نتائج کی حقیقت۔
۲۱۵	قضیہ فدک میں ابوبکرؓ سے سیدہؑ کی غضبناکی اور ناخوشی کی روایات صحیحہ پر علماء متقدمین کی رکیک تاویلوں کا خلاصہ اور مصنف مخاطب کے اپنے بیان پر قطعی انکار کی مفصل حقیقت کہ عائشہؓ نے سیدہؑ کی زبانسے مضمون غضبناکی اور ناخوشی نہیں سنا قرائن سے ایسا سمجھا۔ ایسے قیاس میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے۔
۲۲۱ ۲۲۲	اسناد روایات ناخوشی و غضبناکی جناب سیدہؑ از شیخین۔
۲۲۳	اس تاویل کی حقیقت کہ عائشہؓ نے بیان خلاف واقعہ کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ جو کچھ وہ سمجھی تھیں اتفاقی بات ہو کہ وہ خلاف واقعہ تھا۔
۲۴۴	اس استدلال کی حقیقت کہ سیدہؑ ابوبکرؓ سے ناخوش ہوتیں تو ابوبکر اپنی بی بی اسماء کو تیمارداری کے لیے کیوں جانے دیتے۔
۲۴۸	مصنف کے اس وہم کی حقیقت کہ عائشہ کو پہلے سے ابوبکرؓ سے سیدہؑ کی ناخوشی کا وہم بندھا تھا اسی پر سیدہؑ کے کلام تکرر کو قیاس کیا۔
〃	اس بیان کی حقیقت کہ علیؑ نے ابوبکرؓ کو اسلیے اطلاع خبر وفات سیدہؑ کی نہ کی کہ انکی بی بی نے کہلا بھیجا ہوگا۔
۲۵۱	کامل روایت صحیح بخاری معہ ترجمہ متعلق ناخوشی و عدم کلام سیدہؑ۔
۲۵۵	حضرت موسیٰؑ پر غلط فہمی اور غلط قیاس کے الزام مصنف کی حقیقت اور دوسروں کی افعال کیوجہ سے اپنے لیے استغفار چاہنا معہ اسناد۔
۲۵۹	حضرت موسیٰؑ کی ایک دوسری غلط فہمی کی مثال کی حقیقت بحوالہ روایت امام جعفر صادقؑ۔
۲۶۱	حضرت یوسفؑ پر خلاف واقعہ نتیجہ نکالنے کے الزام مصنف کی حقیقت

صفحہ	خلاصہ مضمون
۲۶۲	آنحضرت صلعم پر غلط فہمی کے الزام مصنف کی حقیقت بسلسلہ روایت معاملۂ ماریہ قبطیہ وقتل جُریج حسب مخبری بی بی عائشہ صاحبہ۔
۲۶۶	بی بی عائشہ کو دیگر صاحبزادیاں ازواج رسول سے سوختگی سوتن پنے کی رہتی تھی اسکی ایک تازہ سند از کتاب حقوق نسوان مصنفہ مولوی سید ممتاز علی دیوبندی مالک کارخانہ رفاہ عام اسٹیم لاہور۔
۲۶۰	روایت قتل جریج سے اس فائدہ مصنف کی حقیقت کہ لفظ اہلبیتؑ سے مُراد بیبیاں ہونگی۔
۲۷۰	روایت قتل جُریج سے اس فائدہ ثانیہ معترض کی مفصل حقیقت کہ جیسے معاملہ قتل جریج میں تامل اور غور و فکر کی ضرورت تھی ویسے ہی معاملہ طلب داوات و قرطاس میں بھی اور اُسکو عمر سمجھے
۲۷۴	نظم قرآن کے معجزات سے نوان
۲۸۰	معجزہ متعلق اُصول فروع دین۔ ذکر اعتراض حضرت سلمان فارسی بابت ترک عمل بر قرآن۔ وعمل بالحدیث۔
۲۸۱	مقابلہ حضرت عمر کے منع طلب قرطاس کا واقعات نزول آیتہ یاایہا الرسول بلغ اور اُسکی عدم تبلیغ پیغمبرؐ سے اور اُسکی مفصل حقیقت
۲۸۶	روایت کافی کتاب الحجۃ سے آیتہ اطیعوا اللہ الخ کی تفسیر پر معترض کا نسبت پیغمبرؐ ایک غلط استدلال اور اُسکی مفصل حقیقت۔
۲۹۱	روایت امام جعفر صادق آنحضرت کا عباس کو طلب کرنا۔ ذکر میراث اور اُس سے غلط استدلالون اور اُنکی نتائج کی حقیقت۔
۲۹۵	رسول اللہ کو آخر وقت تک علی کی امامت کی مخالفت کا خیال تھا اِس استدلال اور اوس کے نتائج کی حقیقت۔

صفحہ	خلاصہ مضمون
۳۹۷	حضرت عمر کے ارشاد لفظ ہجر کی تاویلین اور انکی حقیقت معہ اسناد روایت منع قرطاس۔
۳۰۸	جناب سیدہ کی نسبت بروایت منقولہ حق الیقین ؛ ہیچو جنین ؛ ایک غلط قیاس کے الزام کا مادہ اور اسکی حقیقت۔
۳۰۹	جناب امیرؑ نے قاتلان عثمانؓ کو سزا ندی اس الزام معترض کی مفصل حقیقت معہ حالات جنگ جمل و جنگ صفین و خوارج وغیرہ۔
۳۲۴	جناب امیرؑ کے دو کلامون سے اس استدلال معترض کی مفصل حقیقت کہ جناب امیرؑ نے بیعت کنندگان کو اپنا ناصر اور مددگار سمجھ لینے مین غلطی کی اور دونو کلامونکا پورا ترجمہ۔
۳۳۳	آیات متعلق کراہت از جنگ۔
۳۳۴	علی مرتضےٰ کے ایک اور دہوکا کھانے اور غلطی کی مثال متعلق جنگ صفین اور اس سے علی مرتضےٰ

صفحہ	خلاصہ مضمون
	کے مفسدونسے ڈر جانے وغیرہ استدلالون کی مفصل حقیقت اور پورا ترجمہ خطبہ استدلالی کا۔
۳۵۱	جناب امیرؑ کیفیات باطنی کی تجلیات مین ہمہ تن مصروف رہتے تھے انکی رائی کی سب قوت اسی مین صرف ہوئی تھی یہ امر دیگر ہے اور امر انتظام ملک و تدابیر جنگ اور امر ہے اس استدلال معترض کی مفصل حقیقت۔
۳۵۹	امام محمد باقرؑ کی نسبت غلط فہمی کے الزام (متعلق پیشین گوئی شہادت) کی حقیقت بحوالہ بحث سابقہ۔
۳۶۲	امام محمد باقرؑ کی نسبت ایک اور غلط فہمی اور غلط قیاس (متعلق مسئلہ طہارت اور نجاست) کے الزام کی حقیقت۔
۳۶۸	اہل سنت کے یہان کے چند مسائل نجاست و طہارت بطور نمونہ مع اسناد و ترجمہ

[illegible]

[illegible] ہو گئی

امید ہے کہ ہم مسلم ناظرین کے ذوق [illegible]

[illegible] باقی ہے وہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

بقیہ رسید زر بابتہ جلد پنجم ۶۹۸

چوتھی اول کے ساتھ جو رسید زر نمبر ۲۶ شائع ہوئی تھی وہ نمبران
چوتھی دوم کے ساتھ نمبر ۶۲ مکرر طبع ہو گئی ہے ۔

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۶۲	جناب سید امیر حسن و سید امیر حسین صاحبان ۔	۲
۶۳	جناب خان بہادر سید محمد امیر صاحب آنریری مجسٹریٹ معہ بقایا	۱۰
۶۴	جناب سید مظفر علیخان صاحب بہادر المتخلص بہ کوثر معہ بقایا	۲
۶۵	جناب مرزا محمد مہدی خانصاحب اسکوتر کوکب ۔	۲
۶۶	جناب سید علی حسین صاحب مدرس ۔	۱۰
۶۷	جناب سید امیر رضا صاحب ۔	۲
۶۸	جناب مولوی سید کلب جعفر صاحب کمشنر نیلام	۲
۶۹	جناب سید محمد جعفر صاحب ریونیو ایجنٹ ۔	۲
۷۰	جناب سید نیاز محمد خانصاحب ۔	۲
۷۱	جناب سید فضل حسین صاحب نائب تحصیلدار ۔	۲
۷۲	جناب سید حمزہ علی صاحب امین ۔	۲
۷۳	جناب نواب مظفر علیخانصاحب پنشنر انسپکٹر معہ بقایا	۵
۷۴	جناب مرزا محمد صادق صاحب شہدی تحصیلدار	۵
۷۵	جناب سید آغا حسن صاحب داروغہ نزول	۲
۷۶	جناب آغا محمد حسین صاحب تحصیلدار ۔	۲
۷۷	جناب میر مہدی حسین صاحب مہتمم کلسائر ۔	۲

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۷۸	جناب سید محمد عسکری صاحب ضلعدار	۳ ر
۷۹	جناب سید محمد نصیر صاحب ضیا	۳ ر
۸۰	جناب قاضی سید نورالدین علی نقی صاحب بہادر رائے	۱۰ ر
۸۱	جناب مرزا محمد عباس علی نقی صاحب بہادر	۱۰ ر
۸۲	جناب قاضی بندہ حسین خانصاحب سب جج	۳ ر
۸۳	جناب ماسٹر سید کاظم علی صاحب	۳ ر
۸۴	جناب مولوی سید آل احمد صاحب وکیل	۳ ر
۸۵	جناب بابو سید محمد تقی صاحب بابت بقایا	عہ ر
۸۶	جناب سید غلام امام صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ بقایا	۸ ر
۸۷	جناب سید احمد حسین صاحب شتردار محکمہ سروے	۳ ر
۸۸	جناب حکیم سید میر نصیر صاحب منیجر بقایا	عہ ر

جن چند بزرگواروں کے ذمہ بھی سنہ ۹۸ء جلد پنجم کا چندہ باقی ہے وہ بھی براہ کرم اگر جلد ششم سنہ ۹۹ء کے ساتھ ہی بھیجدیں تو بڑی عنایت ہو۔ ہمیں تو بار بار تقاضا کرتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے۔

العبد مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر روشنی

دفتر روشنی سے ذیل کی کتابیں نقد قیمت آنے پر یا بذریعہ ویلو پارسل بھی جا سکتی ہیں۔ اخبار علی مرتضیٰ کی اسلام و ایمان کی ثبوت میں۔ قیمت عہ
سیر الفاروق کا ریویو۔ موسوم بہ النظر عہ ر

رسالہ روشنی

دو جزو ماہوار شایع ہوتا ہے
سالانہ چندہ ۳ روپے۔
مجلدات سنین ماضیہ کی قیمت
علاوہ محصول ڈاک حسب ذیل
جلد اول معہ حصص ضمیمہ۔ [illegible]
جلد ثانی بابت سنہ ۹۵ء۔ [illegible]
جلد ثالث بابت سنہ ۹۶ء [illegible]
جلد رابع بابت سنہ ۹۷ء [illegible]
جلد خامس بابت سنہ ۹۸ء [illegible]
جلد سادس بابت سنہ ۹۹ء
یعنی جلد ہذا۔
ترسیل زر اور ہر قسم کی خط و کتابت بنام اڈیٹر دفتر رسالہ روشنی لکھنؤ کے پتے سے ہونی چاہیئے۔
اپنا پتہ نشان معہ نام ڈاکخانہ صاف لکھنا چاہیئے۔ اور حتی تبدل مقام سے بھی اطلاع دینی چاہیئے۔
المشتہر مرزا قزلباش اڈیٹر
چاہ کنکر لکھنؤ۔